الماس رخشان بیانی و لعل تابان لآلی افشانی
منجملۂ چار جلد
کلیات ظفر
دیوان اول
مطبع نامی منشی نولکشور مین نقش گزین نگین طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ نعتیہ

ای سرور دو کون شہنشاہ ذوالکرم
سرخیل مرسلین و شفاعت گر امم

موکب ترا ملائک و مرکب ترا براق
مولد ہی تیرا مکہ و معبد ترا حرم

رنگ ظہور سے ترے گلشن پنج حدوث
نور وجود سے ترے روشن دل قدم

ہوتا کبھی نہ قالب آدم مین نفخ روح
ہوتا اگر خدا نہ محبت کا تیری دم

کرتا تھا جس سے مردہ کو زندہ دم مسیح
تھا شمہ تیرے خلق کا وہ ای نکو شیم

ٹوٹا جو کفر قوت اسلام سے ترے
صد جا سے ہے شکستہ ہی زنار موج یم

تو تھا سریر اوج رسالت پہ جلوہ گر
آدم جہان ہنوز تھا پس پردۂ عدم

کرتا ہی تیرے اسم مبارک کا نقش دل
اس واسطے عزیز جہان ہوگیا درم

ای معدن کرم تری ہمت کے روبرو
کمتر ہی سنگریزہ سے قدر نگین جم

بلوایا اپنے دوست کو اُسنے وہان جہان | مقدور پر زدن نہ ہوا جبرئیل کا

کیا پائے کنہ ذات کو اُسکے کوئی ظفر
وان عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

گشتہ ہوں کسکے طرۂ عنبر نسیم کا | خوشبو ہے میری خاک سے دامن نسیم کا
گلشن ہو خلد کا کہ چمن ہو نعیم کا | کب دل لگے ہے تیری گلی کے مقیم کا
دولت سے عشق کی مرا ہر قطرۂ سرشک | گوہر ہے میری جیب میں دُرِّ یتیم کا
تاراج یون کیا جو مرا ملک دل تمام | مژگان تھی تیری یا کوئی لشکر غنیم کا
ہو جاوے دام نیم نگہیں تری تمام | ای شوخ تیرے شیفتۂ دل دو نیم کا
دکھلائیں سوزش دل بیتاب ہم اگر | کانپ اُٹھے شعلہ شوق سے نار جحیم کا
حیرت نہیں کہ پرتو رخسار یار سے | آئینہ ہو اگر ید بیضا کلیم کا
آتی ہیں یاد ہجر کی ہمکو اذیتیں | واعظ سے ذکر سنکے عذاب الیم کا

آنکھوں میں اپنی نور اسی سے ہے ای ظفر
یہ مردمک ہے سایہ محمد کے میم کا

کسینے اُسکو سمجھایا تو ہوتا | کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا
مزہ رکھتا ہے زخم خنجر عشق | کبھی ای بو الہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ | ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

کیسے بیدرد دل آزار کو دل ہمنے دیا
دور ہی درد نیا روز اک آزار نیا

کیا قیامت ہی ستمگار تری طرز خرام
فتنہ ہر گام پر اٹھا دم رفتار نیا

گریں وہ کسکی دوا دیکھتے ہیں تیغ طبیب
تیر سے اس نرگس بیمار کا بیمار نیا

پھر سے اس سے ظفر دلکا جو سودا بگڑ جائے
ایک سودا ہی اور اسکا خریدار نیا

نہ پوچھو دل کہاں پہونچا کیا کیا کہیں پہونچا
جہاں پہونچا نہ کوئی یہ وہیں پہونچا ہمیں پہونچا

کہاں پہونچا ہی وہ کچھ ہمد پہونچا خیال اپنا
کہ ابتک اس جگہ کوئی فرشتہ بھی نہیں پہونچا

زمیں لرزی ترے تیشے سے تیرے بیکسی قاتل
کہ آخر اسکا اک صدمہ سر گاو زمیں پہونچا

نہ پہونچا تو نہ پہونچا ہا لب پر دل ترا لیکن
تری تکتے ہی تکتے راہ وقت واپسیں پہونچا

چھپا خورشید تاباں شرم سے زیر زمیں جاکر
مری جو آہ کا شعلہ سر چرخ بریں پہونچا

سبب مجھے ڈر ہی نہ پہونچے پہونچنگو چھوڑتی
کہ نازک ہی نہایت ہی ترا ای نازنیں پہونچا

ظفر دامان مژگاں سے ہی ٹپکا جاتا تھا آنسو
اگر پہونچ سکے آنکھوں تلک تو آستیں پہونچا

ہائی فرو سوز دل اک دم نہوا پر نہوا
اور گریہ سے بڑھا کم نہوا پر نہوا

سنکر احوال جگر سوز غریب عاشق کا
ہائے افسوس تجھے غم نہوا پر نہوا

کشتہ ناز کے افسوس جنازے پہ ذرا
چشم پرآب تو اک دم نہوا پر نہوا

خوب دیکھا جہان کے خوبان کو / ایک تجھسا نہ دوسرا دیکھا
ایک دم پر ہوا نہ باندھ حباب / دم کو دم بھر مین یہان ہوا دیکھا
سامنی اُس نگاہ کے دل کو / ہدف ناوک قضا دیکھا
ہوئے تیری خاک پا ہمنے / خاک مین آپ کو ملا دیکھا
اب نہ دیجے ظفر کسیکو دل / کہ جسے دیکھا بیوفا دیکھا

اُٹھا دے پردہ نہیں پردہ مین اُٹھا دونگا / طپش سے دل کی ابھی عرش کو ہلا دونگا
ہوتا عشق کا میکش اگر خبر ہوتی / کہ ایک جام مین دونون جہان بھلا دونگا
کہے ہی مجھسے وہ قاتل کہ میرے کوچے مین / رکھا جو تونے قدم سر ترا اُڑا دونگا
مین اُسکو دیکھکے یہ محو ہون کہ حیران ہون / جو کچھ وہ پوچھے گا مجھسے جواب کیا دونگا
اگر تو آویگا تو جاے فرش پا انداز / مین اپنی آنکھیں ترے زیر پا بچھا دونگا
دم خرام وہ بولا کہ ایک ٹھوکر مین / ہزار فتنہ خوابیدہ کو جگا دونگا
جو پوچھا مین نے لب زخم تو کہے گا کیا / کہا کہ خنجر قاتل کو مین دعا دونگا
یہ دے کے دم مجھے لایا تھا کھینچ جوش طمع / کہ چل جہان کا تماشا تجھے دکھا دونگا
نہ پوچھ مجھسے ظفر میری تو حقیقت حال / اگر کہونگا ابھی تجھکو مین رلا دونگا

وہ زلف اور یہ مانگ ہے اسکی کہ کوئی چھپا عالم میں پایا
نہیں اسکے برابر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ترے مژگان اشک آلودہ کو دیکھو برسے ہے
یہ بادل دیدۂ تر کا سیہ ایسا سفید ایسا

مسی زیب اسکے دندان دیکھو حیران ہین کیونکر
یہ رنگ اس سالک گوہر کا سیہ ایسا سفید ایسا

نہ دیکھوں نرگس شہلا کا گل کیونکر کہ ہے نقشہ
بعینہ چشم دلبر کا سیہ ایسا سفید ایسا

خجالت کش سواد شام و نور صبح ہین تو ان
دوشالہ ہے ترے سر کا سیہ ایسا سفید ایسا

سر شک سرمہ آگود اپنا دکھلا کر وہ کہتے ہین
کہ ہے رنگ اس کبوتر کا سیہ ایسا سفید ایسا

نہ ہووین سوسن و نسرین خجل کیونکر کہ ہے پہنا
لباس اس ماہ پیکر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ظفر مین نیلم و الماس پتھر ایک صانع نے
کیا ہے رنگ پتھر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ترا اگر ناخن پا تیرا اٹل دھوکے پی جاتا
تو اسکے ہاتھ پانوں ہلکے کامل دھوکے پی جاتا

نہ آتا ہاتھ خون میرا اگر اس تشنہ خون کے
تو اپنی تیغ پر خون کو وہ قاتل دھوکے پی جاتا

او گلتا زہر پھر کیا وہ تیرہ بخت سودائی
اگر کوئی ترے رخسار کا تل دھوکے پی جاتا

اگر ہو سکتا عالم مین حصول علم بے محنت
تو پھر ساری کتابین ایک جاہل دھوکے پی جاتا

اٹھا سکتا جو مجنون نقش پائے ناقۂ لیلے
تو جون تعویذ ہو ل کے وہ بیدل دھوکے پی جاتا

حلاوت یاد کر تیری آب تیغ کی قاتل
بدن کے زخم اپنے آپ گھائل دھوکے پی جاتا

ظفر بے شغل ہی ہو جاتا کچھ بنکنف ابسر
در فیض جہان گر کوئی شاغل دھوکے پی جاتا

اشک کا قطرہ فقط کیا صاف گوہر سا بنا | بلکہ لخت دل بھی ہی یاقوت احمر سا بنا

صبحدم گلشن مین آیا میکشی کو کیا وہ گل | ہر گل لالہ جو ہی یکدست ساغر سا بنا

گل سے بھی نازک بدن اُسکا ہی لیکن دوستو | یہ غضب کیا ہی کہ دل پہلو مین پتھر سا بنا

دشت مین بھی تیرے مجنون کی گر تدبیر ہی | خار وادی جنون جو تیر نشتر سا بنا

کیا گریبان ہی بنا اس ماہ کا مثل ہلال | بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا

در پر اُس پردہ نشین کے آہ وقت انتظار | چشم کا حلقہ ہمارے حلقۂ در سا بنا

کیا عجب خال سویدا گر جلے مثل سپند | سوزش الفت سے دل اپنا ہی مجمر سا بنا

عشق نے کیا جانیے کیا دل مین بھڑکائی ہی آگ | اب جو سینہ مین ہے ہر داغ اخگر سا بنا

اے ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اسلیے ہی موے مژگان اُسکا خنجر سا بنا

منھ نظر آوے نہ کیونکر آنکھ مین اُس یار کا | آنکھ اپنی بنگئی ہی آئینہ دیدار کا

صفحۂ قرآن پہ کھینچی ہی اک جدول سیاہ | مصحف رخ پر وہ سایۂ زلف پرتار کا

پاس ابرو کے مرصع کار ٹیکا ہی کہان | ہی میان قبضہ جڑاؤ یار کی تلوار کا

زخم دل کو صاف کرتا ہی خیال خط سبز | چارہ گر مرہم نہ رکھو بیفائدہ زنگار کا

گر مری مژگان تر برسائے موتی ایکبار | نام دھو ڈالے جہان سے ابر گوہر بار کا

دیکھنا جھانکا کہین وہ مہر وش شاید کہ ہی | اختر صبح قیامت روزن اُس دیوار کا

چارہ گر بھر نسکے میرے جگر کے ناسور | ایک گر بند کیا دوسرا روزن نکلا

ای ظفر نالۂ دل نے مرے کچھو کی تاثیر
گھر سے گھبرا کے جو وہ غیرت گلشن نکلا

سر فلک دست ستم جو ہین ترا قاتل بڑھا | خون جسم ناتوان مین تل گھٹا تل تل بڑھا
مت گھٹا دل کو مرے بوسہ مجھے دیکے | قصہ کوتہ کرنہ اتنی بات ای جاہل بڑھا
ہر بھنور عکس رخ روشن سے ہنجا دیکے شمر | سر جبین منھ کو ذرا اپنے لب ساحل بڑھا
دل کو تو کر اپنی دولت سے قناعت کے غنی | بس بہت دست ہوس اپنا نہ ای غافل بڑھا
وادی مجنون کی ای لیلے ہی کیا گلشن مین | ایک قدم ہر گز نہ آگے ناقۂ محمل بڑھا
کوئی دم ہی کجراستی مین ابھی تو ای حباب | حبس دم کی بڑھ سکے کثرت تو جون شاغل بڑھا
جب ہوئی تجھکو شباہت اس رخ پر نور سے | مرتبہ کچھ اور بھی تیرا مہ کامل بڑھا
غنچۂ گل دیکھ کر اس شک گل کے ہاتھ مین | دل جو اپنا سمجھے ہم کیا کیا ہمارا دل بڑھا

جامۂ فانوس مین کیا کیا جلی غیرت سے شمع
بے جو بوتا کی ای ظفر وہ رونق محفل بڑھا

زلف کے سائے تلے وہ رخ اگر چھپ جائیگا | رات کے پردے مین پھر روئے سحر چھپ جائیگا
خواب غفلت سے تری جس وقت کھل جائیگی آنکھ | ہی جو کچھ آنکھوں کے آگے جلوہ گر چھپ جائیگا
دیکھنے کو ہم گئے تھے آج اسکے بے خبر | کیا خبر تھی یہ کہ ہمکو دیکھ کر چھپ جائیگا

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

جسم لاغر ترے سودائی کا اب ایسا ہوا
عکس چشم مور جو اُن پانوں تلے میلا ہوا

دود دل سے تفتہ جانوں کے ترے اے رشک ماہ
ایک تا اک اب اور زیر نہ فلک پیدا ہوا

کان پر تیرے زلف اُسکی ابسر کتی کیوں نہیں
یا کہیں یہ سانپ اُس بانبی سے کھیلا ہوا

اور پری کی بائیں پسلی پر جو دیکھا ہیں تل
وہ ترے تعویذ ہو دل کا اک نقطہ ہوا

تو ہی اے دل ناتوان دیکھو آہ کو مت چھوڑنا
یہ عصا تیرے لیے ہنگام پیری کا ہوا

اف ترے کشتے کا سوز دل کہ ظالم سنگ بھی
گور پر اُسکے رہا محشر تلک جلتا ہوا

ای ظفر انجم نہیں ہیں میرے تیرے آہ سے
ہی مشبک سر بسر یہ گنبد مینا ہوا

وہ بے حجاب جو کل پیکے یہاں شراب آیا
اگرچہ مست تھا میں پر مجھے حجاب آیا

اُدھر خیال مرے دل میں زلف کا گذرا
اِدھر وہ کھاتا ہوا دل میں پیچ و تاب آیا

خیال کسکا سمایا ہی دیدہ و دل میں
نہ دل کو چین مجھے اور نہ شب کو خواب آیا

تمھارے نقش کف پا کے بوسے لینے کو
زمین پہ سایہ کے مانند آفتاب آیا

وہ رخ صفا ترا آئینہ روبرو جسکے
جب آیا شرم سے یاں ہو کے غرق آب آیا

جب آیا طرۂ مشکیں کا تیرے دل میں خیال
زبان پہ میرے وہیں ذکر مشک ناب آیا

ترا سخن ہی ظفر وہ کہ سامنے تیرے
ہوے خموش سخنور نہ کچھ جواب آیا

سبزہ خط سے ہین کیا عارض سا گان پیدا ہوا
بچہ طاؤس ہی بے بال و پر پیدا ہوا

پہلے تو دل مین محبت کا شجر پیدا ہوا
پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

خال مشکین آتش رخسار پر پیدا ہوا
چشمۂ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

کھل گیا ہے نامہ مضمون بقلم نامے کا صاف
واہ کیا یک تصور نامہ بر پیدا ہوا

اس جبین پر جلوہ گر الماس کا ٹیکا نہین
آسمان پر دن مین دیکھو قمر پیدا ہوا

گھولتے ہی کس حلاوت سے دل عاشق ہے
شیر غم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

ہو سکا تیغ ادا کا کچھ ادا تجھ سے نہ شکر
کیسے لب تو ای لب زخم جگر پیدا ہوا

فصل مجنون کی جنون خوب ہی بسر کی
خار صحرا تیز مثل نیشتر پیدا ہوا

گریہ ہنگام ولادت کیون نہ ہر طفل کو
جو ہوا دنیا مین پیدا نوحہ گر پیدا ہوا

بے شرارت کب ہی رہتے ہین ہم دو سنگ دل
دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

عکس روی آتشین ساقی کا دریا مین پڑا
ہمسر خورشید تابان ہر بھنور پیدا ہوا

حق ہے پروانون سے تھا اک تیرہ بر خورشید حشر
شمع کے سر پر جو شعلہ ای ظفر پیدا ہوا

کوہکن کا کیا فقط پتھر مین لہو جم گیا
کچھ تو تیشے مین جما کچھ سر مین لہو جم گیا

زخم پہلو سے اگر ہے نہین ٹپکا لہو
پھر کہان ہے پارہ گر بستر مین لہو جم گیا

اشک خونین سے بنائی شاخ مرجان ہر پلک
اس قدر رخسار گان چشم تر مین لہو جم گیا

ظفر بے یار کیا پوچھے ہی میرے دل کی کیفیت
نمک افشان ہی جام ہی یہ ہر دم شور قلقل کا

مین ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین
کہ ہی غم میری غذا

تو ہی معشوق تجھے غم سے سروکار نہین
کھائے غم تیری بلا

دل و دین تیرے حوالے کئے اگر تم ہی طلب
اور جو کچھ کہا سب

پھر جو بیزار ہی تو مجھسے بتا اسکا سبب
میری تقصیر ہی کیا

بھیجے خط سیکڑون لکھکر تمھین ہشیاری سے
بڑی دشواری سے

تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے
یہ بھی قسمت کا لکھا

طلب بوسہ پر کیون اتنا برا مانتے ہو
ہمین پہچانتے ہو

دیکھو ہم ہین وہی جانباز جنھین جانتے ہو
کرتے ہین جان فدا

ہی حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل
تیرے ہاتھون قاتل

تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل
سمجھے ہی آب بقا

کیا کہون مین ترے انداز و ادا کا عالم
ہے ستم ہاے ستم

دیکھکر ہوش رہین کیا کہ نکلجاے گا دم
ای بت ہوش ربا

نہ تو تقریر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو
اور نہ تدبیر سے ہو

ہمتو کہتے ہین ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو
ہی یہی بات بجا

الفت سے تیرے مضمون سوز دل پر بھی آگ ہی — شعلہ جو قاصد اسکو میں خط لکھکے بھیجا جل گیا

قصہ جانوں کو ترے قتل ہی گذراں — وہ وہاں آرام سے ہی تو کے جا جل گیا

اس طپیدہ دل کا دل اسکے ہی تو کیوں لیجلا — کام کا تیرے نہیں یہ اسکو دیجا جل گیا

آتش فرقت سے میرا خانہ آتشبار ہے

اے ظفر کاغذ اٹھا کر یاں سے لیجا جل گیا

نہ درویشوں کا خرقہ چاہیے نہ تاج شاہانا — مجھے تو ہوش دے اتنا رہوں میں تجھپہ دیوانا

کتابوں میں دھرا ہی کیا بہت لکھ لکھکے دھو ڈالیں — ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہی تیرا فرمانا

غنیمت جان جو دم گذرے کیفیت سے گلشن میں — دیے جا ساقیا پیمانے بھر بھر کے پیمانا

نہ دیکھا وہ کہیں جلوہ جو دیکھا خانۂ دل میں — بہت مسجد میں سر مارا بہت سا ڈھونڈا بتخانا

کچھ ایسا ہو کہ جس سے منزل مقصود کو پہونچیں — طریق پارسائی ہووے یا ہو راہ رندانا

یہ ساری آمد و شد ہی نفس کی آمد و شد پر — اسی تک آنا جانا ہی نہ پھر جانا نہ پھر آنا

ظفر وہ زاہد بیدرد کی ہو حق سے بہتر ہی

گرے گر رند دردِ دل سے ہاؤ ہووے مستانا

کیا عجب گر بے بہا در ہیں ترے آنسو سے بنا — بیش قیمت لعل بھی تو میرے لوہو سے بنا

کشتگان چشم میں جو تیرے ای وحشی نگاہ — تو چراغ گور انکا چشم آہو سے بنا

اسکی چشم پر فسون ہی کچھ فقط جادو نہیں — سر سے پاؤں تک وہ جادوگر ہی جادو سے بنا

دیگر

دود جگر نے دل پہ جو سرپوش سا ڈھکا
سینہ میں دل ہی ساغر سرجوش سا ڈھکا

دیکھا جو کوئی اختر تابندہ ابر مین
یاد آیا زیر زلف بناگوش سا ڈھکا

اٹھا ہی یون جو ذرہ سے صحرا مین گردباد
اس پردہ مین ہی کس کا تن و توش سا ڈھکا

پھاہا نہ زخم دل سے اٹھا ئیے چارہ گر
رہنے دے اسکو یہ خم سرجوش سا ڈھکا

سبزہ نے خط کے چاہ زنخدان یار کو
رستہ پہ دل کے ہی چہ خس پوش سا ڈھکا

جوہر جو آدمی کا کھلا کچھ تو ہوش سے
جب تک رہا ظفر کوئی بیہوش سا ڈھکا

بھید دل کا گریہ سے ای چشم نم کھل جائیگا
وہ جو ہی پوشیدہ اپنا حال غم کھل جائیگا

بولتے ہو ہم نہین منہو سے کچھ اسمین بھید ہی
بولنا اچھا نہیں ہمارا بھرم کھل جائیگا

عقدۂ دل ہی ہمارا غنچۂ گل تو نہین
جو بیت تجھسے ای نسیم صبحدم کھل جائیگا

کھول مت جوڑا کہ سودائی کا تیرے بر بسر
راز سربستہ ترے سر کی قسم کھل جائیگا

گر اتر ہی شوق مین اپنے تو ین خط کے کھلے
اپنا مضمون اپنے قاصد یکقلم کھل جائیگا

کتنے ہی چھوٹ جائینگے پابند زنجیر بلا
جب کرے تیرا طرۂ پرپیچ و خم کھل جائیگا

اسکے رنگنے پر نجا پیتے ہی جام می ظفر
دیکھنا باتون مین وہ کافر صنم کھل جائیگا

مطلع ثانی

دہن تنگ جو یاد آیا ہے مجھے	تنگ کیا کیا دل ناشاد آیا
عشق میں تیشۂ آہن کے سوا	کچھ ترے کام نہ فرہاد آیا
بلبلو دیکھو چمن میں اتنا	نہ کرو شور کہ صیاد آیا
بول اٹھا دیکھ کے مجنون مجھکو	یہ تو کوئی مرا اُستاد آیا
اور گئے ہوش مرے تا کے	سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی مین	سو وہ پیش ای دل ناشاد آیا
نہ تو آیا مری سنکر فریاد	دم لبوں پر دم فریاد آیا

دیکھکر اُس بت کافر کے ستم
ای ظفر مجھکو خدا یاد آیا

جو دل مین ترا شوق ابرو خمدار ہو پیدا	عجب کیا گر کعبہ سے اگر ای یار ہو پیدا
مرے گریے سے یون اُسکا خط خنجر ہو پیدا	تو اُسکی خاک سے بھی نرگس بیمار ہو پیدا
محبت مین ملا ہی رتبۂ منصور قمری کو	نہ کیونکر سرو گلشن مین بشکل دار ہو پیدا
اگر سمجھ نما آئینۂ رخسار ہو تیرا	زبان طوطیٔ تصویر سے گفتار ہو پیدا
قدم رنجہ کرے مجنون تر اگر دشت وحشت مین	جہان رکھے قدم سبزہ نہو وان خار ہو پیدا
مثال برق حال عاشق بیتاب ہی تجھ بن	کہ سو سو بار نا پیدا ہو سو سو بار ہو پیدا
بلا سے جسکی موت آئی غرض کچھ اور ہو اُسکو	کسیکو پر نہ یارب عشق کا آزار ہو پیدا

مجھے صاف بتلائے نگار اگر تو یہ پوچھوں مین رو رو کے خون جگر
ملے پانوں سے کسکے ہین دیدۂ تر کف پا پہ جو رنگ حنا نرہا

اسنے چاہا تھا مین نے کہ روک رکھوں مری جان بھی جائے تو جانے دون
کیے لاکھ فریب کروڑ فسون نرہا نرہا نرہا نرہا

لگے یون تو ہزار ون ہی تیر ستم کہ تڑپتے رہے پڑے خاک پہ ہم
ولے ناز و کرشمہ کی تیغ دو دم لگی ایسی کہ تسمہ لگا نرہا

ظفر آدمی اسکو نجانیے گا وہ ہو کیساہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش مین یاد خدا نرہی جسے طیش مین خوف خدا نرہا

دیگر

خدا جانے کہان بیٹھا ہی وہ اور ہی کدھر پھرتا
مگر چشم تصور سے ہی سب پیش نظر پھرتا

تماشا دیکھنا کیا دوڑتا ہی اشک مژگان پر
یہ لڑکا شعبدہ بازی سے ہی یکتار پر پھرتا

لکھا قسمت کا اپنی آگیا دم اپنی آنکھون مین
نہین لیکر جواب نامہ اشک نامہ بر پھرتا

بو سرگردانی اپنی ان سے کہتا ہون تو کہتے ہین
خدا کیواسطے چپکے رہو ہی سر اسر پھرتا

خورشید آسمانِ چہارم یہ ہی کہاں
کثرت ہی آنسوؤنکی ہجوم سپاہ غم

تنکے چنے گا وحشیون کی طرح ناصحا
کس مہروش نے چہرے سے برقع اُٹھا دیا

کرتا ہی جسکے ساتھ فلک کج ادائیان

شعلہ کوئی بلند ہوا میری آہ کا
نالہ نہین نشان ہی یہ اس سپاہ کا

دیکھے گا گر کرشمہ اُس آہو نگاہ کا
منھ ہو گیا سفید فلک پر جو ماہ کا

دیتا ہی اُسکو عشق کسی کج کلاہ کا

رکھے قدم جو کوئی محبت مین ای ظفر
لازم ہی پہلے ڈھونڈھ لے رستہ نباہ کا

تو کہین ہو یہ دل دیوانہ وہان پہونچی ہی گا
گرچہ تیری زلف کا کوچہ بلا تاریک ہی

عشق کے میدان مین بے ہمت نہین اُٹھتے قدم
دل کو ہو سیر نہ کیون سیلان سوے چشم یار

انکی محفل مین کہونگا جب کہانی اپنی مین
ای صدف کیون منھ پسارے ہی کہ اُس رزاق کو

شمع ہووےگی جہان پروانہ وہان پہونچی ہی گا
پر دل صد چاک مثل شانہ وہان پہونچی ہی گا

جسکو ہوگی ہمت مردانہ وہان پہونچی ہی گا
بادہ کش ہوگا جہان میخانہ وہان پہونچی ہی گا

سبکے کانون تک مرا افسانہ وہان پہونچی ہی گا
ہی جہان پہونچاتا آب و دانہ وہان پہونچی ہی گا

تجھکو اُسکے بوسۂ لب کا ہی لپکا ای ظفر
لب ترا مثل لب پیمانہ وہان پہونچی ہی گا

صید تھا دل تو ای مژگان یار آنکھون کے آگے تھا
اُگایا کیون تیر اپنا شکار آنکھون کے آگے تھا

ساقی کو ایک نظر جو دیکھا وہ چشم مست
روز ہ وکے میر اراز نہان فاش کر دیا
جو دیکھتا ہون دیدۂ سپید ہی ہیں
دریا پراپنی موج میں کس کے ہے
پیمانہ میرے ہاتھ سے ہی اک بہانہ تھا

بدست ہو کے پیمانہ توڑ ساغر شراب کا
خانہ خراب ہو جیسے چشم پر آب کا
قائل نہ خواب کا ہون نہ تعبیر خواب کا
پیکر شراب الفاظ ہے ساغر شراب کا
منظور تھا اُسیکو اُٹھانا حجاب کا

اعمال کا گر اپنے ظفر کیجے حساب کا
ہر روز ہو معاملہ روز حساب کا

خون سے اشک آنکھون میں جب ہو کر گلابی ہو گیا
تیرے دامن سے جو ٹپکا خون شہیدون کا
تر پسینے میں ہوا وہ جو گلابی پوش آج
بزم میں دیکھی گلابی تو نے کس کی چشم مست
یاد میں اُسکے گل عارض کے اشک خون سے
ہو چلی گرمی گلابی بادۂ گلگون سے ہو
وہ گلابی آنکھ جو یاد آئی وقت میکشی
خون کا دعوے کیا جو اُس گلابی پوش نے
باغ میں جیتکا گلاب آیا جنون جوش پر

پھوٹ رومال سفید اکثر گلابی ہو گیا
خوب گہرا دامن محشر گلابی ہو گیا
بر میں جوڑا اور زیادہ تر گلابی ہو گیا
ساقیا بیہوش کیون پھر کر گلابی ہو گیا
لی جدھر کروٹ اُدھر بستر گلابی ہو گیا
اب تو جاڑا ای پری پیکر گلابی ہو گیا
پھر تو میرے حق میں ہر ساغر گلابی ہو گیا
صاف رنگ کاغذ محضر گلابی ہو گیا
پنبۂ خون سے داغ سودا پر گلابی ہو گیا

داغ کیا دل کو اسے نگار لگا — عشق کے گھر پہ اشتہار لگا

اپنا جوہر ادکھا کو کھا کر تو — دل پہ سکّے نہ بار بار لگا

تیرے ہاتھون سے ای جنون نہ — جیب و دامن مین ایک تار لگا

جو ہوا تیر اکشتۂ قامت — سرو اُسکے سر مزار لگا

ہمکو سیراب کر شہادت سے — قاتل اک تیغ آبدار لگا

کچھ اُٹھائی ہے عشق نے آفت — پھر جو دل ہونے بیقرار لگا

دل پہ عاشق کے ایک تیر لگا — آنکھین ہوتے ہی جب دوچار لگا

خوش ہوا دل مین وہ شکار افگن — کہ مرے ہاتھ اک شکار لگا

اے ظفر کب سنے ہے وہ میری — اُسکو باتون مین تو ہزار لگا

اس دلربا سے کیجے گلہ دلبری کا کیا — ہو دل ہی برخلاف تو شکوہ کسی کا کیا

جب تک کہ تو نہو گا نمک پاش زخم دل — پائے گا کوئی خستہ مزا خستگی کا کیا

اے ہفتہ دوست کس کا ہوا تو ہمیشہ دوست — ہو اعتبار ہمکو تری دوستی کا کیا

آئے ہی لب پہ حرف کئی جائے لیکے دم — احوال مجھسے پوچھے ہی بیمار اتنی کا کیا

اس سوچ مین ہی یہ دل بیکس کہ دیکھیے — ہو بعد مرگ حال ہمری بیکسی کا کیا

کہتا ہے مجھسے پھر دل بیتاب چل وہین — کیا جانے مدعا ہی اب اس بیدلی کا کیا

وصف کیا عارض روشن کا لکھا جائیگا
صفحۂ اپنا جو جبین خجلت سے ہون افشان کی
ملتی ہین خاک مین کیا جانے کیا کیا صورتین
[illegible] یا وصل سے حسن ہے ہجران کی
اپنی غفلت پہ ظفر جائے تاسف ہے کہ آہ
[illegible] جان کر جو آپ کو نادان کیا

دیگر

نہین کھلتا ہے عقدہ اپنی زلف عنبر افشان کا
[illegible] غنچہ [illegible] پستان کا
[illegible]

خط اسے دیکر ابھی آیا تھا قاصد اے ظفر
آفرین ہے لیکے پیغام زبانی پھر گیا

بحر کوزے مین کب ہے آ بجام سمٹ کر آگیا
ظرف دل مین پر محیط غم سمٹ کر آگیا

تنگ تھا وسعت سے جسکے عرصۂ ارض و سما
جی مین کیونکر اے دل آدم سمٹ کر آگیا

شوق نظارہ سے آنکھین ہین سیر آتے ہی
چشم مین سینہ سے میرا دم سمٹ کر آگیا

زلف کے حلقے مین رخ ہی یا بغل مین رات کے
سارا نور نیر اعظم سمٹ کر آگیا

تھا دل صد چاک مین شانہ کے تو ہر خاک تنگ
کیونکہ تار گیسوے پر خم سمٹ کر آگیا

کان مین اسکے گہر یا چشمۂ خوبی کا آب
ہے برنگ قطرۂ شبنم سمٹ کر آگیا

کشتئ دل غرقہ دریا ہے وحدت جو ہوئی
اک بھنور مین سارا آب یم سمٹ کر آگیا

دامن صحراے دل مین گرد بادِ نالہ سے
اک غبار خاطر عالم سمٹ کر آگیا

اے ظفر دار قناعت کا ہے صحن اتنا وسیع
جسکے اک کونے مین ملک جم سمٹ کر آگیا

ہمنے شبدیز قلم کو اپنے جب جولان کیا
ملک معنی کا قلم دیک قلم میدان کیا

جون شرار سنگ ہمکو عشق کی گرمی نے آہ
دفعتہً پیدا کیا پھر دفعتہً پنہان کیا

دیکھ غافل صانع قدرت کی تو صنعت گری
ایک مشت خاک کو کیا صورت انسان کیا

بار عصیان نیچلے دنیا سے رکھ کر سر پہ ہم
کیا کہین اپنے سفر کا ہمنے کیا سامان کیا

[illegible]

تو آ اسد مر کے سو قیمت سحرا ای گلبدن ٹھنڈا
زمین ٹھنڈی ہو ٹھنڈی مکان ٹھنڈا چمن ٹھنڈا

خدا جانے سحر کسکی گلی سے یہ ہوا آئی
حباب آسا جو میرا ہو گیا ہی پیرہن ٹھنڈا

برنگ کاسۂ یخ بستہ آہ سرد سے میرے
ہوا شب کو مہ کامل سر چرخ کہن ٹھنڈا

جو وہ خورشید رو بھی محل آرا رات کو ہوگا
تو پھر ہو جائیگا بازار شمع انجمن ٹھنڈا

سحر گر بام پر دیکھے اگر تا میرے مہر کا
وہیں ہو چرخ کج رفتار کا پھر بانکپن ٹھنڈا

حرارت اسقدر سوز محبت کی ہے سینے میں
نہوگا بعد مردن بھی بدن زیر کفن ٹھنڈا

تو مت منہ موڑ اب مجکو لگا اپنے سینے سے
کہ میرا سینۂ سوزان ہوا ای غنچہ دہن ٹھنڈا

مریض عشق کی تیرے بیان کیا کیجیے حالت
کہ بس پتھرا گئیں آنکھیں ہوا یکسر بدن ٹھنڈا

ہو کیوں ایک شب کے واسطے پروانہ بھی مغرور
سحر ہو جائیگا اے شعلۂ شمع لگن ٹھنڈا

مرا دل تشنہ ہے زلف عرق آلودہ سے کہو
پلا دے اسکو پانی تو سر چاہ ذقن ٹھنڈا

برنگ شمع ہم افسردہ آتش جاتا ہے
شتابی دیدۂ پر آب کر میرا بدن ٹھنڈا

سدا دل شعلہ افروز آتش ہجران رہتا ہے
نہیں ہوتا ہے یہ گلخن کبھی ای جان من ٹھنڈا

چھپا ہیں رات کو چوری سے ہم اس ماہ کے گھر میں
چراغ ماہ کو کر دے تو اے چرخ کہن ٹھنڈا

ظفر لکھوں غزل وہ اور تبادل قوافی میں
کرتا ہو جائے اب بازار ارباب سخن ٹھنڈا

ہماری آہ سے کب داغ سینہ کا ہوا ٹھنڈا
چراغ گل نہیں ہوتا صبا سے بھی دلا ٹھنڈا

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

آہ ہوتی ہی لگن آخر وبال سر یہان	عشق پروانہ سے سیکھے شمع سر بیچنا
گردش چشم اپنی مت دکھلا جمن میکشم	بھول جاینگی یہ نرگس ساغر زر بیچنا

عشق کے بازار مین کہتا ہون تجکو ای ظفر
شیشۂ دل کو می الفت سے بھر کر بیچنا

لگے ہی سیر گلشن مین دل ای غنچہ دہن کسکا	ترے فرقت کے مارے کو روش کسکی چمن کسکا
مری وحشت سے ہمسر ہوسکے دیوانہ پن کسکا	برنگ گل ہی سینہ چاک مثل پیرہن کسکا
سراپا آتش الفت سے مثل شمع جلتا ہون	نہین پروا یہ عاشق کو کہ جلتا ہی بدن کسکا
خطا ہی گر نہ اسکو نافہ اسکے ختن کہیے	گرہ مین تونے دل باندھا ہی زلف پرشکن کسکا
تصور مین ہمیشہ جسکے اپنے دم گزرتا ہون	خدا جانے نظر مین کھپ رہا ہی بانکپن کسکا
زمین سے تا فلک برپا جو اک طوفان آتش ہی	شرر انگیز ہی نالہ بعزم سوختن کسکا
مسافر خانۂ دنیا مین جو آیا ہوا راہی	یہ منزل آمد و شد کی ہی اسمین ہی وطن کسکا
عزیز و جان شیرین ہی کہ جسنے عشق شیرین مین	زبان تیشہ پر ذکر و رہو جز کوہکن کسکا
سر نو غرق ہی خون شفق مین دیکھو جھلکتے سے	لب زخم جگر ہنستا ہی اب زیر کفن کسکا

ظفر اسکے لب نگین سے ہمتو کام رکھتے ہین
کہان کا لعل رمانی ہی یا قوت یمن کسکا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شام غربت کا	گریبان تا بدامان چاک ہو صبح قیامت کا

اس قدر بحر جہان مین نہ ابھرتا تھا حباب
دم مین برباد ترا نقشۂ تعمیر ہوا

تکمۂ لعل یہ ای شوخ نہین زیب گلو
کسی بیجرم کا خون تیرے گلوگیر ہوا

چین ابرو نے ترے قتل کیا ایک جہان
آج ظاہر یہ ترا جوہر شمشیر ہوا

کیا ہوا پانون کو جو ہاتھ لگایا مین نے
اتنی سی بات پہ مین مورد تقصیر ہوا

اٹھ گیا منھ سے نقاب آج یہ کس کے کہ صبا
اتنا رنگ رخ گل باغ مین تغیر ہوا

کیمیا ڈھونڈتے پھرتے ہین ظفر اہل ہوس
دل گداز اپنا کیا جسنے وہ اکسیر ہوا

زخم چیرا تا ہی ہنس ہنس کر دل بیتاب کا
کسنے یہ مرہم لگایا اسپہ تیزاب کا

زلف تیری سر بسر ہی موجۂ دریای حسن
کان مین بالا نہین حلقہ ہی یہ گرداب کا

تو نے مہتابی پہ چمکایا جو اپنے حسن کو
رنگ پھیکا آسمان پر ہو گیا مہتاب کا

شاخ ہی لیکن نہین گل اسمین ساقی جلوہ گر
گر ہو شیشہ ہاتھ مین ساغر شراب ناب کا

تیرے شعر تر مین ہی وہ آبداری ای ظفر
اس سے رو کش ہو سکے کیا منھ در خوشاب کا

رخ تابان جو تہ زلف گرہ گیر رہا
کفر و اسلام شب و روز بغلگیر رہا

حلقۂ زلف بہم دیکھ کے اس ابرو سے
موج دریا سے بھنور روز گلوگیر رہا

ہو چکی فصل بہار اور ترا دیوانہ
حیف صد حیف کہ وابستۂ زنجیر رہا

بفور گریہ سے ہر موج اشک تیرا آہ
ہر ایک اشک کا قطرہ حباب سا چمکا

خرام دیکھ کے شبرنگ ناز کا تیرے
ہلال جیسے خ پہ بنکر رکاب سا چمکا

صنم خدا کی قسم قشقہ جبین تیرا
نظر مین خلق کی لوح کتاب سا چمکا

ہزاروں روپ دکھاتا ہی قطرۂ سیماب
وسلے نہ اس دل پر اضطراب سا چمکا

ظفر کلام مین تیرے عجب صفائی ہی
کہ ہر سخن ترا دُرِ خوشش آب سا چمکا

تم کمر بند اب نہ بالائے کمر باندھو کرو
پر تلے مین تیغ رکھو بند سپر باندھو کرو

ہین لگین کلیان نکلنے فصل گل آئی ہی آہ
دیکھو صیاد و نہ تم بلبل کا پر باندھو کرو

جائینگے مرہم نہ جراحو تم ابھی مرہم لگاؤ
اس مرے زخم جگر کو کھول کر باندھو کرو

ہو نہ طفل اشک ابتر مردمان چشم آہ
ہان سے بد راہ اب تم دیکھ کر باندھو کرو

ہاتھ آئے ہین عدو اب تو تمھارے آج سب
دست پر پشت انکا اب تم اے ظفر باندھو کرو

بہا گریہ سے میرے اسقدر سیلاب پانی کا
نظر آنے لگا جوں بلبلا مہتاب پانی کا

ترسے کیا ہجر مین رہیگے کہ ہم اب تیرا آن
یہ دو چشمین یا رب ہین یا گرداب پانی کا

عجب کیا ہی جو اپنا پارۂ دل چشم مین ٹھہرے
بتو سچ ہی کہ عاشق ہو گئی ہی سرخاب پانی کا

تمھارے آب خنجر نے کیا سیراب اب یارا
نہایت تشنہ تھا مرغ دل بیتاب پانی کا

دیگر

گردش میں اسکے پھرا اور پھرے میرے دن
رشک سے خورشید مرا جبکہ سفر سے پلٹا

تھی یہ تاثیر مرے طالع برگشتہ کی
رات وہ ماہ جو آکر مرے گھر سے پلٹا

فوج حسرت نے یورش کی تھی دل زار پہ ہاے
پھر گری جان پر آ کھا کے ادھر سے پلٹا

دم گیا وہیں ظفر اپنا الٹ رات کو آہ
جو میں وہ آکے ذرا میری نظر سے پلٹا

جس طرف آہ کا شعلہ مرا جھکتا ہوگا
ہے یقین خانۂ مردم وہاں پھکتا ہوگا

قیمت دل جو ہی بازی محبت میں نہ پوچھ
یہ وہ سودا ہے کہ ہرگز نہیں چلتا ہوگا

خال کاجل کا جو ہی منھ پہ ترا اسکے سوا
تیرہ بختوں کو پسند اور نہ نکلتا ہوگا

کیوں نہ گھڑیال کے مانند ہیگا نالان
جسکا دل ضرب غم عشق سے پھٹتا ہوگا

دیا دھوکا جسے سینے سے لگانا اسکا
اسکا دم کیوں نہ ظفر سینے میں رکتا ہوگا

میں ہوں وہ سوختہ جاں اُن بت گمراہوں کا
جسکا پہونچے ہے دھواں چرخ تلک آہوں کا

خاک ہو کر بھی بگولے کی طرح چین نہیں
حال ابتر ہے یہ کچھ تیرے ہوا خواہوں کا

حج اکبر ہو جسے کعبۂ دل سے حاصل
ہو خیال اسکو بھلا کسلیے درگاہوں کا

جائیگا جبکہ تہ خاک ترا سوختہ جان
گرم ہو جائیگا پانی وہیں سب چاہوں کا

اے ظفر دل سے ہوں میں [illegible]
معتقد میں نہ گداؤں کا ہوں نے شاہوں کا

کیا تو ضبط فغان رات ہمنشین لیکن
عجب ہی دل پہ مرے اختیار کا ہونا

ہوا ہے ظلمت گیسو تری مرے جا ہی
یہ گل ہمارے چراغ مزار کا ہونا

ہماری مرگ تحیر کی یہ نشانی ہے
برنگ آئینہ یہ انتظار کا ہونا

کسی کو بہر عیادت بلایا چاہتے ہین
نہین ہی خالی از علت بخار کا ہونا

بغیر وصل گل اندام اے ظفر مجکو
خزان ہے آنکھون مین میری بہار کا ہونا

ہوو کیون نہ کھائے مرے اس داغ سے دریا
کہ خالی اب نہین الفت کی داغ سے دریا

اٹھا چمن سے جنازہ باد خزان جنازہ گل
بنے گا دیدہ مرغان باغ سے دریا

ہوا ہی شیخ جی تمکو تو بے طرح سے زکام
بہا کرے ہی تمھارے دماغ سے دریا

یہ جو شمع صفت میرے داغ دل سے مرے اشک
کہا کہ اندھے ہی کیون آگ داغ سے دریا

پڑے ہے چڑھے مین رونا ترا کہ قسمت اوج
روان کیا ہی یہ گویا ایاغ سے دریا

برنگ ساقی بدمست ہی نظر مین مری
ظفر حساب کرے ہر ایک داغ سے دریا

کب تک سر سر رخ نازنین سے چھٹا
یہ بھنورا آکے گل یاسمین سے چھٹا

اٹھا سکے ہے مجھے کون اسکے کوچے سے
مثال نقش قدم مین زمین سے چھٹا

پڑا جو سایہ زلف اسکے ہاتھ پر تو کہا
کہان سے سانپ مری آستین سے چھٹا

عیان ہی بخت دل مژگان پہ تیرے کیا تماشا ہی
دیا ہو ویگا جسنے عاشقی مین جان شہیدون کو
مری آنکھون مین اُسکے سبزہ خط کی ہوئی کیفیت

کہین پیدا نیستان مین گل اورنگ ہوویگا
نشان کوہکن چھاتی پر اسکی سنگ ہوویگا
تجھے ساقی نصیب ایسا نہ جام بنگ ہوویگا

کھلین جسجا گل مستی تمہارے ای ظفر اُس جا
نہ کیونکر قافیہ غنچے کا بولو تنگ ہووے گا

نزلہ شبنم سے گرا دل پہ ترے گل ٹھنڈا
تپ دوری سے جو بیمار کے ہون بالکل ٹھنڈا
دل سیپارہ کے شیرازے کو باندھو جلدی
ہی کہان مرغ نظر چشم مین زیر ابرو
نام پر بوسے کے وہ گرم ہوئے لیکن
اُسکے بے شربت دیدار نہوگی تسکین
ابر کیا عشق کی آتش نہ سمندر سے بجھے
بہنے دے آنکھون سے لہو اب کلیجے ٹھنڈا
کیا ہی گھبرائے ہین وہ رات کو جس وقت چراغ
کھا گیا جلتا ہوا لقمہ شعلہ گلگیر
یاد دنبالہ نے دی پھونک کے گردن اپنی

نالہ کھینچے ہی تأسف سے جو بلبل ٹھنڈا
تب کلیجا ہو ترا مست تغافل ٹھنڈا
کہین قرآن نہ کرے ہندو کا کل ٹھنڈا
مرغ آبی نے مکان ڈھونڈھا تہِ پل ٹھنڈا
کیا تدبیر سے اُنکو یہ تامل ٹھنڈا
پانی کے شور رہے ہر گز نہو دل جل ٹھنڈا
کر چکا دل کو بس اشکون کا تسلسل ٹھنڈا
گرم تھا نہو جب تک کہ سر گل ٹھنڈا
ہو گیا لگ کے مرا دامن فرغل ٹھنڈا
دل بے گرمی نکیا وقت تنا دل ٹھنڈا
کون کہتا ہی کہ ہی برگ قرنفل ٹھنڈا

سر اُٹھا سکے نہین تم آج مستی مین ظفر
بادۂ الفت کا تم کو اب انشا اچھا چڑھا

حیف جون غنچہ نہ اپنا دل پُر یاس کھلا
صبح گلشن مین جو گل سو نگہ تر کے پاس کھلا

ہر گل زخم جگر اُسکے سدا پاس کھلا
اُسکو شبنم نے دیا پارۂ الماس کھلا

شانہ ساں ای دل صد چاک تو دو انہی ہی
ہاتھ مین اپنے نہ کر رشتے کا وسواس کھلا

دل دلگیر ہی جون غنچۂ تصویر ترا
یارب اِسکے نہین کھلنے کی مجھے آس کھلا

چمن دہر مین حیران ہون صبا دیکھکے مین
کیونکہ بن پانی رہے ہی گل قرطاس کھلا

دل ہوا افسردہ کسی کا تو برنگ غنچہ
دسے ہی تاثیر دم صاحب انفاس کھلا

مار ڈالے گی تجھے زلف سے الفت مت کر
دیکھ کالے کو نہ بس ای دل بر یاس کھلا

رہبری دشت مین کر خضر سے کہدو کہ مین
غوطہ دریا محبت مین نہ الیاس کھلا

عشق دلدار ظفر کم نہین شہباز سے کچھ
ہمنے دن رات دیا اپنے اُسے پاس کھلا

کیا فقط گریہ سے چشم تر پہ پانی پھر گیا
ایک پل مین اک جہان گھر پہ پانی پھر گیا

لمعۂ خورشید عالمتاب دریا مین صبح
کیا طلائی تیغ سے خنجر پہ پانی پھر گیا

دیکھ کر دندان کی آب تاب تیری قطرہ سے
دامن ساحل مین گوہر پہ پانی پھر گیا

سامنے اُسکے عرق آلودہ چہرے کے نسیم
شرم سے کیا لالۂ احمر پہ پانی پھر گیا

جو غیر کا ترے گھر میں پلنگ بچھے گا
تو آگ چھاتی پہ یہاں فرش سنگ بچھے گا

غریق بحر خجالت نہ کیوں ہو اخشاک
مصلا اپنا سر آب گنگ بچھے گا

پلنگ بچھے مرے گلگون اس پر میں ساقی
چمن میں خاشیہ مے سبز رنگ بچھے گا

اگر ہے قصد ہم آغوشی اب بچھے گلرخ
بچھونا تیرے لیے پلنگ بچھے گا

ظفر کو خواب نہ آویگا فرش مخمل پر
بغیر تیرے اگر شوخ و شنگ بچھے گا

کیا وصف جبین میں کہوں اُس نازنین کا
اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس بریں کا

یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا
یا صفحہ رخسار کسی شوخ حسین کا

یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشاں
یا جلوہ پر نور ہے یا ماہ مبین کا

یا تخت بلورین ہے کہ ہے لوح یہ سیمین
یا صفحہ سادہ کسی انمول نگین کا

کیا نادر زمین شعر کی یہ تو نے نکالی
ہے وصف ظفر اسمیں بیان اُسکی جبین کا

ہے ہماری خاک پر تیرا سراغ نقش پا
شمع مرقد سے یہ بہتر ہے چراغ نقش پا

گل نہیں چھاتی پہ ہیں کے نقش پائے عشق میں
جلوہ گر ہے لالہ رو یہ دیکھ باغ نقش پا

فندق پا سے ہوا ہے جسکے اک عالم شہید
ہر گل و رنگ سا اُس کا ہے داغ نقش پا

ٹپکے ہے مستی تری رفتار سے وہ مست ناز
نشہ بخش دو جہاں ہے ہر ایاغ نقش پا

مزار کوہکن اب سوے باغ پتھر کا
رکھے ہے دیکھ کے شیرین چراغ پتھر کا

دھرے جو خال صنم سے ہمارے ہم چشمی
تو بن ہی جاے مقرر وہ داغ پتھر کا

یہ دل ہی ہے کہ رکھے جسمین عشق کی آتش
وگرنہ رکھوں تو شق ہو ایاغ پتھر کا

نہ مرتا کوہکن آخر تو گھر تراشیر مین
بناتا کوہ سے پاکر فراغ پتھر کا

بتوں کی سنگدلی نقش کالحجر ہے ہمین
یہ سچ ہے مٹ نہیں سکتا ہے داغ پتھر کا

تو لیکے شیشۂ دل اس روش نہ پھر بلبل
کہ فرش سنگ بھی ہے صحن باغ پتھر کا

ادا و ناز اٹھانے کو تیرے سنگین دل
کہاں سے لائے کوئی اب دماغ پتھر کا

سبھوں کو جام مرصع مین دے ہے ساقی پر
ہمین فقط یہ بلورین ایاغ پتھر کا

ظفر کا ریختہ گر یہ سنے تو بنجاوے
ہر ایک شاعر نازک دماغ پتھر کا

دھیان دندان پہ ترے آٹھ پہر ہے اپنا
بنگیا تار نگہ سلک گہر ہے اپنا

مہر رخشان نہ فقط داغ جگر ہے اپنا
سینۂ چاک بھی مانند سحر ہے اپنا

موج زن تا بگلو ہے جو وہ آب دم تیغ
چون حباب لب جو کاسۂ سر ہے اپنا

زخم سینے پر جو لگے ہین سدا اشک نمک
کم نمکدان سے نہین دیدۂ تر ہے اپنا

ہم وہ ہین دہر مین نخل گل آتشبازی
کہ جو شعلہ ہے وہی برگ و ثمر ہے اپنا

تیغ کھینچے ہے جو تو موج نگہ یار ادھر
یہان بھی ہر داغ جگر شکل سپر ہے اپنا

نالہ بھی کرنے نہ پائے کہ نکلتی حسرت
یاد میں تیری تھے ہم فخر جہان کی آپ ہی
آنکھوں آنکھوں میں ہمیں اُس نے تباہ کر دئے آہ
طرز نظارہ مرے اُس سے ہی کچھ مت پوچھو
ناز ہو کیوں نہ مری خاک سے ہو روئیدہ
صغر سن کی ہیں یہ باتیں کہ جو وہ رو بیٹھے
ای کفن چادر مہتاب سے میرا لازم

ہمکو ای عشق گلا تو نے دبا کے مارا
اور فارغ نے وہ تصویر دکھا کے مارا
تیغ سے ناز کے غمزے سے ادا کے مارا
مرغ دل پر مرے اک دام بچھا کے مارا
مجکو اُس شوخ نے ہی ناز دکھا کے مارا
اپنے زانو پہ جو ہیں ہاتھ اُٹھا کے مارا
کہہ مجھے جلوہ ء ... نے اُس ماہ لقا کے مارا

داد دیجے ظفر اُس غمزہ پنہانی کی
جسکو مارا اُسے کافر نے جتا کے مارا

تو جو مہتابی پہ کل رات کھڑا گاتا تھا
بند ہو گئی تھی یہ ہوا گانے کی تیرے گہرا
کیا کہوں رقص کا عالم عجب انداز کے ساتھ
ہاتھ کو ہاتھ پہ تو رکھکے لگا جب چلنے
کیا کہوں عالم جنبش کہ بلا آتش دل
دامن اپنا تو اُٹھا جاتا تھا اس ناز کے ساتھ
آنکھ چاہت کی ظفر کوئی بھلا چھپتی ہے

دائرہ بھی لیے ساتھ کیے جاتا تھا
ساتھ ہر تان کے جی تھا کہ اُڑا جاتا تھا
ساتھ ٹھوکر کے تری ٹھوکریں دل کھاتا تھا
ہاتھ ہم ملتے تھے دل تھا کہ ملا جاتا تھا
جنبش دامن مژگان سے وہ بھڑکاتا تھا
گھیر ادامن کا مجھے گھیر کے لے آتا تھا
اُس سے شرماتے تھے ہم جس سے نظر آتا تھا

یہ آسمان غلام ہی کس مہ جمال کا	پہنے پھرے ہی کان مین بالا ہلال کا

مطلع ثانی

رکھا ذقن پہ یار نے کیون دانہ خال کا	ہی بیضۂ ہما پہ عجب ہونا دال کا
انبوہ خال و خط سے ترا صفحۂ عذار	گویا کہ فال نامہ ہی یہ دانیال کا
دل سیلی ہین زلف کی بیعت گزین ہوا	کوئی اسے مرید کہو کوئی بالکا
ہوتا ہی چودھوین کو ہمیشہ خسوف ماہ	جو دن کمال کا ہی وہی ہی زوال کا
غیرت سے کہہ ہی قبر سکندر کو دیکھنا	یارو کچھ اعتبار نہین ملک و مال کا
بارش سے میری ابر فرہ کی عجب نہین	موسم رہے تمام برس برشگال کا
ہی آئینۂ رخون کا تصور جو آنکھ مین	ہی آرہا نظر مجھے عالم مثال کا

منھ پھیر پھیر لیا شب کو ای ظفر
یاد آیا انکے گال پہ رکھنا جو گال کا

نہ ہرگز درد دل سے مین کراہا	غرض پوشیدہ الفت کو نباہا
محبت کے یہ معنے ہین کہ مین نے	وہی چاہا کہ جو کچھ تو نے چاہا
عیان ہی صفحۂ رخ پر ترے خط	کہ ہی تنخواہ بوسون کا سیاہا
نگر منصور تو سے نہان فاش	کہے ہی دیکھ دار انگشت اٹھاہا
فقیر دن سے تو پوچھو لذت عشق	اہا ہا ہا اہاہا ہا اہا ہا

اشک سے دیدۂ تر میرا کہاں ہی لبریز	سجر عشق سے یہ کوزہ مین جیحون ہی بھرا
غم لیلی نے لٹاکر اُسے مارا شاید	خاک صحرا مین جو یکسر تن مجنون ہی بھرا
کشتۂ مژگان کا ترے دشت مین مدفون ہی کیا	اسقدر کانٹون سے جو دامن ہامون ہی بھرا
چین ملتا ہی نہین عشق کے آوارون کو	بغض کیا جی مین ترے گردش گردون ہی بھرا
خاک رو رو کے کرے کوئی جی اپنا خالی	لاکھ حسرت سے ہمارا دل محزون ہی بھرا
کون ہو تجھسے دوچار آنکھ ظالم کہ بلا	تجھ مین زہرا نگہ چشم پر افسون ہی بھرا

درم داغ کی دولت سے مرے سینے مین
ای ظفر دیکھ کہ گنجینۂ قارون ہی بھرا

یہ چشم تر سے دم گریہ خون ناب بہا	کہ بانی کوچے مین رنگین جو بن شہاب بہا

مطلع ثانی

ہمارے آگے نہ آنسو توای سحاب بہا	وگر بہاوے تو یون ہی کہ جوش آب بہا

مطلع ثالث

ہماری آنکھون سے جس وقت خون ناب بہا	پھر بگا گنبد افلاک جون حباب بہا
ہمارے ہاتھ سے اک جام نوش کر ظالم	لگا کے لب سے گریبان پہ مست غرق بہا
ستارے آئے نظر آفتاب پہ چلکو	عرق جو رخ پہ ترے رشک آفتاب بہا
کھلا اگر کبھی و اغطبہ یک نکتہ عشق	یقین ہی دیکھے گا دریا مین بہر کتاب بہا

جو نہ کہنا تھا کہا جب تو منہ پہ اُس سفاک کے
سچ تو یون ہی ہان ظفر بھی ایک ہی بیباک تھا

ہو کے تمہارے در تک اپنا کہان سے آنا	جب اک قدم ہو مشکل اس ناتوان سے آنا
بیمار غم کو تیرے دیکھو آئے سب اطبا	عیسیٰ کا ایک باقی ہی آسمان سے آنا
کوے عدم کو جا کر کوئی پھرا نہ ہرگز	دشوار ہی نہایت شاید وہان سے آنا
سد کر نہ دیجیو برباد خاک عاشق	آہستہ ای صبا تو کوے بتان سے آنا
اک آن پر ہی سودا عاشق کے نفس دلکا	فرماتے آپ کیون ہین ناحق زبان سے آنا
کیا دخل ہی کہ آوین وہ خاک کشتگان پر	آنا کبھی جو شاید دامن کشتگان سے آنا

دم ای ظفر ہوا تھا اپنا بھی رات جو ہین
خوشبو کا اُسکو زلف عنبر فشان سے آنا

تراش کوہ سے کیا کوہکن تیشہ بنا دیتا	اگر ہوتا سلیقہ کا تو شیرین گھر بنا دیتا
حنا کا سا اثر ہی صاف نقش پائے جانان مین	کہ ہی شک چکیدہ کو مرے گوہر بنا دیتا
اگر مین جانتا بنکر زمین سے لالہ نکلے گا	تو اپنے کاسہ سر کو تراساغر بنا دیتا
اگر تصویر مانی کھینچتا اُس میرے قاتل کی	تو اس تصویر کے بھی ہاتھ مین خنجر بنا دیتا
نہ پوچھو دل مین کیا ہی میرے کچھ خلش اس نوک مژگان کی	کہ ہر مو کو بدن پر ہی مرے نشتر بنا دیتا
تصور دیدۂ تر مین اگر اُس روے تابان کا	گہر کو اشک کے ہی دانہ اختر بنا دیتا

گل سے ہی نازک بدن اُسکا ہی لیکن سنگ خو
یہ غضب کیا ہی کہ دل پہلو مین پتھر سا بنا

دشت مین بھی گیر مجنون کی گر تدبیر ہو
خار وادی جنون جو تیز نشتر سا بنا

کیا گریبان ہی بنا اُس ماہ کا مثل ہلال
بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا

در پہ اُس پردہ نشین کے آنکھ وقت انتظار
چشم کا حلقہ ہمارے حلقہ در سا بنا

کیا عجب خال سویدا اگر جلے مثل سپند
سوزش الفت سے دل اپنا ہی مجمر سا بنا

عشق مین کیا جانیے کیا دل مین ہمارے لگی ہی آگ
اب جو سینہ مین مرے ہر داغ اخگر سا بنا

اے ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اس لیے ہر موے مژگان اُسکا خنجر سا بنا

تو عیادت کو گر نہ جائے گا
تیرا بیمار مر نہ جائے گا

لگے رہتے ہین گریبان سو سو
بندہ کیا دیکھ کر نہ جائے گا

سر سے جائیگا کب ترا سودا
جب تلک میرا سر نہ جائے گا

تو بلاتا ہی غیر کو گھر مین
ایسی باتون سے گھر نہ جائے گا

قاصدا اشک کے سوا میرے
کوئی وہان نامہ بر نہ جائے گا

ساتھ اپنے کوئی بھی زیر زمین
غیر داغ جگر نہ جائے گا

ایک کالی بلا ہی زلف تری
جو کہ دیکھے گا ڈر نہ جائے گا

لے چکے لوگ خون بہا میرا
کیا وہ قاتل مکر نہ جائے گا

میان تک سہون ناتوان مین پکڑون جو منہ اُسکا
جھٹ ہاتھ سے الگ ہو میرا اُلٹ کے پہونچا

سیلاب اشک اپنا اُس یار کی گلی تک
پہونچا تو سیکڑون کے ہان پانون پکڑ کے پہونچا

گر صلح اُس سے ہوتی یہ رنگ تو نہوتا
اس حال کو عزیزو مین اُس سے اکڑ کے پہونچا

رعنائی مین ہی قامت تیرا کوئی قیامت
کب سرو بانکپن کو تیری اکڑ کے پہونچا

آیا جو یاد مجھکو اُسکا گلے لگانا
مین گور کے کنارے بس دم اُکھڑ کے پہونچا

طی راہ عشق ہووے آسان کب کسی سے
منزل پہ جو کہ پہونچا پانون رگڑ کے پہونچا

پھاڑا صبا گلون نے اپنا جو یون گریبان
ہے کیا پیام ایسا گلشن مین جھگڑ کے پہونچا

پکڑا جو ہاتھ اُسکا مین نے ظفر ہنسی سے
کس کس طرح چھڑایا اُس نے پکڑ کے پہونچا

وہان دل نہ لگاتا جو کوئی اور سا ہوتا
پہونچے نہ کٹاتا جو کوئی اور سا ہوتا

مہندی ترے پانون مین ہوا خون بھرا دل
کیا رنگ دکھاتا جو کوئی اور سا ہوتا

زلفون کو دیا چھوڑ مجھے منہ تھا تمہارا
مین ٹھیک بناتا جو کوئی اور سا ہوتا

مین ہی تھا جو خاموش رہا سنکے تری بات
دو چار سناتا جو کوئی اور سا ہوتا

انصاف تو کر تو کہ مری طرح سے تیرے
کب ناز اُٹھاتا جو کوئی اور سا ہوتا

کچھ قدر مری تو نے ستمگار نجانی
چھاتی سے لگاتا جو کوئی اور سا ہوتا

مین تھا کہ لیا بوسہ خط سبز کا تیرے
یون زہر نہ کھاتا جو کوئی اور سا ہوتا

کھلا یہ ہمیہ تو ای بحر حسن دیکھ کے زلف | کہ ماہی گیر ہی کاندھے پہ لیکے جال آیا
تمھارے خال کے کشتے کی جو ہوئی برسی | شریک فاتحہ ہونے کو خال خال آیا
دکھا نہ جذبہ عشق اپنا دیکھو ای بلبل | یہ بیٹھے بیٹھے ترے جی مین کیا خیال آیا
روش پہ لوٹتے ہی گل اس روش سے ہوا آج | کہ ین سر و دیئے جیسے کسیکو حال آیا

جو کچھ نکہنا تھا وہ کہدیا ظفر اسنے
بھڑاس دل کی وہان ساری مین نکال آیا

لاغری سے حال اپنا کیا کہون کیا ہو گیا | مین زمین پر نقش پاے مور گویا ہو گیا
جل گیا گل کا جگر اس روے آتشناک سے | قطرہ شبنم نہین ہے یہ پھپولا ہو گیا
اپنے زخمی سے ترق کر تو جو بولا خنگ جو | ٹوٹے یون زخمون کے ٹانکے اک تڑاقا ہو گیا
جبکہ دریا مین پڑا ساقی کا عکس تاب رخ | ساغر خورشید اک حلقہ بھنور کا ہو گیا
آہ کی میری کہ افعی اڑکے کاٹا چرخ کو | زہر اسکا یہ چڑھا اسکو کہ نیلا ہو گیا
حسن سے تیرا دوچند آیا نظر تو شرم سے | ماہ کامل جون مہ یکہفتہ آدھا ہو گیا
پشت لعل لب پہ جب نکلا زمرد فام خط | ساغر یاقوت پر گویا کہ مینا ہو گیا
کھل گیا سارا جہان گردون پہ جوان اشک | چشم کے مانند جب پانونکا چھالا ہو گیا
نشتہ ترشی سے گھٹے ہی یہ الفت کا نشا | ترش ہونے سے ترے یہ اور دونا ہو گیا
ہی یہ وحشت بھی بلا موذی کہ مجکو ای ظفر | ہر قدم پر نقش گرد دم مار صحرا ہو گیا

دم لینے کسکو دے ہی کہ دنبال عاشقان
پھرتا ہی پھر قتیل وہ شمشیر زن لگا

بھولا ہر رنگ گل نہ سمایا میں آپ مین
اگر مرے گلے جو وہ گل پیرہن لگا

کیونکر نہ اپنا روز سیہ ہو کہ اب ترا
قسمت سے ہاتھ بوسہ سیب ذقن لگا

حیران ہون خال گوشہ ابرو کو دیکھ کر
ہی نیلوفر بشاخ غزال ختن لگا

طرز سخن کا اپنی ظفر بادشاہ ہی
اُسکے سخن سے ہیان نہ کسیکا سخن لگا

نیلوفر رہتا ہی جو پانی مین سب ڈوبا ہوا
یون ہی اس رخ کے عرق مین خال ابر ڈوبا ہوا

آئینہ کیا دیکھو تجکو آب خجالت مین ہی غرق
اپنی نظروں مین تو ہی ملک علب ڈوبا ہوا

گردش چشم بتان سے کیا ہو دل کی مخلصی
حلقۂ گرداب سے نکلے ہی کب ڈوبا ہوا

دل سے کب چھوٹے ہی میرا اسکے زلف خم کی آنچ
دھیان مین رہتا ہون جسکے روز شب ڈوبا ہوا

پنجۂ خورشید ہی یارو شفق آلودہ آج
دست قاتل یہ نہین ہی خون مین اب ڈوبا ہوا

پھانس سی کھٹکے ہی جی مین اسکی مژگان کا خیال
ہر رگ جان مین یہ نشتر بے سبب ڈوبا ہوا

دل سے جب کہتا ہی اپنے دمبدم یا بو تراب
بحر عصیان سے ظفر نکلے ہی تب ڈوبا ہوا

گل صد برگ جو گل توڑ اور کھا کر پھینکا
مین نے جانا دل صد پارہ کو دلبر پھینکا

اس ستمگر نے مجھے ٹکڑے جو کر کر پھینکا
تو کہین پانون کہین ہاتھ کہین سر پھینکا

ق

جلد اول دیوان ظفر

ق

اُسکی پشت لب جان بخش پہ نکلا خط سبز
خضر گویا کہ سر چشمۂ حیوان پہونچا

بخیہ گر کون تھا جو چاک جگر کو سیتا
خوب ہر وقت تو ای ناوک جانان پہونچا

چھوٹتا حشر تلک بھی نہ تجھے ای قاتل
ہاتھ بسمل کا نہ پڑتا سر دامان پہونچا

غم مین اُس پردہ نشین کے ہی ہر اک مین دم
اور صدمہ نہ مجھے ای غم جانان پہونچا

آتش عشق سے جلتا ہی مرا خانۂ دل
جلد پانی کہین ای دیدۂ گریان پہونچا

بھاگنا ہاتھ چھوڑا کر تجھے مین ہوتا معلوم
گر مرے ہاتھ مین آ جاتا مری جان پہونچا

دیکھیے صبح تری کون سے دن ہوتی ہی
مین تو مرنے کے قریب ای شب ہجران پہونچا

دیکھنا شوق کہ پانون تلک اُس قاتل کے
سر مرا اُڑ کے مثال دُرِ غلطان پہونچا

ای ظفر ہو یہ پہنچے مرا ہاتھ کب اُس دامن تک
ضعف سے ہو نہ مرے تا بہ گریبان پہونچا

جب استخوان کے یہ سوفار تیر کا ٹھہرا
تو مرغ تیر ترا طائر ہما ٹھہرا

عجب ہی سوز محبت سے دل مرا ٹھہرا
کہین بھی آگ پہ سیماب ہی بھلا ٹھہرا

نہ ہاتھ تیغ نفی سے کبھی ذرا ٹھہرا
ہماری جان کو ہلاکو وہ دوسرا ٹھہرا

یہ کسکی چشم کی گردش نے اسکو دی گردش
کہ آسمان نہ گردش سے اک ذرا ٹھہرا

دکھاتے جنبش مژگان ہو دم بطرز نئی
گلے پہ کیا مرے خنجر ہی پھیرنا ٹھہرا

گئی نہ مرکے بھی میرے نصیب کی گردش
کہ سنگ قبر مرا سنگ آسیا ٹھہرا

ہی خاک راہ یار کی جنکی بھی کیمیا — یہ عشق نے بنا ہمین اک چٹکلا دیا

ایسا نہو کہ غیر پہ کھلجائے مدعا — قاصد نے میرا خط اُسے جاکر کھلا دیا

سب یار کوچ کر گئے میری کھلی نہ آنکھ — غفلت نے کیا کہون مجھے کیسا سُلا دیا

تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین — ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

کھینچا جو نقشہ کاکل تصویر سے یار کا
نقاش چین کو ہمنے ظفر چین بھلا دیا

جگر سے یون ہی دھوان بار بار اُٹھا ہوا آتا — کہ ہو جس طرح سے ابر بہار اُٹھا ہوا آتا

سر سلطنت پہ بیٹھے آتا ہی ننگ اُسکو — ترے کوچہ سے ہی جو خاکسار اُٹھا ہوا آتا

پڑا ہی خاک پہ نالہ تو کیا جب اُٹھتا ہی — زمین سے ہی وہ موذی کی شکل مار اُٹھا ہوا آتا

جلا کر شمع سان جسکو اُٹھایا تو نے محفل سے — وہی جان سوختہ دل داغدار اُٹھا ہوا آتا

خرام ناز سے تیرے سر رہ تیرے عاشق پر — نظر ہی ایک فتنہ اے نگار اُٹھا ہوا آتا

اُڑاتا خاک آتا ہی ترا دیوانہ صحرا مین — بگولا سا جو ہی یہ اک غبار اُٹھا ہوا آتا

خدا جانے بھڑکتی ہی ظفر کیا آگ سینہ مین
کہ دم کے ساتھ ہی شعلہ سا یار اُٹھا ہوا آتا

ہوا دشمن اگرچہ زمانہ رہا — ترا تو بھی دوست یگانہ رہا

نہ تو اپنا رہا نہ بیگانہ رہا — جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا

اسکا پاس بلا سے رہا نہ رہا
ظفر اسکی تو زلف مین دل ہی رہا ۱۹۶ [illegible]
[illegible] رقیب کا رونق خانہ رہا
ہون خانہ خراب [illegible]
[illegible] زمانہ رہا
[illegible] ساغر [illegible]
[illegible] خزانہ رہا
سینہ و دل میرا جان و جاں [illegible] کا نشانہ رہا

[illegible]

[illegible]

میرے گریے نے نہ دھویا دل سے تیرا کینہ داغ
اور اُسکے دل سے ابر محبت نے دھو دیا

دیکھنا رنگ محبت کیا دکھاتا ہی بہار
تختۂ دامن پہ اشک خون لالہ بو دیا

اب دل آزاری کرے وہ خواہ دلداری کرے
ای ظفر اُس دلربا کو ہمنے دل اب تو دیا

ہاتھ قاتل تری تلوار کا ایسا چھوٹا
سارے جھگڑون سے جہان کے ترا کشتہ چھوٹا

چھٹ گیا ہاتھ سے دامن دم بسمل تیرا
پر در انگشت ترے دامن سے نہ میرا چھوٹا

عکس چشم اُسکا نظر آئے ہی یہ آئینہ مین
جیسے تالاب مین ہو کوئی فوارا چھوٹا

نوک مژگان سے تری ایسا ڈبویا نشتر
رگ جان سے جگر کے فوارہ لہو کا چھوٹا

سوزش غم ہی تماشا کوئی آتشبازی
نالہ کیا سینہ سے نکلا ہے اُنارکا چھوٹا

نہین تلوون سے ملے دیدۂ تر تو نے کیون
رنگ مہندی کا کف پائے نگار ا چھوٹا

کبھی جو چھوٹے مرے واسطے لاکھون جا سوس
مجھسے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا

اور کسے جا سکتا نہین تا سر دیوار چمن
دام صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

آخر ش لے ہی لیا تیغ نے لب کا بوسہ
ای ظفر یہ نہ لب زخم سے لپکا چھوٹا

جب کہ شبدیز قلم قرطاس پر جولان کیا
تب قلمرو مین سخن کا اک قلم میدان کیا

چشم بینا ہی تو دیکھو ہی تجلی طور کی
دل مین اپنے جو شہر ہر سنگ کی پنہان کیا

گر کھینچے سینہ سے ناوک دم تو قالب سے کھینچ
کھنچنا تھا پانون میرا پہلے ہی زنجیر سے
دار ہی پر اسنے کھینچا جب سر بازار عشق
کھینچ اب نالہ کوئی ایسا کہ ہو اسکو اثر
چاہیے اسکا تصور ہی سے نقشہ کھینچنا
کھینچ لی اجل ہی سے دل کی عنان اختیار

ای اجل جب کھینچ گیا وہ تیر پھر کھینچی تو کیا
ای جنون تو نے مری زنجیر پھر کھینچی تو کیا
لاش بھی سیر تماشے تشہیر پھر کھینچی تو کیا
تو نے ای دل آہ پر تاثیر پھر کھینچی تو کیا
دیکھکر تصویر کو تصویر پھر کھینچی تو کیا
تو نے گر ای عاشق دلگیر پھر کھینچی تو کیا

کیا ہوا آگے اٹھائے گر ظفر احسان عقل
اور اگر اب منت تدبیر پھر کھینچی تو کیا

مرجاییے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا
ملنے کا تجھے رہتا ہی ارمان کسی کا
لگڑا نہیں ای دست جنون یک بھی چھوڑا
یہ سنگدلی اپنی تم اب چھوڑ دو اتنی
ہی لالہ رخان تن مرا لخت دہ ہی جیسے
ہوتی ہی بری عشق کی آتش ہی ارے
طی منزل عشق اس سے کب ہو سکا ہے
الطاف و کرم غیر و نیہ رہتا ہی تمھارا

دنیا میں نہیں کوئی مری جان کسی کا
لیتا جو نہیں نام کسی آن کسی کا
دامان سے لے تا بگریبان کسی کا
دل چھوڑتے کیون ہو بتو ہر آن کسی کا
ایسا نہیں یکدست گلستان کسی کا
گھر پھونک ندے آتش سوزان کسی کا
لٹ جای سر راہ جو سامان کسی کا
تم جلنے ذرہ بھی نہیں پان کسی کا

بھلا ہووے کیس وسے اب غنچہ رو کش ‎ کہان منہ ہی اُسکے برابر کسی کا

دل اُسکا ملاؤن مین سن دل سے کیونکر ‎ کہ بس کب چلے ہی کسی پر کسی کا

کمر کا جواب اُسکی عالم ہی ہمدم ‎ نہ دیکھا کوئی ایسا خنجر کسی کا

یہ جی چاہتا ہی کہ سر ہی سے مارین ‎ اُٹھا کر ہم اب در سے پتھر کسی کا

بدل بحر اور قافیہ کو ظفر اب

کہ خوش ہووے دل تا سراسر کسی کا

الفت کا ملا ہمکو مزا یار کسی کا ‎ بیجا کبھی ہوتا نہین اقرار کسی کا

گر ہم ہین گنہگار تو کر خاک کا پیوند ‎ پردہ نہ اٹھا چرخ ستمگار کسی کا

جون آئینہ اب حیرت دیدار سے میرے ‎ رہتا ہی کھلا دیدۂ بیدار کسی کا

رونے کا رہے گا یہی عالم تو پھر اک دن ‎ گھر دیگا ڈوبا دیدۂ خونبار کسی کا

شانہ سے نہ بل کیونکہ کرے ابرہ سراسر ‎ دل زلف بتان مین ہی گرفتار کسی کا

تک یون ہین خبر برق صفت تکے لینا ‎ پہلو مین تڑپتا ہی دل آزار کسی کا

مستغنی کونین سے رکھو اپنے ظفر کو

محتاج نکر حیدر کرار کسی کا

عشق نے جسدم دیا دل مین آہو کا دیا ‎ نالۂ سوزان نے سینہ مین جگر کا دیا

در سہنین جلاد کچھ تیغ ستم کا اب تری ‎ خم دکھا ہی اُسنے ہمکو اپنی ابرو کا دیا

نہ ہانکا اُسکا زر گر سے بھی صبا اُٹھین | جو تیرے ہاتھ سے غنچہ کا عطردان ٹوٹا
جہاز چشم تباہی مین آگیا جو مین | مژہ کا باد مخالف سے بادبان ٹوٹا
ہمارا شیشۂ دل گر کے تیرے ہاتھون سے | ہزار حیف ہی محفل کے درمیان ٹوٹا
تمام بادہ کشی خاک مین ملی ساقی | بس اپنے حق مین یہ اک کوہ ہی گران ٹوٹا

خیال خال رخ اُسکے کا دل کو کیا ہی ظفر
یہ ہو کا دانہ پہ ہی مرغ بوستان ٹوٹا

بعد خط لانے کا قاصد نے جو پیغام دیا | سر قلم اُسکا کیا اُسنے یہ انعام دیا
دل دکھائی جو تہ زلف سیہ فام دیا | غم دیا درد دیا تحفۂ دشنام دیا
خاک آرام مرے دل کو دل آرام دیا | دل لیا ایک تو اور دوسرا الزام دیا
طپش دل کو لگی آگ کہ یارب کیا ہی | بعد مردن بھی تہ خاک نہ آرام دیا
رشک سے کی کہون کیا اپنے شرارے کو سحر | چرخ خورشید فلک کو لب بام دیا
یاد بھولے ہی کب اُس چشم کی گویا رو کو | کبھی نرگس کو دکھایا کبھی بادام دیا
خم کے خم پی گئے یاران سبو کش لیکر | ہمکو اس دور مین ساقی نے نہ اک جام دیا
قطرۂ اشک نہین پر نہین مژگان سے گرے | نخل الفت نے ہمین یہ ثمر خام دیا
جون جرس کی دل مجنون نے فریاد و صدا | جلنے نانے کو جو لیلی نے نہ یک گام دیا
جیب و دامن مین جو باقی نہ رہیگا کچھ بھی | نظر آتے یہ اس آغاز کا انجام دیا

ره گئے ٹوٹ کے جو پانو میں خار سر دشت
چشم پر آبلہ پر ہو گئیں مژگان پیدا

خاک پر کشتۂ مژگان کے اگر ہو گلبن
ویسے غنچہ سر ہر شاخ ہو پیکان پیدا

حلقۂ زلف میں بیگ کے کہاں ہیں موتی
دہن مار سیہ میں ہو کے دندان پیدا

اسکے رخسار پر خط کی کہوں کیا تعریف
کہیں اس خط کا جہان میں نہیں قرآن پیدا

اسکی مژگان پہ ہی سو نہیں ٹھہرا پانی
چشم تر کو ہی یہ لڑ کا ہوا طوفان پیدا

نہ گئی سرزنش خار الم خاک میں بھی
میری تربت پہ ہوے نخل مغیلان پیدا

کون تھا بار امانت کا اٹھانے والا
گرچہ دنیا میں نہوتا ظفر انسان پیدا

دابو سر کس کا تم اور ہاتھ دباؤ کسکا
سب ذلیل آپکے ہیں تمکو دباؤ کسکا

اپنے کوٹھے پہ ہو کی آپنے دیوار بلند
دیکھا ای پردہ نشین ہمنے دکھاؤ کسکا

ہو کے ہم چشم مرے اشک رواں دریا سے
دیکھیے دو میں زیادہ ہو بہاؤ کسکا

رکھتے ہیں سیکڑوں وہ سوزن مژگان لیکن
کوئی پوچھے کہ سیا آپنے گھاؤ کسکا

رات دن رہتے ہو تم خانۂ دل میں میرے
گھر تمھارا نہیں تو ہی یہ بتاؤ کسکا

اسقدر آج جو بگڑا ہی مرا دل سب مجھسے
نہیں معلوم کہ دیکھا ہی بناؤ کسکا

ای ظفر کرتے ہیں سب اُن سے لگاوٹ لیکن
کسکا لگا ہو وہاں اور لگاؤ کسکا

ای ظفر افسوس وہان ہرگز نگاہ اپنی نہ ڈال
گوشت سب شوربا حسرت سے مرا یہان گل گیا

ہمنے سبھی کو عشق مین ہدف بنا لیا	تھا دل جو دوست اُسکو بھی دشمن بنا لیا
مشق ستم رہی وہی اُسکی کہ جب تلک	ہر استخوان کو تیر نے قط زن بنا لیا
دعوی تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمین	اُس بت نے ایک دم مین برہمن بنا لیا
آنکھون نے تیری سحر کیا اک نگاہ مین	دیوانہ مجھکو ای بت پرفن بنا لیا
قصر بہشت تجھکو مبارک ہو زاہدا	ہمنے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا
اللہ رے تیری سنگدلی تو نے اپنا دل	پتھر بنا لیا ہی کہ آہن بنا لیا

بگڑا مزاج دیکھیے کیسی سے نے ظفر
منھ اُسنے یون جو پھیر کے چتون بنا لیا

بے ضبط فغان راز نہان ہو نہین سکتا	اور تجھسے دلا ضبط فغان ہو نہین سکتا
بیطاقتی دل سے یہ عالم ہی کہ اب تو	اشک آنکھ سے بھی میری روان ہو نہین سکتا
سر تا بقدم شمع صفت گو کہ زبان ہون	پر سوز غم عشق بیان ہو نہین سکتا
جب تک وہ شفا بخش مسیحا نہو طبیبو	کچھ میرا علاج خفقان ہو نہین سکتا
ہمچشم مری چشم سے ہو ابر تو کیونکر	اسطرح وہ خونناب فشان ہو نہین سکتا
کیا جانے بلا کیا ہی ترا غمزہ کہ جس سے	جانبر کوئی ای آفت جان ہو نہین سکتا

دیگر

جب کھلکھلا کے ساقیٔ گلفام ہنس پڑا
شیشے نے قہقہے کیے اور جام ہنس پڑا

غنچہ کا منہ ہی کیا کہ تبسم کرے گا پھر
گلشن میں گر وہ شوخ گل اندام ہنس پڑا

دندان کی تاب دیکھ سکے انجم ہوئے خجل
وہ مہ جبین جو شب کو لب بام ہنس پڑا

کچھ تو خوش آئیں مجھکو تری بد زبانیاں
میں سنکے تیرے منہ سے جو دشنام ہنس پڑا

تھا غنچہ دل گرفتہ نہایت ہی باغ میں
پر کچھ دیا صبا نے جو پیغام ہنس پڑا

سیراب آب تیغ سے ہو کر برنگ گل
ہر ایک زخم عاشق ناکام ہنس پڑا

جس رات ٹھہری آنیکی اُس برق وش کی یان
گھر کا میرے چراغ سر شام ہنس پڑا

بارش کے وقت چمکے ہی بجلی بھی کیا ہوا
رونے پہ میرے گر وہ دلارام ہنس پڑا

کیا بات یاد آگئی اُسکو کہ اے ظفر
وہ بے سبب جو سنکے میرا نام ہنس پڑا

وہ نہ آیا یار لائے یون نہ تھا تو یون ہوا
اُسکا آنا بن بلائے یون نہ تھا تو یون ہوا

ضبط مین کرتا تھا نالہ تا نہو افشائے راز
چشم نے آنسو بہائے یون نہ تھا تو یون ہوا

تو نہ تھا دلدار اس سے ہو گیا بیزار دل
کون تجھکو یہ جتائے یون نہ تھا تو یون ہوا

وصل ظاہر تو نہوتا تھا ہمین اُسکا نصیب
خواب مین وہ چھپ کے آئے یون نہ تھا تو یون ہوا

عشق کا حاصل نہ تھا ہمکو مزہ لینے زخم دل
زخم بھی تو ہمنے کھائے یون نہ تھا تو یون ہوا

صبر گر ہوتا مجھے ہوتا نہ مین سوائے خلق
کہتے ہین اپنے پرائے یون نہ تھا تو یون ہوا

قطعہ

ہر ایک کرتا ہی احوال پر میرے افسوس
غم فراق سے مین ایسے حال کو پہونچا

کیا تصور بوسہ اگر کبھی مین نے
تو صدمہ اُس گل خوبی کے گال کو پہونچا

پہونچ چکا ہی مرا وقت آج ای قاصد
جو تو نے لیکے نوید وصال کو پہونچا

کیا ہی تو نے ظفر گرچہ دل کو یار کی ملک
تو اپنے پاس نہ رکھ اُسکے مال کو پہونچا

پوچھیے یارون سے کہتا یار کیا تھا کیا ہوا
آج تک کھلتا نہین اقرار کیا تھا کیا ہوا

نالے کرتے کرتے گر مر جائین اُس کوچے مین ہم
وہ نہ پوچھے غل پس دیوار کیا تھا کیا ہوا

دیکھ تو آئینہ مین اپنے خط عارض کو تو
تیرا عالم ای پری رخسار کیا تھا کیا ہوا

پھرتا جبتک تار نفس سے یہ ہی پتلا خاک کا
پوچھنا بعد از فنا وہ تار کیا تھا کیا ہوا

کرتے تھے اخلاق دل لینے کو سو دل لیچکے
کیا بتاؤن مین کہ اُنکا پیار کیا تھا کیا ہوا

ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا مری تقدیر مین
کیا کہون مین تجھسے ای غمخوار کیا تھا کیا ہوا

حال دل سنکر وہ بگڑے تھے مجھے امید لطف
ہاے مین سوچا دم اظہار کیا تھا کیا ہوا

چھپتی ہی شیرین کوئی تا تیر خون کوہکن
دیکھ رنگ لالۂ کہسار کیا تھا کیا ہوا

کیا برا ہی درد فرقت دو ہی دن مین دیکھو تو
حال تیرا ای دل بیمار کیا تھا کیا ہوا

سرکشی کرتا ہی کیا اپنی ہستی پر حباب
دیکھنا یکدم مین یہ پندار کیا تھا کیا ہوا

لے گیا وہ نیم غمزہ مین جو دل کو ای ظفر
ہو گیا حیران مین یکبار کیا تھا کیا ہوا

دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیوں رشک سے مارا
کہ میں تو عمر بھر دیدار کی حسرت میں یوں نہیں تھا

ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینہ کو حیران
کل انکو دیکھکر میں بھی رہا حیرت میں یوں نہیں تھا

کیا کہوں دل مائل زلف دوتا کیونکر ہوا
یہ بھلا چنگا گرفتار بلا کیونکر ہوا

جنکو محراب عبادت ہو خم ابروے یار
انکا کعبہ میں کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا

دیدۂ حیران ہمارا تھا تمہارے زیر پا
ہمکو حیرت ہی کہ پیدا نقش پا کیونکر ہوا

نامہ بر خط دیکے اُس نو خط کو تو نے کیا کہا
کیا خطا تجھسے ہوئی اور وہ خفا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا

جنکو یکتائی کا دعویٰ تھا وہ مثل آئینہ
انکو حیرت ہی کہ پیدا دوسرا کیونکر ہوا

تیرے دانتوں کے تصور سے نہ تھا گر آبدار
جو بہا آنسو وہ دُر بے بہا کیونکر ہوا

جو نہ ہونا تھا ہوا ہمپر تمہارے عشق میں
تمنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہی نا آشنا مشہور عالم میں ظفر
پر خدا جانے وہ تجھسے آشنا کیونکر ہوا

عشق کے میدان میں رستم کا منھ پھر جائیگا
تیغ غم کے سامنے ضیغم کا منھ پھر جائیگا

منھ لگے گا جان کے اور جو لگے گا تیرے منھ
تو اگر پھیریگا منھ عالم کا منھ پھر جائیگا

اور روز ہے اشارے کیون جی کرتے	ہمپر نہین اک نگاہ کیا خوب
مژگان سے رکھے ہی چشم بد دور	وہ ترک سیہ نگاہ کیا خوب
ہر صبح ہی مہ ہی مہر خورشید	ہر زہی تری کلاہ کیا خوب
ظلمات کہون مین یا شب تار	ہی زلف تری سیاہ کیا خوب
کیا کیا نہ ستم دکھائے تو نے	ای عشق ستم پناہ کیا خوب
بوسہ جو طلب کیا شب اس سے	بولا نہ وہ رشک ماہ کیا خوب

ق

دو لا بہ نمط پھرا وہ ہر روز	کھینچے گیا دل سے آہ کیا خوب

گا ہے نہ کہا ظفر کو لاؤ
بس دیکھی تمھاری چاہ کیا خوب

صبر جاوے تو نکر اسکا دل زار عقب	فوج بگریختہ کا کیجے نہ زنہار عقب
ابھی بھاجا یگی آنکھون مین مری تار نگہ	پھینا شلنے سے نہ تو موسرای یار عقب
کان کا اسکے پیچھے کرین کرون کیونکر یا	آ گئے دس پانچ ہین اس شوخ کے دو چار عقب
نقش پا داردن کا کیون پانون نہین اٹھتا ہے	کیا جنازے کے مرے ہو وہ ستمگار عقب
جب اکیلا کبھی اس کوچے مین جاتا ہون	چپکے چپکے چلے آتے ہین تب اغیار عقب
تو جدھر جائیگا اٹھکر تو یقین ہم بھی	مثل سایہ کے رہین گے ترے دلدار عقب

گل ہرے ہاتھ کے ہرگز نہ خزاں سے ٹوٹے
کریگا کون بھلا اُسکا اقبال پہ ضرب

یون فغان کرتا ہے دل چوٹ سے الفت کی ہرا
اُٹھتی ہے جیسے صدا انگنی پہ گھڑیال پہ ضرب

ہجر مین ہم کف افسوس یہان ملتے ہین
بزم عشرت مین وہان تال کی ہے تال پہ ضرب

تیغ سے لپکے نکلتی ہے جوہر موج سرشک
خوب برو روکتے ہین ہم سپر رومال پہ ضرب

ہوش اُڑ جائین ظفر رستم دستان کے وہین
گر ترے ہاتھ سے میدان مین پڑے ڈھال پہ ضرب

چشم پرنم کیا اُٹھاوے خاک رستم کا رعب
جبکہ نیسان پر پڑا ہو دیدۂ پرنم کا رعب

سانپ رسی کو سمجھکر ہم ہلے جاتے ہین اب
پڑ گیا ہے جیسے دل مین کاکل پرخم کا رعب

کاسۂ سر مین بھی پندار ہو تو کیونکہ ہو
خوف کچھ فغفور چین کا اور کچھ وہ جم کا رعب

کیون نہو آئینہ ابرو دیکھکر وہ آب آب
ہے حلب مین بھی تری اس تیغ آتش دم کا رعب

خاک پائے حیدر کرار ہے تو اے ظفر
بند ہو سکیگا تیرے آگے خاک اب رستم کا رعب

نہ کھو کہ من یہ دیدۂ پرآب حباب
ہو سکے کیونکہ بھلا ساغر خوش آب حباب

میکشی کے لیے کیونکر نہ ترے رشک چمن
صورت جام بلورین ہو سر آب حباب

تیغ ابرو سے تری موج ہی کیا کانپے ہے
سر پہ رکھو خود بھی پھرتا ہے بگرداب حباب

لمحہ بھر سے کیا پاٹ پہ دریا کے نسیم
صبحدم چلکے ہے شکل گل گنجاب حباب

دیگر

دل تیرا کس لیے ہوا شوخ و شنگ آب
ورنہ پیارے ہوتے ہیں گریہ سے سنگ آب

روتی نہیں ہے شمع پڑی حال دیکھ کر
آتش کا ہو گیا یہ نہ زہرہ پتنگ آب

خط سے نہ کم ہو کیونکہ رخ یار کی چمک
جاتی رہے ہے آئینہ کی زیر زنگ آب

یوں خط سبز سے ہیں تصویر لب سبز
کائی سے جس طرح کہ بدل جائے رنگ آب

عارض پہ تیرے ہو عرق افشاں کبھی جو زلف
پھر جائے یک بیک سر ملک فرنگ آب

میں تشنہ لب ہوں جام شہادت کا ہمدمو
آئی ہے مجھ کو پیتے ہوئے عار و ننگ آب

مژگاں میں لخت دل ہے کہاں تیر بے نشاں
آتا ہے دیکھ پینے کو بالائے گنگ آب

تو جلد جام حلقہ بگوہر سے دے مجھے
اس اپنی آب تیغ سے ای خانہ جنگ آب

دل کی ظفر ہے بحر محبت میں زندگی
ہاں یعنی سچ ہے یہ کہ ہے جان نہنگ آب

چشم کا ہے عشق کی آتش کے چمکانے کو آب
جائے روغن یہ ہے اس شعلے کے بھڑکانے کو آب

چشم تر کیونکر نہ اپنی اشک افشانی کرے
چاہیے ای مردمان مژگاں کے سینچانے کو آب

خال رخ تیرا عرق سے سبز ہوتا ہے نہیں
سبز کرتا ہے زمیں میں ورنہ ہر دانے کو آب

دل کی گرمی کو نہ کھویا آنسوؤں نے چشم کے
سرد کر دیتا ہے ساقی گرم پیمانے کو آب

کام بھی آئیگی قاتل تشنہ کاموں کے کبھی
یا یوں ہیں ہی تیغ براں تیری کھلانے کو آب

دل ہوا پژمردہ میرا اشک افشانی سے آہ
ورنہ ہوجاتا ہے مانع گل کے کملانے کو آب

عرق سے حسن ہی اور اس رخ کتابی پر
وگرنہ چھینکنا پانی مین ہی کباب کو عیب

دل برشتہ کو میرے نہ تو جلا اتنا
لگے گا سوختگی سے کہیں کباب کو عیب

جہان مین دل عاشق کو ہو کہان آرام
سمجھتا عشق مین ہی کون اضطراب کو عیب

شراب خود نہین معیوب ساقیا لیکن
برون کے پینے سے ہی لگ گیا شراب کو عیب

ظفر ہی عشق بتان کا ہنر مرے نزدیک
ہر ایک جانے ہی اس فعل ناصواب کو عیب

خیال رخ سے ترے قطرے مین پسینے کے
یاد گوہر ہین نیلم کے نگینے کے قریب

ناوک انگن تری الف ہینے دکھائین آنکھین
روزن اک اور ہوا روزن سینے کے قریب

ساز عشق کو ساقی ازل نے جو بھرا
پہلے جا بیٹھے ہین اسواسطے پینے کے قریب

زخم سینے سے نکلتے ہین ہزارون شعلے
چارہ گر آئے کہان اسواسطے سینے کے قریب

ابتلک شہر بدر ہی ہین سب سمجھے وہ ماہ
ہمکو یہان لے ہوا ایک مہینے کے قریب

سینہ صافون سے بھی تم دو بدو جو بھاگو افسوس
کہ نہ وہ نقش ہین پاس نگینے کے قریب

کوئی لگجائے اترتے ہوے شاید ٹھوکر
اس تمنا مین پڑا ہون ترے زینے کے قریب

ہی نگہبان دل پر داغ کی آہ پر درد
ہے یہ سانپ بٹھایا ہی خزینے کے قریب

خال یہ متصل ناف نہین ہے ترے کہ ہی
لجۂ حسن مین ملاح سفینے کے قریب

دیکھو تم غیر سے صحبت نہ رکھو جانکو و
بیٹھے کسواسطے اشراف کمینے کے قریب

اس طرح سے وہ ہوا تیری نظر سے غائب — نور جو دیدہ کا معدوم بصر سے غائب
ہن بے ظالم ترے مضمون کمر کی تاثیر — ہو گیا خط مرا قاصد کی کمر سے غائب
اڑ گئی دل کی سیاہی آنکھ دیکھتے ہی — ہو گئی ظلمت شب نور سحر سے غائب
ہنستے کیا گرم رو راہ فنا ہستی مین — ہو گئے ایک تبسم مین شرر سے غائب
کیونکہ دل موم کرون اُس بت سنگین دل کا — گر اثر ہی مری فریاد جگر سے غائب
صبر و طاقت ہوئی یون دل سے کہ جیسے — گھر کے آرام کا اسباب ہو گھر سے غائب
نظر عام سے پنہان ہو نہ کیون بندہ خاص — جو کہ حاضر ہین ادھر ہین وہ ادھر سے غائب
پردہ غفلت کا پڑا دل پہ ایسے ورنہ — وہ تو اک لحظہ نہیں چشم بشر سے غائب

کر گئی دل کو تری چشم پر افسون کا فسر
طرفة العین مین پہلو ہی نظر سے غائب

دیکھکر اس مہ کو وقت صبح آئی آفتاب — ہو گیا منھ پر بجلائے اقتابی آفتاب
تیری ہی نوشی سے خاطر ساغر ہیں ہوا ہ — اور گزرک کیواسطے زرین رکابی آفتاب
خانہ آئینہ مین ہی اس رخ روشن کا عکس — جلوہ گر ہی یا میان برج آبی آفتاب
اپنی چشم مست کی گردش اگر دکھلائے تو — رقص مستانہ کرے مثل شرابی آفتاب
شام کا وعدہ کیا ہی اس مہ نے پھر — یا الٰہی آج چھپ جا شتابی آفتاب
وہ ہلال ابرو اگر چمکائے تیغ مغربی — نکلے مشرق سے لیے وہان آفتابی آفتاب

جام جم کی اُسکی نظروں میں نہ کیفیت چڑھے
آنکھ پہونچائیں جو ان تک اسمین ہونی ہو سو ہو

وہ رہا جب تک بہر صورت رہا حیرت زدہ
ہوئے چشم مست ساقی سے جسے ساغر نصیب

خاک ہو کر بھی گئی گردش نصیبوں کی نہ آہ
آج ہم بھی آزمائیں اے دل مضطر نصیب

جسکی آنکھوں کو نہ تیری خواہش دیدار ہو
صورت آئینہ یہان جسکو ہوا جوہر نصیب

مست اُٹھا آسودگان خاک کو ای روز حشر
خاک کو اپنی بگولے میں ہوا چکر نصیب

اُسکو دیدار خدا ہو وے نہ ای کافر نصیب

اک ذرا راحت ہوئی ہی اُنکو مر کر نصیب

آتے آتے اُلٹے میرے در سے پھر جاتے وہ کیون
ای ظفر برگشتہ ہو جاتے نہ میرے گر نصیب

دیکھے گر چشم تری ای گل شاداب حباب
شرم کے مارے وہیں بحر میں ہو آب حباب

محو نظارہ ہی اُس لجۂ خوبی کا تو
کیونکہ آنکھوں سے نہ اُڑ جاتے سے خواب حباب

سیکھتی کسیے لیے کیونکر نہ تری رشک قمر
صورت جام بلورین ہے پر آب حباب

تیغ ابرو سے تری موج ہی کیا کانپے ہی
سر پہ رکھو خود بھی پھرتا ہی بگرداب حباب

کیا تعجب ہی جو دریا میں پھرا ہی ہر دم
گردش چشم تری دیکھ سکے بیتاب حباب

داغ دل کی جو مرے حشر میں دیکھے شورش
زہرہ دوزخ کا ہو اللہ وہیں آب حباب

چشم کیا خاک رکھے اہل کرم سے ظالم
تیغ کے کھیت کو کرتا نہیں سیراب حباب

لمعۂ مہر سے کیا پاٹ پہ دریا کے نسیم
صبحدم چکے ہی شکل گل کمخواب حباب

مے کشی کا ہی یہی بزم محبت میں مزا
دل عاشق ہو کباب اور لب یار شراب

دین عرق کھینچ کے تنّے ہی نہ محبت ہو جسے
پیے جب تک نہ تری چشم کا بیمار شراب

گر کے ہاتھوں سے جسکے جام پلا سے تو نا
پہ گرے پانوں سے گر گر نہ گنہگار شراب

چشم ساقی کے کرشمہ سے عجب کیا کہ پیے
زاہد گوشہ نشین بھی سر بازار شراب

بات دل کی نہ کہی اس بت عیار نے ایک
اے ظفر ہمنے پلائی اُسے سو بار شراب

کس قدر ہے یہ لحظہ مجھکو میری جان کا خراب
کاہش جان سے ہوئیں بھی عشق میں کیا ہی خراب

ماہ سرگردان ہوا و ماہی تہ بار گران
خوب دیکھا تو یہاں ہر سے تا ماہی خراب

دیکھ میرا حال کیا سوز و گداز عشق سے
بزم عالم میں ہی جون شمع سحرگاہی خراب

وا نہ ہو غنچہ تو پھر کیوں ہو پریشان اسقدر
کرتی ہی اسکو صبا تیری ہواخواہی خراب

خضر راہ منزل مقصود گر تو عشق کو
ورنہ اے رہرو کرے گی تجکو گمراہی خراب

طفل کو راحت زیادہ ہی جوانی پیر سے
چین نادانی میں ہی کرتی ہی آگاہی خراب

اے ظفر چاہے خرابی تیری جو خانہ خراب
کردے اُسکو تیرا اقبال شہنشاہی خراب

ردیف بائے فارسی

اُٹھکے پہلو سے ہمارے جس طرف جائینگے آپ
مثل سایہ آپکے ہمراہ ہم آئینگے آپ

بے سبب چرخ ہی اک بر سر کیں آپ سے آپ
سر پھرا اور کسی کا تو نہیں آپ سے آپ

ہے تہ خاک بھی کوئی ترا عاشق بیتاب
ورنہ کب آئی ہے لرزش میں زمیں آپ سے آپ

ہاتھ پہونچا بھی نہیں تا سر زلف پر چین
ہو گئے ہم سے وہ کیوں چیں بجبیں آپ سے آپ

بخت برگشتہ اگر ہو گئے سیدھے اپنے
تو چلے آئینگے سیدھے وہ یہیں آپ سے آپ

دیر کی گھر سے نکلنے میں جو تمنے تو یہاں
تن سے جائیگی نکل جان حزیں آپ سے آپ

عشق چمکائے اگر داغ جگر کو اپنے
ہوئے پھر کشور دل زیر نگیں آپ سے آپ

کھینچیں ہم کلک تصور سے جو تیری تصویر
بولے صورت گر چیں دیکھکے چیں آپ سے آپ

گر محبت نے دیا دل کی صفائی میں اثر
میرے مرنے کا انھیں ہوگا یقیں آپ سے آپ

کیسی تدبیر ظفر جب وہ کرے اپنا کرم
کام بگڑے ہوے بنجائیں یونہیں آپ سے آپ

حضرت دل تلخ میری زندگی کرتے ہیں آپ
ہر کسی پر مفت جو طوفان دھرتے ہیں آپ

بار دنیا نے اٹھایا جانے جلنے دھرا
اہل دنیا میں اٹھائے آپ دم بھرتے ہیں آپ

کیا خط و پیغام بھیجیں ایک ڈر دونوں طرف
اس طرف ڈرتے ہیں ہم اور اس طرف ڈرتے ہیں آپ

اس چمن میں کیا کہیں کیونکر صبا پہونچا ہی
جوں صبا ہم پھونک پھونک اپنا قدم دھرتے ہیں آپ

اے ظفر باعث ہی ٹھنڈی سانس بھرنے کا یہی
سرد مہری کی بہت الفت کا دم بھرتے ہیں ہم آپ

کرین عرض حال اپنا سب آپ سے	رہے ہے مجھی اک گنہگار چپ
کہا تیرے غمگین نے چپکے سے کیا	کہ سب ہو گئے اُسکے غمخوار چپ

ظفر اور بحر و قوافی بدل
نہو پڑھ کے یہ چند اشعار چپ

ہوئے دونون کچھ ایسا سوچکر چپ	کہ وہ چپ ہین اُدھر اور ہم ادھر چپ
خدا جانے جواب اُسنے دیا کیا	کہ آیا وہان سے میرا نامہ بر چپ
دماغ گل بہت نازک ہی بلبل	نہ کر شور اتنا ای شوریدہ سر چپ
ہمین بھاتی ہی گُپ چُپ کی مٹھائی	دم بوسہ نہ بول ای لب شکر چپ
ذرا بولا جو غنچہ تو صبا نے	کیا منھ پر طمانچہ مار کر چپ
کہان ہی دل جلون کو تاب گفتار	سراپا گو زبان ہی شمع پر چپ
ہوئی ہی آج مدتین شب وصل	ذرا سونے دے ای مرغ سحر چپ
نصیحت سُن چکے ہم تیری ناصح	خدا کے واسطے بک بک نہ کر چپ

کہون گر حال رسوائی ہی لیکن
رہا جاتا نہین مجھسے ظفر چپ

ردیف تاء فوقانیہ

کیا ہوا مجھسے کشیدہ ہی وہ گر آپسے آپ	کشش دل سے کھنچے گی اُدھر آپسے آپ
اوس دل آزار کا کیا جائے گا کیا خوف مجھے	دل دھڑکتا ہی مرا دو دوپہر آپسے آپ
ہی ابھی رات کہان جائے گی ای ماہ لقا	بول اُٹھتا ہی جو نہین مرغ سحر آپ سے آپ

سیم بر آتا نہیں بر میں عزیز و بے زر
مجھ میں مقدور نہیں یہ تو ہے مقدور کی بات

دولت حسن کا ہے جیسے ظفر نشہ غرور
خالی از غرہ نہیں کچھ بھی مغرور کی بات

ہیں وہ ہم ہیں کہ جو کہ لیتے ہیں اکثر برداشت
ورنہ ان باتوں کی ہو کس سے ستمگر برداشت

نقد دین و دل و جان کھو کے نہ کچھ ہوں نے
کی ہے سرکار میں اس نے لعل کی یکسر برداشت

ہوتا آئینہ مکدر ہے نفس سے ہمدم
بات کی کسکی کریں صاف جو ہر برداشت

نہ تو تابوت نہ تختہ نہ کفن ہے نہ لحد
اس تمھیں کشتۂ بیکس کی ہو کیونکر برداشت

اٹھ گئے ظلم اٹھا کر ترے ہم دنیا سے
سنگ دل اور سوا ہووے گی پتھر برداشت

بردباری جو دل صبر گزین میں نہ ہے
نہ تحمل یہ کسی میں ہے نہ دلبر برداشت

کیوں نہ برداشتہ دل زیست سے ہوں میں کہ ظفر
تیغ بر قتل من آن غمزہ کا فر برداشت

تھا جو کوٹھے پہ وہ جلوہ کناں ساری رات
تو رہی چشم ستارہ نگران ساری رات

ہجر میں ہم جو رہا اشک فشاں ساری رات
تارے گنتے رہے ای ماہ وشاں ساری رات

تو نے کس مست سے تھے جام کہ میخانے سے
ظرف چینی کی سی آتی ہے فغان ساری رات

آفریں آپکے سونے کو نہ جاگے اور ہم
بس کہ بیدار رہے گرم فغان ساری رات

دیکھو انجم کو جو یاد آئے وہ دردندان
مثل شبنم میں رہا اشک فشاں ساری رات

دوست یکرنگ کہاں جبکہ زمانہ ہو دورنگ — کہ وہی صبح کو دشمن ہی جو ہی شام کو دوست

میرے نزدیک ہی واللہ وہ دشمن اپنا — جانتا جو کہ ہی اس کافر خودکام کو دوست

دوستی تجھسی جو ای دشمن آرام ہوئی — نہ میں راحت کو سمجھتا ہوں نہ آرام کو دوست

چاہتا وہ ہی بشر جس سے بڑھے عزت و قدر — پہلے موقوف کر اپنی طمع خام کو دوست

جو ہوا ای رشک چمن کشتہ تری آنکھوں کا — رکھتے ہیں گور پر اُسکی گل بادام کو دوست

ای ظفر دوست ہیں آغاز ملاقات میں سب
دوست پر وہی ہی جو شخص ہوا انجام کو دوست

کہہ بیٹھوں جو سوز غم ہجران کی حقیقت — کچھ بھی نہ رہے آتش سوزاں کی حقیقت

تدبیر رفو کیا ہو کہ اب ست جنوں نیں — رکھی نہ مری کچھ بھی گریباں کی حقیقت

آنکھوں سے ہی یہ دیدۂ گریاں نے دکھایا — کانوں سے سنا کرتے تھے طوفاں کی حقیقت

جو حرف ہی مطلب کا وہ انسکو ہی مٹے ہی — کیا خط میں لکھوں میں غم پنہاں کی حقیقت

صد کاں نمک صرف ہو ہر زخم میں میرے — قاتل ہیں کچھ ایک نمکداں کی حقیقت

ہو گرمی مضموں سے جگہ جہرکی اک داغ — گر خط میں لکھوں میں دل سوزاں کی حقیقت

حاضر ہی دل و جان کہ ظفر یار کے آگے
کچھ دلکی حقیقت ہی نہ کچھ جان کی حقیقت

کب بنانے سے بنے ہی کوئی تدبیر کی بات — بات وہ ہی کہ جو بات ہو تقدیر کی بات

کیا تری زلف کے گھر میں شب ہی مہمان تھی رات | تیرہ بختی سے مری دست و گریبان تھی رات
کہکشان سینۂ گردون پہ نمایان تھی رات | کسکے ماتم مین کیے چاک گریبان تھی رات
جوش گریہ سے ترے ہجر مین اے رشک چمن | چشم بد دور یہ آنکھ ابر بہاران تھی رات
سوزش دل کا مری مجھسے نہ پوچھو احوال | کہ مرے سینہ مین اک آتش سوزان تھی رات
شمع کی طرح مجھے رات جو سوجھی یہ کہی | یاد قامت تری اے سرو خرامان تھی رات
حلقۂ زلف مین دیکھا رخ روشن اسکا | لیے آغوش مین خورشید درخشان تھی رات
چشم پر آپکے چھینٹے نے بچایا ورنہ | لائی بے طرح مرا تپ ہجران تھی رات
جلتے تاثیر ترے عشق کی مینے دیکھا | شمع خاکستر پروانہ پہ گریان تھی رات

زخم پر تیغ جدائی کے چھڑکا کے دیتی
اے ظفر چرخ پر انجم سے نمکدان تھی رات

سنیے او کافر بدکیش [illegible] ہے بات | جھوٹ سمجھے نہین ہم کہتے ہین ایمان ہے بات
ہے وہ کیا بات کہ تو یون ہی عدو کے دل و جان | ہم نے مانی تری ہر ایک دل و جان سے بات
بول سکتے نہین محفل مین تری ہم منہ سے | کوئی کہتا ہے تو سن لیتے ہین ہان کان سے بات
قطع کرتا ہے جو گلگیر زبان کو اسکی | ایسی سرزد ہوئی کیا شمع شبستان سے بات
یہ بھی قسمت کا لکھا پھیرے نہ منہ وہ خط | اپنے مطلب کی کہون گر کسی عنوان سے بات
بولتے طوطی تصویر کو دیکھا کہنے | کیونکہ نکلے دہن عاشق حیران سے بات

جلد اول دیوان ظفر

ردیف ث مثلثہ

زر فراہم کرکے ناداں لے نہ تو قارون کی ارث

علم کر پیدا لے تا موسے و ہارون کی ارث

عشق میں یوں تجھ تئیں پائی ترے مجنون کی ارث

جس طرح پہونچی ارسطو کو ہی افلاطون کی ارث

لکو دے مُہر داغ سے اپنے سیہ نامہ جنون

کب کہا ہمنے کہ ہی اتنی زمین ہامون کی ارث

میل گندم کی طرف جنت میں آدم نے کیا

پہونچتی ہی ہمکو عشق حسن گندم گون کی ارث

جون صدا جو خانہ زاد حلقہ زنجیر ہو

خانۂ زندان نہ کیوں کر ہووے اُس مجنون کی ارث

دیکھو دور چشم ساقی عقل چکر میں گئی

کیا ہوا گردش تھی گرچہ پشت سے گردون کی ارث

آل تمغا غم سے نسلاً بعد نسلاً لکھ دیا

خون فشانی ہی یہ اشک دیدۂ پرخون کی ارث

دی سزا اگو اُسنے کشتہ کو زمین صدکہ تھی

نی ہبہ نی زر خرید اور نہ یہ اس مدفون کی ارث

ردیف جیم

اس کو ڈھونڈھتا پھرتا ہوں دل زار کا کھوج

کر سکے دل تو سراغ خانۂ دلدار کا کھوج

چھپ گیا خال سر زلف چھپا کر دل کو

نہ اندھیرے میں ملا دزد سیہ کار کا کھوج

چھوٹے ہم دام صیاد سے پر کیا حاصل
بے خلل پردۂ دلدار میں سو رخنے ہیں
جب وہ دو چار قدم آئے کہیں نقش قدم

نہ رہا گل کا ملال اور نہ گلزار کا کھوج
ہم نکالے ہیں گے اس روزن دیوار کا کھوج
مٹ گیا خاک نشینوں سے دو چار کا کھوج

اے ظفر کیونکہ رفو ہو کہ نہ چھوڑے ہاتھوں
ہاتھ آیا نہ گریبان میں کہیں تار کا کھوج

جیسے کہیں ہو زلف کے خم سے کج ادا کج
ہو وجہ نہیں ہے یہ حباب آنکھ دکھاتا
ہے کج روی چرخ دلا ایک جہان سے
پلکیں تری بے گریہ جو ٹھہری ہیں تو ہیں کج
بید مجنوں سے کج ادا ہے تری جیسے ہیں
ہے وصف میں اس لف کے یہ ہاتھ

ہے یوں نہیں مزاج آپ کا جیسے کج ادا کج
چلنے لگی کچھ موج بھی تم سے کج ادا کج
تنہا نہیں کچھ یہ کچھ دم سے کج ادا کج
سر تیروں کے ہو جاتے ہیں ظلم سے کج ادا کج
رہتی ہے طبیعت اسی غم سے کج ادا کج
اب حرف نکلتے ہیں قلم سے کج ادا کج

تشنہ ہوں ظفر اسپہ کہ اس بت کی شمشیر
چلتی ہی عجب طرز ستم سے کج ادا کج

کلی جو لالۂ احمر کی مسکرائی آج
مسی یہ شوخ نے لب پر نہیں لگائی آج
نہیں ہے وجہ کدورت کوئی مجھے معلوم

ہنسی چمن میں مجھے تیری یاد آئی آج
گھٹا ہے چشمۂ حیوان سے خوب چھائی آج
کروں میں اس آئینہ رو سے جو میں صفائی آج

کر گئی دل مین سرایت اپنے جب تاثیر موج	تب کھلی دریا دلون پر ہمہ ہو توقیر موج
اسلیے پھرتا ہی سر پر خود کو رکھکر حباب	عرصہ دریا مین آتی ہی علم شمشیر موج
مست ہو اپنے عشق مین آنا دل دیوانہ	پانون دیوانون کے پڑتی ہی سپر زنجیر موج
یہ مہر شیشہ چشم پر عکس رخ و مردم نہین	ہی سلیمانی اُسکے دانے پر عیان تحریر موج

چین پیشانی نہین اُسکی ظفر دیکھو تو آب
صفحہ قدرت پہ ہی کھینچی ہوئی تصویر موج

ردیف جیم فارسی

سب کا جہان ہیچ ہی سب کار جہان ہیچ	اس ہیچ سے امید ہماری ہمہ دان ہیچ
جینا ہو روان کیسے کہ جہان زیر نگین تھا	اب ڈھونڈھیے تو انکا ہی کہین نام و نشان ہیچ
مانند حباب ایک نفس مین ہی خرابی	اس منزل فانی مین ہی بنیاد مکان ہیچ
ایک عمر رہے مایہ دنیا سے گران بار	آخر کو جو دیکھا تو بجز بار گران ہیچ
خوبان جہان کا ہی تو کیا محو تماشا	بشکل کہ کمر ہیچ ہی جنکا کہ دہان ہیچ
اس باغ مین تھوڑی سی بہار او پھر اسیر	ای غنچۂ گل خندان تجھے تشویش خزان ہیچ
ہو جنس متاع مایہ ہستی کے نہ خواہان	یہ جنس یہ بازار یہ گوہر یہ دکان ہیچ
آواز طرب گوش دل محو فنا سے	جز نالہ و فریاد بجز آہ و فغان ہیچ
جو ہونی ہی ہوگی نہین امکان کہ نہووے	پھر فکر سے کیا فائدہ بجز خفقان ہیچ

آپ کا چہری سے جانا کھل گیا شاید ظفر
آج پھر چرچا ہو رہا تھا اُنکے گھر والوں کے بیچ

دیکھنا کیا آپڑے اس چشم پر گیسو کے پیچ
ہی یہ زیبا سر پہ شاخ سر آہو کے پیچ

طوق قمری کے نہیں گردن میں بیٹھے ای صبا
یہ اُٹھایا عشق میں ہے سرو آب جو کے پیچ

ساتھ سوتے میں لپٹ کر اسطرح سے لطف ہی
پانو نہیں پانو سے ہون پانو میں ہون زانو کے پیچ

جسم لاغر کو مرے دیکھے وہ بل کھاتا ہو
آگ پر چلتے نہ دیکھے ہوویں تار موکے پیچ

ہی حیا اس عرق چین کھل اُٹھا دیکھیو
رکھ لیا پر وہ ہو دیکھ تلے زانو کے بیچ

پہلوان غم سے تیرے ہی جو کشتی رات دن
کا ہیکو رستم کو بھی ہین یاد اس بازو کے پیچ

آگیا دل بیچ میں عاشق کا وقت کشمکش
دیکھ کر گردن میں ستارہ ہے ابرو کے پیچ

ای ظفر ہر بات اُسکی پیچ سے خالی نہیں
تیرے دل سے کوئی پوچھے اُس بت بدخو کے پیچ

ٹکڑے نہیں ہیں آنسوؤں میں دل کے چار پانچ
سرخاب بیٹھے پانی میں ہیں ملکے چار پانچ

مُنہ کھولے ہیں یہ زخم جو بسمل کے چار پانچ
پھر لینگے بوسے خنجر قاتل کے چار پانچ

کہنے ہیں مطلب اُنسے ہمیں دل کے چار پانچ
کیا کہیے ایک مُنہ میں وہان ملکے چار پانچ

دریا میں گر پڑا جو مرا اشک ایک گرم
بتخانے لب پہ ہو گئے ساحل کے چار پانچ

دو چار لاشے اب بھی پڑے تیرے در پہ ہیں
اور آگے دب چکے ہیں تلے گل کے چار پانچ

دیکھنا مردم طلسم حسن وہ ترک نگہ	قتل کرتا ہی مجھے شمشیر کو آنکھون سے کھینچ
کھینچتا سینہ سے تیرا تیر کب منظور ہی	ورنہ یون ناوک فگن اس تیر کو آنکھون سے کھینچ

وہ کہے گر آنکھ سے سرمہ لگا دے تو ظفر
آنکھ مین وہ سرمہ کی تحریر کو آنکھون سے کھینچ

اُڑ گیا گل کا جو یون رنگ گلستان کے بیچ	ای صبا کیا خبر اُڑتی ہی پری کان کے بیچ
دم مین دم ہی نہین جان نہین جان کے بیچ	زلف کیا کہتی ہی جھک جھک کے ترے کان کے بیچ
موج زن چشم سے ہین اشک خدا خیر کرے	غرق ہو کشتۂ افلاک یہ طوفان کے بیچ
گر پڑا کوئی سیہ مست کوئین مین دیکھو	خال کاجل کا ہی اس چاہ زنخدان کے بیچ
عمر کرتا ہون بسر اپنی پریرویون مین	ہون وہ انسان کہ رہتا ہون پرستان کے بیچ
وہ نہ آیا ہی نہ آئے گا بلا سے اُسکی	کوئی مر جاوے اگر حسرت و ارمان کے بیچ
جیسے مژگان سے تری خون جگر سے رنگین	سرخی ایسی ہی کمان پنجہ امرجان کے بیچ
شوخ بدکیش ہی اخلاص سے اتنا بیزار	نہ پڑھے سورۂ اخلاص کو قرآن کے بیچ
عرش سے فرش تلک جو ہی وہ سب ہی اسمین	دیکھ وسعت ہی ظفر کیا دل انسان کے بیچ

ردیف حاء مہملہ

تو نے رخ پر زلف کا حلقہ بنایا بے طرح	مرغ دل کو دام مین کافر پھنسایا بے طرح
دیکھیے شبخون کا کسکے ارادہ ہی کہ آج	آپنے ملکر مسی کو پان کھایا بے طرح

مر جائیے نہ ہو جو پئے بنت کش مسیح
اچھو بھی ہی اس ستم کے بیمار کی صلاح

کاکل میں دل پھنسے گی گرفتار لیف ہو
فرمائیے جو اسمین ہو سرکار کی صلاح

انکار وصل کیونکہ نہو تیرا مشورہ
ہی ان سے جو نہیں کبھی اقرار کی صلاح

ٹھہری تھی ان سے انکی پھر آج اختلاط
لیکن ہے ٹھہری انکے طرفدار کی صلاح

کہنے پہ کیجیے پیر خرابات کے عمل
لیجیے نہ زاہدان ریاکار کی صلاح

برگشتہ بخت وہ ہون کہ بیچون دل کو جن
پھر جائے لیتے لیتے خریدار کی صلاح

کیا ذکر اپنے منہ سے نکالیں وہ ایک بات
جب تک کہ ای **ظفر** نہو دو چار کی صلاح

سب طرحداروں کو دیکھا ہمنشیں اچھی طرح
اُس ستمگر سے کسی کی بھی نہیں اچھی طرح

گر پڑھے خط بھی تو تو خط اُس غرض کے سے
حرف مطلب کا نہو خاطر نشیں اچھی طرح

سرد مہری کس طرح شیوہ ہو ان مہرو کا
ہو اگر تاثیر آہ آتشیں اچھی طرح

چھین کر تو لیچلے ہو گوہر دل کو مرے
پر نہ کھو دینا اسے رکھنا کہیں اچھی طرح

بہہ گئے دریا ابھی ہمنے نچوڑے بھی نہیں
پونچھ کر آنکھوں کے آنسو آستیں اچھی طرح

سر حاضر ہی قاتل سو جیتا ہی دل کیا
امتحان تو کرلے اپنی تیغ کین اچھی طرح

خواب غفلت سے کوئی دم جاگ لو زیر فلک
جاکے سونا غافلو زیر زمین اچھی طرح

تو اگر غم میں محبت کے نہوتا مبتلا
کیا گذرتی ای دل اندوہگین اچھی طرح

سمجھایا تو سنے ہمکو سو سو طرح ناصحا	لیکن ہمارا دل نہیں سمجھا کسی طرح
بے طرح دام زلف بتان میں ہی دل اسیر	چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح
روتے ہی روتے ٹوٹ گیا رشتہ حیات	پر آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا کسی طرح

بگڑے اک زمانہ سے گردون اگر بنے
اسکو ظفر بنائیے سیدھا کسی طرح

ساقی جو تو نہو وے بوقت شراب صبح	ہو آفتاب حشر مجھے آفتاب صبح
زلف اپنی رخ پہ دیکھو ذرا الیکے آئینہ	دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو نے سحاب صبح
ہیں کامیاب صبح صبوحی سے بادہ کش	زاہد نماز صبح سے ہی فیضیاب صبح
یون تشنگان کو دے ہی مرا آب تیغ یار	مست مئے شبانہ کو جس طرح آب صبح
کیا تاب آفتاب میں ہوا تنی روشنی	جھمکے ہی حسن اور بھی زیر نقاب صبح
پیری میں گر ملاوت غفلت نہ یاد ہو	یارو عجب نہ سمجھو کہ شیرین ہی خواب صبح
نور جمال کا ظفر اسکے نہ پوچھو وصف	عارض جواب مہ و جبین سے جواب صبح

ردیف خاء معجمہ

برگ گل باغ میں ہیں سرخ تو کیا خوب ہیں سرخ
پر حنائی یہ ترے ناخن پا خوب ہیں سرخ

اشارہ دار پہ ہی کھینچنے کا یہ کسکے
کہ اُسنے گاڑی ہی لوہے کی اپنے گھر مین سلاخ
وہ اپنی آنکھون مین پھیرے جو میل سرمہ کی
تو کیون نہ رشک سے ہو میری چشم تر مین سلاخ
تپ درون سے ہنستا تاہی مثل سیخ کباب
ہمیشہ آہ جگر شعلہ و شرر مین سلاخ
شراب تند کے پیتے ہی بن گئی ساقی
گلو سے سینے تلک میرے لحظہ بھر مین سلاخ
ظفر کے نالے سے اے سنگدل حذر کر تو
گذر ہی جاے ہی یہ کوہ کی کمر مین سلاخ

دیگر

خاک اُڑے یہ دشت کی مجنون جو تیرا کھاے چرخ
چرخ کے نیچے بگولا دوسرا بنجاے چرخ
میرا رونا دیکھ کر ہر رات تجھ بن یہ لقا
اشک انجم سے نہ کیونکر چشم مین بھر لاے چرخ

دل بیتاب سی میری جو ہو سر زد نالہ	ماری عالم ابھی اس گنبد افلاک مین چرخ
کسنے کیفیت چشم اپنی دکھائی ای شیخ	دختر رز کی جو کھاتا ہی پڑا تاک مین چرخ

شکل مرغ قفسی یہ دل بیتاب مرا
کیونکہ کھائے نہ ظفر سینۂ صد چاک مین چرخ

آنکھین تری مستی مین ہین یون بیحجاب سرخ	جیسے شراب سرخ مین ہووی حباب سرخ
وہ رخ ہی زیر گیسوی پر پیچ تاب سرخ	یا شام کو شفق سی ہوا آفتاب سرخ
یون آہ سوزناک نی جھلسا دیا جگر	ہو جیسے بھن کی سیخ کی اوپر کباب سرخ
لب سرخ اوسکی روے کتابی مین دیکھنا	شنگرف سی کتاب مین جو لکھی باب سرخ
ظاہر ہی یون گلو سی تری پیک پان کی	جون شیشۂ بلور مین جھلکے شراب سرخ
رنگت ہی جو کہ اوس لب نازک کی ہمہو	دیکھا نہ ایسے رنگ سی ہمنی گلاب سرخ
روتا ہون یاد پای نگاری مین آپ کے	نکلے ہی اشک آنکھ سی جیسے شہاب سرخ
منقار طوطی ایسی نہین سرخ جیسی ہے	خار مژہ ہی میرے سبب خون ناب سرخ

کس پر غضب کیا ہی کہ غصے سے ای ظفر
ہی آج یون جو روے بت پر عتاب سرخ

جبکہ ہو تجھ بن مجھی خواب و خور و آرام تلخ	زندگی کیونکر نہو پھر اے بت خودکام تلخ
اوس شکر لب کی زبانی لگتا ہی شیرین مجھے	ورنہ لگتا ہی ہر اک انسان کو دشنام تلخ

محبوب ہی جو ماہ سے رخسار سے کی تاریخ ہان
تلوار کی قبضہ مین ہے تلوار کے تاریخ ہان
معلوم ہین ایک ہے کہ روز مین قاصد
دیکھو تو ہم نام کو کیا یار کے تاریخ ہان
قائل ہے اپنی مقبرہ کی قامت
تو دیکھے جہان سنگ پہ مینار کے تاریخ ہان
جس اور مسیحا ہو تو اس کے بیمار کے تاریخ ہان
[illegible]

روتا ہون کسکے دست نگارین کی یاد مین	آنسو مین ہیں مری چشم مین جیسے شہاب سرخ
ای مست ناز دل کا مری سوز عشق سے	یہ رنگ ہی کہ جیسے ہو بھنکر کباب سرخ
ہو لعل لب سے روی کتابی کی کیون نہ زیب	شنگرف سی کتاب مین لکھتے ہین باب سرخ
خون جوش مین ہی تیری شہید و نگار پر خاک	نکلا زمین کے پردے مین جو آفتاب سرخ

ہے میرے اشک خون سی ظفر راہ عشق مین
ہر سنگ ریزہ صورت لعل خوشاب سرخ

ہجر مین کرتا ہی شبخون کی مری تدبیر چرخ	کہکشان سی کیون نہ کھینچی رات کو شمشیر چرخ
گردش چشم سیاہ یار دکھلا کر مجھے	دیکھیے دیتی ہی کیا کیا گردش تقدیر چرخ
ایک شب گھر مین بلاؤن اپنی اوس مہوش کو مین	دے ستاری مین مرد اتنی کہان تاثیر چرخ
وہ بلا چکر تری دیوانے کے ہی پا بو تمین	کھائی ہے جسکے اثر سے حلقہ زنجیر چرخ
اس چمن مین تیری ہاتھون سی گل غنچہ کیطرح	ہے کوئی خاطر شگفتہ اور کوئی دلگیر چرخ
ہے بنائے خانہ دنیا خرابی کے لیے	اس زمین پر کر چکا ہی کتنے گھر تعمیر چرخ
قد خمیدہ ہے مرا گو ضعف سی مثل کمان	پر مرے نالون سی ہی آماج گاہ تیر چرخ
چرخ فانوس خیالی اور ہم حسرت زدے	کھا رہی ہین اس مین کیا کیا صورتین تصویر چرخ

خاک ہو گردش زدون کی گر شریک گرد باد
اے ظفر ہو وی نیا اک زیر چرخ پیر چرخ

دیوان ظفر

[illegible]

کوئی رہ سکتا ز مانے میں نہیں اک طور پر
کچھ سی کچھ کر ڈالتا ہی ای ظفر دم بھر میں چرخ

دیتا ہی جو مزا ترے لب سے کلام تلخ
رکھتی ہے کب یہ لطف مئی لعل فام تلخ

صیاد آب و دانہ کی تو پوچھتا ہی کیا
ہے اتنی زندگی بھی مجھے زیر دام تلخ

وہ تلخ کام ہوں کہ مری وقت تشنگی
ہو جاوی آب چشمۂ شیریں تمام تلخ

کیا کیا غضب سی زہر اوگلتے ہو تم و لے
اک حرف منہ سی کہتا نہیں یہ غلام تلخ

صفرای رنج و غم سی ہی تیری مریض کا
منہ تلخ حلق تلخ زبان تلخ کام تلخ

ہے شیشۂ سپہر میں زہراب جای مے
کیونکر نہ عیش بزم جہان ہو مدام تلخ

گو حرف پند تلخ ہی پر دل میں رکھ ظفر
اک روز یہ دوا تری آئے گی کام تلخ

ردیف دال مہملہ

قدر ای عشق رہی گی تری کیا میرے بعد
کہ مجھے کوئی نہیں پوچھنے کا میرے بعد

زخم پر دل کے گوارا ہی مجھے گو یہ نمک
کون چکھے گا محبت کا مزا میرے بعد

در جانان سی مری خاک نکرنا برباد
دیکھ جانا نہ اودھر باد صبا میرے بعد

خار صحرای جنون یوں ہیں اگر تیز رہے
کوئی آئے گا نہیں آبلہ پا میرے بعد

میرے دم تک ہی ترا ای دل بیمار علاج
کوئی کرنے کا نہیں تیری دوا میرے بعد

اوس ستمگر نے مجھے جرم وفا پر مارا
کوئی لینے کا نہیں نام وفا میرے بعد

چلنا کلی مین اوس کی ہین موتی یہ کیا طلسم	چمکا ہے آفتاب ذرا انجم کرن کے گرد
قوسِ قزح ہی اپنی کسی نوجوان کا خون	لگگاہین سجاف دامن چرخ کہن کے گرد
حسرت ہی اوس اسیر قفس پر کہ جسکی پر	اوڑتے پہرے ہین بعد فنا بھی چمن کی گرد

ہوتا ہی صدقے یون ظفر اوس شعلہ خو کی دل
پروانہ جیسے پہرتا ہے شمع لگن کے گرد

ایسی آنکھون مین سمائی رخِ جانان کی نمود	کہ نظر پر نہ چڑھی مہر درخشان کی نمود
ہی عجب حسن سی خطِ رخ جانان کی نمود	دیکھو کس صورت زیبا سی ہی قرآن کی نمود
قد رعنا کو ترے دیکھہ کی ای رشک چمن	ملگئی خاک مین سب سرو گلستان کی نمود
متصل زلف کی چہکے ہی کہان وہ در گوش	ہی سر شام مگر اختر تابان کی نمود
مین شہید اوس لب لعلین کا ہون زخمون سی مرے	سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی نمود
کھلکھلا کر جو ہنسی باغ مین وہ غنچہ دہن	باندھے بلبل نہ پہر اپنی گل خندان کی نمود
مرحبا دست جنون اس تری چالاکی کو	نرہی نام کو بھی تار گریبان کی نمود
شعلۂ آہ جگر سوز جو میرا ہو بلند	تو نہو رات کو بھی شمع شبستان کی نمود
تار اشکون کا جو مژگان سی ہم اپنی باندہین	تو نہ بندھے دیدۂ مردم مین نہ باران کی نمود
رخ روشن کو جو زلفون می چھپایا اوس نی	وصل کے دن بھی ہوئی اک شب ہجران کی نمود
ای ظفر خاک سی انسان کا بنا ہی پتلا	خاکساری ہی سی دنیا مین ہی انسان کی نمود

تو میری طرف مائل نظارہ ہو کیونکر
آئینہ ترا طالب دیدار ہے موجود

بیناد محبت کے یہ آثار ہیں دیکھو
عاشق ہو تمہارا لپس دیوار ہے موجود

رو کش ہے نو ہو خم ابروی جو اوسکی
کہتا ہے خبردار یہ تلوار ہے موجود

جز اشک مسلسل نہیں کچھ پاس ہمارے
یہ تیرے لیے موتیوں کا ہار ہے موجود

کہتا ہے تصور ہیں دل اوس زلف سیہ کے
میں جاؤن کدھر سر پہ شب تار ہے موجود

ٹھہری کئی بار اوسنے کہ اب ہووے نہ تکرار
پھر دیکھو تو ہر بار یہ تکرار ہے موجود

پڑھ اور غزل کوئی بہ تبدیل قوافی
واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود

سب رنگ میں اوس گل کی ہیں شان ہے موجود
غافل تو ذرا دیکھ وہ ہر آن ہے موجود

ہر تار سے دامن کے مرے کرکے تبرک
سربستہ ہر اک خار بیابان ہے موجود

عریانی تن ہے یہ بہ از خلعت شاہی
ہمکو یہ ترے عشق میں سامان ہے موجود

کس طرح لگاوے کوئی داماں کو ترے ہاتھ
صوفی ہو تو اب دست و گریبان ہے موجود

لیتا ہی رہا راست ترے رخ کی بلائین
تو پوچھ لے یہ زلف پریشان ہے موجود

تم چشم حقیقت سے اگر آپ کو دیکھو
آئینۂ حق میں دل انسان ہے موجود

کہتا ہے ظفر میں یہ سخن آگے سبھوں کے
جو کوئی یہاں صاحب عرفان ہے موجود

تھا تری تیغ تبسم میں حلاوت کا وہ جوش	رہ گئے میرے لب زخم جگر بند کے بند
بند دریا کے نبدھیں خاک کہ ہیں توڑ دیے	جوش گریہ نے تری دیدۂ تر بند کے بند
جان دیں اہل جہاں گھر سے جو باہر نکلیں	کیونکہ اس حال میں رہ جائیں نہ گھر بند کے بند

بیچۂ یار کا شب بند ہر جو گیا دل میں خیال
کہدئے ہمنے مخمس کے ظفر بند کے بند

چڑھ گئی گرچہ مری خاک سر افلاک پہ گرد	نہ پڑی پر کبھی اوس ماہ کی پوشاک پہ گرد
خاک اوڑائی جو رہ حرص میں تو اور جمی	اہل دنیا کے سوا جامۂ ناپاک پہ گرد
نہ چھپی دل کی کدورت کہ غبار خط سے	صاف ظاہر ہے ترے روی غضبناک پہ گرد
سمجھے ہے وہ مرے مژگان غبار آلودہ	دیکھکر اپنی گلی میں خس و خاشاک پہ گرد
وہ مری گردش طالع ہے کہ جسکے آگے	ہو گیا کاسۂ گردش زدہ بھی خاک پہ گرد
دل پر آبلہ سے گر ہو مقابل تو صبا	جھاڑ دے خوشۂ انگور کی بس تاک پہ گرد
صرصر حرص و ہوا سے ہے مکدر عالم	اے ظفر سب کو پڑی ہے رخ ادراک پہ گرد

ردیف ذال معجمہ

کیونکہ خسرو کو لگیں او سکے نہ دشنام لذیذ	جسکا شیرین ہو دلا نام خدا نام لذیذ
تشنہ لب جو کہ شہادت کی ہیں اونکی قاتل	کیوں نہ شربت سے ہوں آب دم صمصام لذیذ

خدنگ عشق ہوا کیا جگر کو توڑ کے پار
یہ تیر وہ ہے کہ جاوے حجر کو توڑ کے پار

ہزاروں روزن در بند کیجیے گا آپ
نگاہ جاوے گی دیوار و در کو توڑ کے پار

اسے نہ آنکھ میں تل سمجھو تم یہ روزن ہے
نظر کا تیر گیا ہے نظر کو توڑ کے پار

اوتر سکا نہیں دریائے عشق کو کوئی
چلا ہے کسلیے فرہاد سر کو توڑ کی پار

فلک سے آہ ہماری گذر گئی اس طرح
کہ جیسے تیر کوئی ہو سپر کو توڑ کے پار

کہاں ہے اوس لب نازک پہ رونگٹوں کی نمود
ہوئے ہیں خاک سے گلبرگ تر کو توڑ کے پار

تعلق سے تھا شب مہتاب میں یہ حال اوس بن
ظفر ہوا ہی تھا نالہ قمر کو توڑ کے پار

نہیں دیر تو کچھ بڑی دو گھڑی بھر
اگر ٹھہر جاؤ گھڑی دو گھڑی بھر

ڈبو دینے کو ہے دو عالم کے کافی
مرے آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی بھر

غم ہجر آفت سے مر ہی گیا وہ
مصیبت یہ جسپر پڑی دو گھڑی بھر

کوئی دیکھے پل بھر تو اوس مہروش کو
نظر جیسے میری لڑی دو گھڑی بھر

جہاں بیٹھے ہم تفتہ جان ان کے ہرگز
رہے شمع سوزاں گھڑی دو گھڑی بھر

ترے جسنے لعل مسی زیب دیکھے
رہا دیکھکر غش دھڑی دو گھڑی بھر

مغاں ہے ابھی میری مستی میں سستی
شراب اور مجھکو گڑی دو گھڑی بھر

کہاں تاب وہ دست نازک میں رکھیں
کوئی پھول کی پنکھڑی دو گھڑی بھر

وقت

وقت غفلت اور ہی ہنگام ہشیاری ہی اور
خواب کی سیر اور ہی اور سیر بیداری ہی اور

اے تجلّی صنم مین صدقے تیری شان کے
تیری شان حسن مین طرز ادا داری ہی اور

دردمندان محبت کا طبیبون سے علاج
کس طرح سے ہو سکے یارو یہ بیماری ہی اور

بھر کے کب پابند الفت کی طرح محبوس دام
وہ اسیری اور ہی اور یہ گرفتاری ہی اور

دل کو نظرون ہی مین لے لینا نہ کرنا منہ سے بات
سیکھی اون آنکھون نے اب یہ مردم آزاری ہی اور

میکدہ مین عشق کی جو لوگ ہین کافر تو ہین
لیکن اون کے کفر مین انداز دینداری ہی اور

زخم تیغ عشق کھانے مین ہین کیا کیا لذتین
اور نمک پاشی بھی ہو تو پھر مزہ داری ہی اور

چار عنصر کے احاطہ مین ہی کچھ جلوہ عجب
دیر و مسجد کی الگ یہ چار دیواری ہی اور

دیکھکر تاثیر اپنے نالہ ہاے زار کی
ہمنے جانا اے ظفر یہ نالہ و زاری ہی اور

خواب مین پہونچے تھے جس کوچہ مین ہشیاری سے کچھ
اوسکے رستے کو نہ پایا ہمنے بیداری سے کچھ

بند رکھنا چشم کا غافل ہی عین مصلحت
اور اگر کھولو تو کھول آنکھین خبرداری سے کچھ

اے دل ناداں گرفتار محبت تو نہ ہو
چھوٹنا ہووے گا مشکل اس گرفتاری سے کچھ

دل تجھے دینا کہا تو قول سے ہم کب پھرے
تو بھی دل لیکر نہ اپنے عہد دلداری سے پھر

سر پہ اول تو اوٹھایا ہمنے اپنے بار عشق
اوٹھ سکا لیکن نہ سر بھی اس گران باری سے پھر

میری ہر زخم جگر کو یہ تمنا ہی کہ یون
اوس لب شمشیر کی بوسے مزہ داری سے پھر

سخت جانی کو مری دیکھے اگر تیر قضا — تو کہے بھاگیے بس تو وہ طوفان سے دور
طائر سدرہ نشین گرچہ ہو گرم پرواز — پر کبھی جا نسکے حضرت انسان سے دور
منھ پہ چڑھنا نہیں شمشیر ستم کی آسان — بوالہوس بھاگ گئے نہ کیوں عشق کے میدان سے دور
میرے نزدیک نہیں جو کہ ظفر کافر عشق — اس سے ایمان ہی دور اور وہ ایمان سے دور

گردش چرخ سے ہی سبکو زمین پہ چکر — اک نیا روز یہ لاتا ہی ستمگر چکر
دل کو یون زلف کے حلقے مین ہی اکثر چکر — جیسے گرداب مین کھاتا ہی شناور چکر
ٹھہرنے دے ہی کسے چین سے یہ گردش چرخ — آسیا بنکے سدا کھائے ہی پتھر چکر
تیر مژگان سے اگر بچ بھی گیا دل تو وہین — گردش چشم نے مارا تری کافر چکر
رفعت جاہ پہ بھی گردش طالع نہ گئی — کھاتے ہین دیکھو فلک پر مہ و اختر چکر
ہرزہ گردی کو مری دیکھ کے کہتا ہی شوخ — ہی ترے پانون مین دیوانے مقرر چکر
نہ سمجھو اسکو بگولا یہ کوئی سرگردان — کھا رہا دشت مین ہی خاک بھی ہو کر چکر
شعلہ خوئی پہ تیری ہو کے بلا گردان برق — کھا سکے جون شعلہ جوالہ سراسر چکر
ٹھہرے گر چاک گریبان پہ کوئی تار رفو — دشت وحشت سے ابھی ہو و رفو پر چکر
پھرتا محفل مین یہ ہی کیا چاک ہے کبھی پھرتا تھا — ساقیا کھائے ہی اول ہی سے ساغر چکر
اشک سے دیدہ پر آب کے شکل گرداب — ای ظفر بحر تو کیا کھائے سمندر چکر

ہر دم خدنگ آہ سے ہم اپنی ای ظفر
کرتے ہین چرخ پر حمل و ثور کا شکار

جو عرش سے ہی فرش تلک سب اسی مین ہی
کیا کیا نہین ہی اسمین کہ سب کچھ اسی مین ہی

دل اپنا پہلے زنگ کدورت سے صاف کر
پھر تو بغور دیکھ کہ اس آئینہ مین ہی

پیدا نگاہ کر کہ تجلی حسن یار
شعلہ سے طور کے نہین کم روشنی مین ہی

کیون کعبہ و کنشت مین سر مارتا ہی تو
توجسکو ڈھونڈھتا ہی چھپا وہ تجھی مین ہی

جوش بہار حسن سے کس گل کی ای صبا
مصروف اس قدر جو گریبان دری مین ہی

ہی دور جام و صحبت یاران زندہ دل
کچھ ہی اگر مزا تو یہی زندگی مین ہی

ہی خود پرست پوچھتا کیا ہی خدا کی راہ
گم کردہ راہ آپ تو اپنی خودی مین ہی

دیکھو آنکھ کھول کر
پر چاہیے نظر
مانند آئینہ
کیا حسن جلوہ گر
سب جا ہی آشکار
پر رنگ کا شرر
سرگرم جستجو ہو
پر تو ہی بیخبر
ہی یہ جنون کا جوش
ہر غنچہ ہر سحر
کیفیت حباب
باقی ہی دردسر
ہی وہ بہت قریب
اس سے ہی دور تر

بوسہ خاک لب شیرین ترا دل نے لیا
جیتی نکمی کس طرح سے اُسنے کھائی دیکھکر

ای ظفر ہی شرم سے دیکھا رخ خورشید زرد
یار کے بازو پہ تعویذ طلائی دیکھکر

کیا لچکنے مین ہی نازک شاخ سنبل سے کمر
بلکہ ہی باریک تیری تو نازکی سے کمر

تو نے کیون ڈورے سے پیٹی باندھی ای صیاد واہ
باندھی بلبل کی تھی تار رگ گل سے کمر

کسکی چھاتی سے لگائے اسکے جو سینہ کو چھو
دیکھنے دیتا ہو جب وہ کسی چل سے کمر

جی مین ہی اس ابر سے پھر میکشی پر باندھی
تیری ای مینا کی آواز قلقل سے کمر

کیون نہ اسمین سے روان دریائے اشک ضعف ہو
جبکہ ہو مشکل محراب در بل سے کمر

بیگنہ ہون طوق مت پہنا کہ ٹوٹنے گی میان
ساتھ ہی گردن کے بار حلقہ غل سے کمر

روز و شب جھن مہر و مہ پھرتے ہین بہر قرص نان
اہل دنیا کھول بیٹھے کب تحمل سے کمر

یکقلم نقشہ اتار اس رشک گل کا کھینچو
ای مصور خامہ منقار بلبل سے کمر

کیا کمر باندھے امید وصل پر عاشق ترا
کٹ گئی اسکی تو اب تیغ تغافل سے کمر

کیون نہ اپنی زندگی کو ہیچ وہ سمجھے میان
جسکے ہاتھ آوے نہ وہ نکر و تامل سے کمر

چاہیے کنج قناعت مین توکل ای ظفر
باندھنی سیکھے کوئی اہل توکل سے کمر

پیئے اگر تو جو آب شراب کا ساغر
نکالے موج سے دریا حباب کا ساغر

حنا سے تو دکھا دے اپنی آب و تاب ناخن پر
کہ ہوں صدقے ترے برگ گل شاداب ناخن پر

مرا ابرو کہ گلال اسنے ملا ہے کب یہ ہتھیلی پر
لگا خون شہید کے ہے اے دل بیتاب ناخن پر

نزاکت سے تری پیارے مرا جی وہم کرتا ہے
خدا کے واسطے رکھو کر قلم مت داب ناخن پر

قسم ہے اسکو تیرے نام لینے کی جو چھوئے تو
دکھا دیتا ہے لکھ کر وہ مہ القاب ناخن پر

شب آئینہ کسی کے پوچھے نقطہ شنگرف آسا جو
پڑا ہے تیر ظالم قطرۂ خون ناب ناخن پر

مرے تار رگ جاں سے جدا ہے درد نکلے ہے
چڑھاتا ہے جو وہ مطرب بسر مضراب ناخن پر

زمانہ رفتہ رفتہ اسطرح سے رنگ بدلے ہے
کہ جیسے ہو جاتی ہے رنگ حنا نایاب ناخن پر

ہلال عید کہتا ہے جسے عالم وہ صدقے ہے
تراشیدہ ترے اے غیرت مہتاب ناخن پر

ظفر کیا سوچ تبدیل قوافی غزل کا ہے
جو نکتہ دے ہے تو لکھا کے پیچ و تاب ناخن پر

ہنسو کا دم ہی یوں کہ دل کو وہ صرافا ناخن پر
او چھالے ہے درم کو دیکھ جوں صراف ناخن پر

کہاں رنگ حنا ہے خوب ہیں غور سے دیکھا
لگا ہے خون عاشق تیرے بے انصاف ناخن پر

دکھائی سیر کو وہ قاف ہمکو اس پری رخ نے
عجب کیا حاضرات اک آئینے لکھ کر قاف ناخن پر

خجالت کش اسی پل مردمک چشم بتاں ہیں ہو
لگے نقطہ سیاہی کا جو اس سفاک ناخن پر

ظفر گر برگ گل کو توڑے وہ نازک بدن میرا
نزاکت سے اثر کرتی ہے رنگت صاف ناخن پر

ظفر آگے مرے سرسبز ہووے کسطرح کوئی
کرے ہی طنز ہر مصرع مرا اب بہر موزون پر

فرہاد مر گیا یونہین پیر سنگ پر
شیرین کی کندہ کرنی تھی تصویر سنگ پر

زانو پہ تیرے غیر کا سر ہو تو کیون نہ پھر
ٹکیے سر اپنا عاشق دلگیر سنگ پر

مٹتا نہین کسیکے مٹائے سے اب یہ آہ
شاید کہ ہی نوشتۂ تقدیر سنگ پر

رگہاے سنگ ہون خط مسطر اگر کرین
احوال کوہکن کبھی تحریر سنگ پر

یہ دل تو کیا ہی سنگ مین روزن ہوای ظفر
مژگان لگاے اُسکی اگر تیر سنگ پر

کب اشک چشم کی ہی لخت دل کو بہا مین پانی پر
نہین ہی صاحب کشتی کو کچھ وسواس پانی پر

لب دریا پہ کشتی میکشی کی ہی کہ اہی ساقی
بنا ہر یک حباب بحر جو گیلاس پانی پر

حباب آسا جو تو بھر ہی ہر دم دام ہستی پر
اگر کچھ جنس دم آیا ہی تجھکو راس پانی پر

دل صد چاک میرا آنسوؤن سے یون ہی افسردہ
کہ جون ہوتا ہی پژمردہ گل قرطاس پانی پر

نہین گر صورت اخلاص اس سے تو بلا دے تو
ظفر پڑھ کر قل اعوذ برب الناس پانی پر

سرون مین گریہ اگر اپنی ناتوانی پر
فلک نہ بن یہ ہو یون جون حباب پانی پر

مطلع ثانی

کون اسپہ ہی اہل مہ تابان سمجھکر
دیکھون ہون تیرے رخ کو مین قرآن سمجھکر

آیا ہی لب بام پہ وہ صبح نکلنا
تو چہرہ رخ پہ ای مہر درخشان سمجھکر

افسوس کہ لگتا نہین وہ سینہ سے میرے
اس دل کو مرے آتش سوزان سمجھکر

کرتے ہین سلام انکے ہر صبح ادب سے
خوبان تجھے سب خسرو خوبان سمجھکر

اور بلکہ جھکاتے ہین سر عجز مہ و مہر
صد حیف تری آپ سے اب شان سمجھکر

لایا ہون تری نذر کو لخت جگر و اشک
رکھو دست قدرہ پر در و مرجان سمجھکر

گلشن مین مرے غیرت گلزار کے آگے
ہنسنا تو ذرا ای گل خندان سمجھکر

اور تجھسے یہ کہتا ہون کہ انکھین تو لڑانا
اس چشم سے ای نرگس حیران سمجھکر

کردے نہ ظفر لال یہان منہ کو کسی کے
کھاتا ہو تو سے غیرون کے تو اب پان سمجھکر

کھینچ مت صید فگن تو دل نخچیر سے تیر
اس نے کھایا ہی کمان کا تری تقدیر سے تیر

قتل عشاق کو ہی جنبش مژگان کافی
کیون لگے رکھنے میان ہاتھون شمشیر سے تیر

ای کماندار مین ہاتھ نکلے تیر ستم
جال اڑا شہپر مرغان ہوا گیر سے تیر

آہ کیون کر دل حیران سے ہمارے نکلے
چھوٹتا بھی ہی کہین بازو تصویر سے تیر

واہ ای جذب محبت کہ مرے سینہ سے
کھینچ سکا آہ نہ ہرگز کسی تدبیر سے تیر

تجھسے سمجھون گا قیامت کو بت کافر کیش
تو نے مارا ہی مجھے کون سی تقصیر پر تیر

دیکھنا اُسکے فرس توسن چالاک کے طور
پھرتا ہی خاک لحد پر مری وہ خاک کے طور

کرے ہمچشمی اگر اُس سے تو تیغ جھڑ جاے
روسکے ابر کب اُس دیدۂ نمناک کے طور

سر بسر زلف بتان سے ہی سہارا ربط اُسے
شانہ سان کیون بنو اپنے دل صد چاک کے طور

سر بسر صید دل اپنا ہو نہ کیون وابستہ
حلقۂ زلف وہ ہی حلقۂ فتراک کے طور

دم بدم تیغ بکف ہوتا ہی مجھپر وہ ظفر
کچھ نظر آتے ہین بید عجب سفاک کے طور

تیرے دیوانے کو مارے ہین یہ رو رو کے پتھر
لوہ جھٹ نام کو لڑکون نے نہ چھوڑے پتھر

عشق وہ سنگ گران ہی کہ کسی سے نہ اُٹھا
کیونکہ بھاری ہی ہر ایک جو کم چھوڑے پتھر

ہاتھ چھاتی پہ جو ہم نے مین لگایا تو کہا
سخت کیا ہاتھ ہین تیرے یہ نگوڑے پتھر

کوہکن تو نہ ہوا باندھ کہ ہم نے بھی یہان
سر سے مارے ہین دیوار کے پھوڑ کے پتھر

سنگ لاخ ایسی غزل تو نے یہ لکھی ہی ظفر
سنکے ہو جائین جسے طبع کے گھوڑے پتھر

بیوجہ نہین کچھ مری تقدیر گلوگیر
اس چشم کے سرمے کی ہی تحریر گلوگیر

قاتل سے کرون کیا دم تکبیر سخن مین
ہی جوہر شمشیر کے زنجیر گلوگیر

یہ تکمۂ یاقوت نہین تیرے گلے مین
ہی قطرۂ خون دل دلگیر گلوگیر

شب بستر کمخواب پہ آیا مجھے کم خواب
تیری جو رہی خواب مین تصویر گلوگیر

خدنگ دنبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زبان پر
کہ بوسہ اُس چشم سرمہ سا کا ہی زہر گویا مری زبان پر

لگا کے باتون مین اُنکو لائین جو حرف مطلب کا کچھ زبان پر
تو ایسی کہدین ٹھکانا جس کا لگے زمین پر نہ آسمان پر

تپ محبت مین سرو قد یہ کہان ہی خشکی مری زبان پر
کہ شکل سوہان پڑ گئے ہین ہزارون کانٹے مری زبان پر

اُٹھائے سوز غم ہر نمط ہین یہ خونکے دعوے کوئی غلط ہین
کہ مثل قط گیر خط یہ خط ہین ہنوز باقی ہر استخوان پر

خلش ہی خار خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزا
یقین ہی مانند برگ خرما اوگے گا نشتر کسی زبان پر

کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر
پر آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہائے مژگان کے ہر سنان پر

وہ چشم و ابرو تمھارے زیبا کہ قاب قوسین ٹھہرے اولی
یہ خال پیشانی کیون تمھارا نہ فوق لیجائے فرقدان پر

ہمارے سر پر سبو ہے ہامون کہے ہی داغ جنون کہ چکون
چراغ وحشت سرا ہی مجنون کرون مین روشن چراغدان پر

جفا کی طاقت کہان ہی باقی
کوئی ہوا ہنسو کی بوند ٹپکی ہمارے داغ
دل چلیان نہ سے

دیگر

یہ قد جواب کا او نا سا وہ کچھ پاسے بہار
تو پھول پھول سے کیون عندلیب گاتے بہار
لگا کے فندق اگر اونگلیونکو چمکاتے
تو چٹکیون ہی بن غنچہ کو بہار اُڑاتے بہار
نشہ مین ہم نہ دیکھیں اگر پینے ہوتی
نہ کیونکہ آنکھون مین سرسون ہی پھول جاتے بہار
ہزار حیف کہ ہم سے ہنوز تو ہم آغوش
پر کھلی یہ باغ پہ ہی ابر پہ برسے بہار

کہان ہی لالہ مگر اپنے خون سے فرہاد
کیا ہی دامن کہسار کو منقش کر

نہین فرو رہی قالین کہ نقش پا سے تو
زمین کلبۂ غمخوار کو منقش کر

برنگ بیضۂ نوروز عکس چمکون کا
سکھے ہی گوہر شہوار کو منقش کر

وہ پہنین برین لا گر لباس گلکاری
تو داغ کھا کے تن زار کو منقش کر

جبین پہ غیرت گلشن تو اپنے جون افشان
بآب زر خط گلزار کو منقش کر

کسی کو بھیجے ہون گر ظفر یہ چھ چھلے
تو دو کو سادہ بنا چار کو منقش کر

کھائے بخیہ مین نہ کیون عقل رفوگر چکر
چاک دل دیکھ رفو کھی ہی رفو در چکر

عارض و خال سے ہو اسکے نہ روکش ہر گز
کھانے گر تا بقیامت مہ و اختر چکر

اثر طالع گردش سے مرے ای ساقی
کھائے گرداب صفت بزم مین ساغر چکر

چرخ فانوس خیالی ہی کہ جسمین شب و روز
مثل تصویر ہر اک کھانے ہی اکثر چکر

گردش نجد سے دون کوہ کو مین چکر یون
جس طرح کھاتا فلاخن مین ہی پتھر چکر

غمزہ و ناز و ادا اور نگہ گردش چشم
تیر و شمشیر ہی اور نیزہ و خنجر چکر

دیکھ کر وہ مجھے آوارہ لگے فرمانے
تیرے پانؤ مین ہی یکدست مقرر چکر

نہ دیا مجھکو فلک نے پس مردن بھی قرار
خاک کو روز بگولے مین ہی یکسر چکر

آسیا کی طرح اب غور سے گر دیکھو ظفر
کھاتے گردش سے زمانے کے ہین پتھر چکر

دیگر

وفور اشکون کا ہی ہمارے نکلتے نالون مین ہین شرارے
نہ کیونکر ہون عشق پر نچھاور زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

پھپوے پانون مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان دکھا دے چنکر
کہ تا نظر آئین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

نہ سبزہ گل پہ جوش شبنم نہ چمکے جگنو ہوا پہ ہر دم
نظر سب آتے تجھے مجھکو یکسر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ادھر تو فوارے چھٹتے ہین وہان ادھر ہین اشجار پر چراغان
نئی ہی سیر اک چمن کے اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

زمین نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہی استاد پر وہ کامل
غرض دکھائی دیے بٹھا کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

بجز انگور کب راضی ہون ہم جب بیچ جانے پر
تاسف کو کمر ٹیکے بار کوہ غم اٹھانے پر
ترا گوہر اکا شانہ تھا اب ہی غیر کا مسکن
اثر دیکھا ترا ای گریہ وہ بیداد کشا ہی

رکھے ہی مرغ روح میکشان تک آب دانے پر
ٹپکتا تھا یہ سر شیرین کہ سنگ آستانے پر
تسلط زاغ نے پایا ہما کے آشیانے پر
کہ مجھکو آگ لگتی ہی ترے آنسو بہانے پر

پاک کرتے ہین جو بیغون کے بیٹرونکا جگر
مجھکو یہ عشق ہی الیسے کہ کھلا دون انکو

تیلیان پلکین ہون اور چشم ہی جون کا بک
ہیکے اس کھیل ہین دل صید یون آ کی ایسے بند

اتفاقاً کوئی گر اپنی پہ گھٹ بھی جاوے
کہدو صیدی ہے کہ تو خوش ہو لیا ہو تا ہی

انکھین کیا کیف کی حاجت ہی بہر کیف ہی تو
نسر طائر بھی انکھین دیکھکے کہتا ہی کاش

تیر جو کرتے ہین یہ خنجر سنقار بٹیر
کھائین گردانہ کی جا گوہر شہوار بٹیر

گر رہین آنکھون مین یہ مرغ نظر دار بٹیر
دام صیاد مین ہون جیسے گرفتار بٹیر

ہیزہ دین جو لڑا میسے طرفدار بٹیر
ہاتھ اندھی کے اگر آ گئی اکبار بٹیر

چشم خوبان کی طرح کیفی و سرشار بٹیر
دیوے مجھکو بھی بنا خالق دادار بٹیر

بات مردون کی ظفر ایک ہی کب سنتے ہین
آدھا تیتر کہین آدھا کہین گر یار بٹیر

بن ترے ای رشک گل رشک بہار
داغ بر دل ہون مین سوز ہجر سے

ہون گرفتہ دل برنگ غنچہ مین
اب تمھین ہی مثل موج آب جو

مین ہون آوارہ برنگ بوے گل
ہوتا اس گل کو نہین مطلق اثر

نوک سبزہ چشم مین ہی نوک خار
کیا خوش آئے مجھکو سیر لالہ زار

ہی روش گل کے جگر میر افگار
ہاتھ مین میرے عنان اختیار

ایک جا ہرگز نہین مجھکو قرار
مثل بلبل کر چکا نالہ ہزار

تمام ہوا دیوان اول ظفر

دیگر

پھیرے چوبی گو جو اس بیدادگر کی پشت پر
کیون لگین کوڑے نہ اس آشفتہ سر کی پشت پر

بستر گل پر جو وہ سویا تو پھولون کے نشان
نازکی سے پڑ گئے اُس سیمبر کے پشت پر

ماہ کے پیچھے نہ دیکھا تھا کبھی ابر سیاہ
پر سپر کو دیکھا اس رشک قمر کی پشت پر

ناتوان ہون مجھکو یارو اُس گلی مین لے چلو
تم بٹھا کر توسن باد صبا کی پشت پر

مال احمق کے لیے گر ہو سوا یہ چاہیے
اور بھی لادا زیادہ بوجھ خر کی پشت پر

پیچھے آنسو کے نہین لخت جگر اک راہرو
ہے روان گٹھری لیے رخت سفر کی پشت پر

کھل گیا جوڑا جو بالون کا تو بل سے ناز کی
پہونچا اک صدمہ ظفر اس موکمر کی پشت پر

ای ظفر جامۂ گل پر نکرے ناز کبھی
دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

قرہ ہی خنجر ابروے دلبر کے تلے خنجر	بنایا صانع قدرت نے خنجر کے تلے خنجر
نگہ پھیرے اگر اپنی جو صیاد جفا پیشہ	تو پھر جاے نگاہ صید مضطر کے تلے خنجر
وہ تیری سخت جانی دیکھ کر جھنجلا گیا ایسا	کہ توڑا سنگدل نے رکھکے پتھر کے تلے خنجر
ہمارا خون نہیں ایسا کہ چھپ جاوے ای قاتل	چھپائے تو اگر دامان محشر کے تلے خنجر
کمر بھی کھول کر مرد سپاہی اسطرح سووے	بغل مین ہو اگر تلوار تو سر کے تلے خنجر
فلق سے ہجر کی شب کاٹ ہی ڈالون گلا اپنا	اگر معلوم ہو رکھا ہی بستر کے تلے خنجر

نظر اُس مہروش کی دیکھیے کس کس کی گردن پر
ظفر ہر روز پھیرے چرخ اخضر کے تلے خنجر

ہر آشنا سے ایسا ہی اب آشنا کا طور	دو دن مین جیسے بگڑے ہی رنگ حنا کا طور
تیرے مریض عشق کی ہو کیا شفا کا طور	نی کچھ دوا کا ڈھنگ نہ ہی کچھ دعا کا طور
ہو وینگے فتنے کتنے ہی پیدا جہان مین	اگر ہی یہی تری نگہ فتنہ زا کا طور
مانند موج ہم ادھر آئے ادھر گئے	کس طور سے ہو بحر فنا مین بقا کا طور
رکھتا ہی تیرے زیر قدم سر قدم بہ چشم	سیکھا ہی خاک پانے تری نقش پا کا طور
واغظ جو اس سے ہی مین ہی وہ جو مین کہان	شوخی کی طرز ناز کا شیوہ ادا کا طور

مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُسنے
کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت چجر

دل مرا اڑا لے یل عشق نہ کس رنگ مروڑ
پنجہ رستم کا بھی ہو دیکو دم جنگ مروڑ

ذبح کرتا ہی تو کر لیکے چھری ای صیاد
ایک مت گردن مرغان خوش آہنگ مروڑ

شکن زلف کے مانند تری ای نوخط
لکھ سکے کب قلم مانی ارزنگ مروڑ

روکش اُسکے گل رخسار سے یہ ہوتا ہی
دے صبا کیونکہ نہ گوش گل خوشرنگ مروڑ

ایک دریا ہے اسکو بہے بجوئے جسام
دامن تر کو ترا عاشق بے ننگ مروڑ

ہاتھ پکڑ بھی جو تصور ہی تو وہ کہوے
تو مرے ہاتھ کو اتنا بھی بڈھنگ مروڑ

سہے جو نہ طفل دبستان محبت مین ظفر
پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

ردیف زاء معجمہ

بشر کو کیون ہو در پیش ہا نشیب و فراز
کہ دم کے ساتھ ہی ہر دم یہان نشیب و فراز

فلک عروج و تنزل سے اک زمانے کو
دکھاے ہی روش نردبان نشیب و فراز

کیے ہی جاے ہی راہ فنا کو طی ہر دم
سمجھتی کچھ نہین عمر روان نشیب و فراز

حضیض و اوج مین سیارہ ہین ستارے بھی
دکھاتا کسکو نہین آسمان نشیب و فراز

کہون بگولے کو کیا خاک میں پہلیا گرد
کہ سیر کی طرح سے دیکھے کہان نشیب و فراز

دیگر

خواب مین اُسکی جو لین رخ کی بلائین ہم نے	پیچ کہاتی ہی بڑی زلف گرہگیر ہنوز
منفعل کیون نہو تقصیر پر اپنے قاتل	شمع کے پانون پہ سر رکھے ہی گلگیر ہنوز
تکمہ یاقوت کا ہی اُسکے گریبان مین کہان	قطرۂ خون ہی کسی کا یہ گلوگیر ہنوز
جلوہ گر ماہ نہین واہ رے افقی فلک	منہ سے رکھتا ہی لگائے قدح شیر ہنوز
کون کہتا ہی معلق ہی یہ سقف گردون	کہکشان کا ہی لگا اس مین تو شہتیر ہنوز
وہ ترا طالب دیدار ہوا ای صید افگن	وار ہے کیون نہ بھلا دیدۂ نخچیر ہنوز
کون وحشت زدہ ہی رقص کنان زندان مین	صورت چشم سراپا ہی جو زنجیر ہنوز

غیر تقدیر نہین ہونے کا وصل دلدار
ای ظفر تو ہی عبث در پی تدبیر ہنوز

ہوا غم سے دل ناکام لبریز	مے غم سے رہا یہ جام لبریز
مین وہ مے نوش ہون پی جاؤن گر ہو	سبوے چرخ مینا فام لبریز
ترے ہاتھون سے جام بادۂ عیش	رہا کب گردش ایام لبریز
حنائی کیون نہو وے دست صیاد	کہ خون صید سے ہی دام لبریز

ظفر اشکون سے اپنا کاسۂ چشم
رہے ہی صبح سے تا شام لبریز

گر خوشی اس دل مغموم سے چاہی آمیز	وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

ہو سخط کب ہیں مرا گردیہ اس گال کے سبز
ڈورے صیاد نے ہیں رنگ دیے جال کے سبز

جم گیا گوشہ ابرو پہ نہیں کچھ وسمہ
بھول بیٹھے کے ہیں اس تیغ کی تہنال کے سبز

کیون پسند آتے نشیمن نہ ہمین قوس قزح
واہ تحریر کھینچی ہا ہس ہی کیا لال کے سبز

تیرے عارض پہ خط سبز ہی یا آئینہ
ہو گیا عکس سے طوطی کے پر و بال کے سبز

تیرے بیمار کا کیا چارہ کرے کوئی طبیب
زنگ ہو جا ہی بس سنتے ہی احوال کے سبز

باندھی مدت مین جو ٹی و نیکی مجنون نے ترے
پھر ہوا دشت جنون بعد کئی سال کے سبز

اس زمین مین کوئی ہر ہو اور غزل بھی رنگین
ہو سخن کس کا ظفر آگے ترے فال کے سبز

سنگ سرمہ نے کیا یون نگہ یار کو تیز
جس طرح سنگ فسان کرتا ہی تلوار کو تیز

پا برہنہ ترا وحشی جو سر دشت آئے
تو کرے باد صبا خار سے ہر خار کو تیز

گل اُسے دیکھ کے دیوانہ ہوا ہی قصداً
بلبلین کیون نہ کرین نشتر منقار کو تیز

نوک سبزہ کی نہین کچھ سر مہمیز سے کم
پھر کیا توسن وحشت کی جو رفتار کو تیز

نگہ یار غضبناک وہ وادل کی نہو
کہ دوا دیجے نہ اسطرح کی بیمار کو تیز

قیمت نیم نگہ دیتے ہین عاشق دو جہان
کر دیا عشق نے یہ جنس کے بازار کو تیز

ای ظفر دیکھتے کیا ہو کہ وہ سفاک جہان
آج پھر دیکھتا ہی اپنے گرفتار کو تیز

بے تمیزی ہی یہان تک کہ زمانے مین ظفر
نہ وہ تعظیم سی شی ہی نہ وہ آداب سی چیز

ردیف سین مہملہ

دل مرا لیکے کیا آپ نے واپس اجی بس
حوصلہ دیکھ لیا آپ کا بس بس اجی بس

ہمکو رخصت ہو کہ بس آپکی صحبت کے شریک
رات دن رہنے لگے سب کس و ناکس اجی بس

ہو چکا سیر طبیبون سے مریض غم ہجر
جاؤ کیا دیکھتے ہو گر مے ملمس اجی بس

ضعف سے بیٹھ گیا جون روش نقش قدم
اُٹھ چکا آپ کے کوچے سے وہ بیکس اجی بس

ناصحو کیجیے یہ پند و نصیحت موقوف
بس مین دل اور کے ہی پیر انہین بس اجی بس

کیون مقابل ہوے تھے حضرت دل عشق کے تم
ہو چکا آپ کا اتنے ہی مین دم کس اجی بس

ہم بھی رکھتے ہین زبان منھ کو سنبھالو اپنے
گالیان دے چکے اک بوسہ پہ دس دس اجی بس

پوچھو مت حضرت ناصح مرا آکے احوال
سنکے مغموم نہو خاطر اقدس اجی بس

تار زنّار کا جو باندھا تو نہ توڑا ہمنے
ہمسے ہر چند وہ کہتی رہی ہنس ہنس اجی بس

خاک اُس در کی ہی اپنے تن عریان کا لباس
ہمدمو چاہیے کیا مخمل و اطلس اجی بس

پنجۂ یار کے باندھوگے مضامین کب تک
ای ظفر سن چکے ہم بند مخمس اجی بس

مژگان سے کس کی چھپ گئے نشتر جگر کے پاس
روزن جو سیکڑون ہین برابر جگر کے پاس

دیگر

[illegible] قفس

دیگر

[illegible] طاؤس

چشم کے گرد نہین حلقۂ مژگان اسکے	آتے ہین لوگ عیادت کو یہ بیمار کے پاس
دیکھ ای ابر بہاری تو نہ کر ہمچشمی	لعل و گوہر ہین مرے دیدۂ خونبار کے پاس
مبتلا گل پہ جو بھنورا ہو تو کچھ دور نہین	دیکھو ہی داغ جگر میرے دل زار کے پاس
منکشف کیون نہو آثار محبت تجھپر	قبر عاشق کی ہی ظالم تری دیوار کے پاس
حلقۂ زلف اس ابرو کے نہو کیونکہ قریب	رکھنی قاتل کو سپر چاہیے تلوار کے پاس

سوزش عشق ہین دل کیون نہو بیتاب ظفر
جانے دیتا نہین کوئی مجھے اُس یار کے پاس

آبلہ پیدا ہوا داغ دل مضطر کے پاس	چاہیے تھا واقعی شیشہ بھی ہان ساغر کے پاس

مطلع ثانی

زلف آشفتہ نہین خال رخ دلبر کے پاس	شاخ سنبل باغ مین طرفہ ہی نیلوفر کے پاس
جیسے دل کے متصل رکھتا ہون مین تصویر یار	اور ہی صورت کا جلوہ ہی خدا کے گھر کے پاس
دل عشق نہ دیا ہی ای بت کافر تجھے	لعل کی کیا قدر ہو جب تجھسے ہو پتھر کے پاس
ہین تو سایہ سے بھی اسکے مانگتا ہون الحذر	ہو جو دیوانہ سو جاوے اُس پری پیکر کے پاس
ابر کی کیفیت نہین خالی ہمین بھاتی نہین	بادۂ گلگون سے شیشہ رکھدے ساقی ہر کے پاس
زلف کے کشتہ کا تیرے ہی جہان مدفون ہا	جا نہین سکتا کبھی کالا بھی مارے ڈر کے پاس
آفرین تجھکو ظفر ہو کیون نہ شاگرد نصیر	اس غزل کو جاسکے پڑھو ہر ایک دانشور کے پاس

ای ابر شتاب آنہ گھٹا جی کو تو اُسکے
کرتا ہی صدا نالہ دل مضطر طاؤس

جو داغ بدل ہی وہ ہی سلطان محبت
رہتا سر طاؤس پہ ہی افسر طاؤس

داغوں سے ظفر کیونکہ نہ ہر پر پہ ہو مہرین
صیاد جفا پیشہ پہ محضر پر طاؤس

یہ پونچھکر اشک وہ کہتے رہے ہر بار کہ بس
ہنسنے پر باندھ دیا رونے کا یہ تار کہ بس

مطلع ثانی

ہم ہوے شب کو یہ نالان پس دیوار کہ بس
کھول کر غرفہ لگے کہنے وہ ناچار کہ بس

خوف آتا ہی ترے جعد میں موباف کو دیکھ
کیا نکالے ہی زبان اپنی سیہ مار کہ بس

جان و دل تاب و توان ہوش و خرد صبر و قرار
لیجیے اور بھی کچھ ہی تمہیں درکار کہ بس

دیکھتا ہی نہیں تصویر کو جا یوسف کی
اُسکے ہی حسن کا البتہ یہ بیمار کہ بس

ہاتھا پائی میں جو کل ٹوٹ گیا ہار اُنکا
اس قدر ریزے گرے گوہر کے ہوے ہار کہ بس

ہو گیا سینہ مشبک ترے تیروں سے تمام
کہ تری مرضی ہی کیا اور بھی ای یار کہ بس

جام و مینا و سبو کیا ہی چڑھا جائینگے خم
ساقیا منہ سے نہیں کہنے کے میخوار کہ بس

ای ظفر دل ہو نہ کس طرح سے مضطر کی طرح
آج اس طرح کا دیکھا ہی طرحدار کہ بس

جاے سب جا کے اگر یہان وہ نہ آئے ہوتا
واقعی سچ ہی کہ یہ جا ہی جاے افسوس

کب بزم انبساط ہم اسمین ہو سکے — ہی غنچہ کبود جو چرخ کہن کے پاس

ای دل کیا ہی خضر نے یہ جاہ پر گذر — تحریر خط سبز نہین اُس ذقن کے پاس

پھولے نہ پیرہن مین سمائین گے شل گل — پہونچے گر ابکی اُس بت گل پیرہن کے پاس

اپنا تو بعد مرگ بھی ہی عالم جنون — سوزن کا کام کیا ہے چاک کفن کے پاس

تحریر سے مسی کی وہ دندان ہین غنچہ سا — کیا طرفہ نیلوفر ہی کھلا یاسمن کے پاس

دیکھے اگر ترے قد دلجو کو باغ مین — قمری نہ بھٹکے آنکے سرو چمن کے پاس

ہیبت سے ہو دو نیم وہین سینہ جرس — آئے کبھو جو میرے دل نعرہ زن کے پاس

اس بحر مین اک اور غزل پڑھیے ای ظفر
رکھتا ہی کون دل سے یہ موتی سخن کے پاس

زلف آگئی صبا سے وہ خال دہن کے پاس — مار سیاہ کھیلے ہی کیا اپنے من کے پاس

دل مین یہان ہی حسرت نظارۂ چمن — صیاد رکھ قفس کو ہمارے چمن کے پاس

ابرو کے پاس تل نہین کاجل کا ہی بنا — یہ حلقہ اسپر ہی بت تیغ زن کے پاس

گل وہ گلے جو عاشق بیمار کے لگا — ق اُسکی طپش کی گرمی جو پہونچی بدن کے پاس

بولا کہ مجھکو تاب نہین اب یہ حال ہی — شب جیسے شمع جلتی ہی شمع لگن کے پاس

گر جاؤ تات دہر سے غم ہی تو ای ظفر
گر جا کے التجا شہ خیبر شکن کے پاس

ردیف شین معجمہ

بھولا نہ تجھے یہ کبھی اس یاد کو شاباش | شاباش ہمارے دل ناشاد کو شاباش
ہر روز ستم تازہ ہے ہر روز نیا ظلم | ای شوخ ستمگر تری ایجاد کو شاباش
گویائی اگر ہووے لب زخم جگر کو | اتنا کہے اس خنجر بیداد کو شاباش
نازک ہے تو کس کام کا ناصاف ہے گر دل | فولاد بنا آئینہ فولاد کو شاباش
المنۃ للہ کہ ہوئی اتنی تو تاثیر | کہتے ہیں وہ سنکر مری فریاد کو شاباش
یہ قتل کا ہے شوق کہ اڑ جائے اگر سر | پیدا ہو صدا حلق سے جلاد کو شاباش
مرغ چمن قدس کو اس دام سے کیا کام | پر کھینچ ہی لایا مجھے صیاد کو شاباش
کیا طرز وفا عشق سے سیکھا ہے دلا واہ | شاباش تجھے اور ترے استاد کو شاباش
مر مر گئے ہوئے داخل جنت بنی آدم | پر چھوڑ نہ جائے پدر اولاد کو شاباش
آسان نہیں سنگ پہ سر مار کے مرنا | کیا کام کیا عشق میں فرہاد کو شاباش
ہیں لاکھوں خیالات ہیں فکر سخن اپنا | تیری ظفر اس طبع خداداد کو شاباش

بالش کہاں ہے اور کدھر شوخی سنگی فرش | ہے خشت جا تکیہ ہیں اور سنگ فرش
بستر پہ کیوں تڑپ کے نہ شب کو کروں سحر | تجھ بن لائے ہیں مجھے کیا کیا ترنگ فرش
سیکھی ہے آہ کس سے شرارت یہ شمع بزم | شب کر دیے ہو تو نے جلا کر پلنگ فرش
ساقی پہونچ کہ چادر مہتاب نے کیا | کیا چاندنی کا چرخ پہ یہ بیرنگ فرش

نقد دل لیکے دیا بوسہ لب کیا کھینچے | خود لگا کہنے کہ ہون لعل بدخشان فروش
بدرقہ تیر قضا جلد کہین ہو یارب | جتنے ہین کوچہ دلدار مین پیکان فروش

روز و شب قرص مہ و مہر لیے پھرتا ہی
ای ظفر کیون نہ فلک کو کہین ہم نان فروش

وہ چشم ہو کیونکر سحر و شام فراموش | مین مست ہون مجھسے ہو کہان جام فراموش
ہو جس سے کہ ایکبار مرا نام فراموش | وہ یاد دو عالم سے ہو ناکام فراموش
کس وجہ سے جاوی یہ پریشانی دل آہ | ہوتی نہین وہ زلف سیہ فام فراموش
لے سر پہ وبال اپنے اسیرون کا نہ صیاد | اتنا بھی نہو رکھ کے تہ دام فراموش
جس کام کو آئے تھے یہان ملک عدم سے | افسوس کہ وہ ہمسے ہوا کام فراموش
اک مین بھی ترے دور مین ہون رند سبوکش | تو مجھکو نہ کر ساقی گلفام فراموش
ہو یاد ترے کعبہ رو کی نہ مجھے کیون | کافر ہون جو دل سے کرون اسلام فراموش
اس نرگس مخمور کا رکھتا ہون تصور | ہی جیسے خیال گل بادام فراموش

آرام و قرار و خرد و ہوش وہی ہی
کیونکر ہو ظفر دل سے دل آرام فراموش

نہین قمری کی طرح سرو گلستان پہ غش | شکل پروانہ ہون اس شمع شبستان پہ غش
نہ تو سنبل پہ ہون مین اور نہ ریحان پہ غش | مین ہون اُس گل کی خط و کاکل پیچان پہ غش

رکھتا ہون سدا ہجر مین بھی وصل کا مین ذکر
گو عیش نہین پر ہی زبان پر سخن عیش

سیکھے کوئی رندان خراباتنشین سے
ہی زاہد بیچارہ کب آگاہ فن عیش

ساقی کے لب لعل پہ گرمی سے نشے کی
ہر قطرہ عرق کا ہی سہیل یمن عیش

کیا بادہ کشی کیجیے کہ سنگ ستم چرخ
ہی خم شکن عشرت ساغر شکن عیش

ہو روبرو اپنے جو اگر شمع رخ یار
کس طرح سے روشن ہو ظفر انجمن عیش

دکھادے اپنی جو وہ رشک آفتاب تراش
تو آئینہ کی ہو غیرت سے غرق آب تراش

جو تیری چشم سے رکھے خیال ہمچشمی
تو تیغ موج سے ڈالے سپر حباب تراش

ہماری بات کو ہر دم جو کاٹ دیتے ہو
کہان سے تمنے نکالے ہین یہ جواب تراش

ترے لیے فلک ای شہسوار توسن ناز
دکھائے ہی مہ نو صورت رکاب تراش

زبان دراز نہایت ہی شمع ای گلگیر
تو اسکے بزم مین اُسکی زبان شتاب تراش

نہ کر تو مشق ستم میرے صفحۂ دل پر
قلم تراش سے ای شوخ پر کتاب تراش

ظفر مدام یہ ساقی سے اپنے کہتا ہی
بلور کا تو دکھا ساغر شراب تراش

گھر مین اُسکے جاکے پھر کسکو رہے ہی کچھ کا ہوش
نہ خبر تن کی رہے ہی اور نہ ظالم در کا ہوش

سیج پر پھولونکی ہان بیٹھو اور سوتا ہی وہ
مجھکو بیان درد جدائی سے نہین بستر کا ہوش

نبض پر رکھتے ہی انگشت پھپھولا پڑ جاے	ای طبیبو وہ بلا ہی تپ ہجران کی طپش
نہیں معلوم یہ کیا عشق کی [illegible]	پھونکے دیتی ہی مجھے میرے دل و جانکی طپش

لکھہ یہ تبدیل ردیف اور غزل گرم ظفر
جسکو ہو سننے کی زیادہ دل یاران کی طپش

جگر و دل مین ہی وہ نشتر مژگان کی خلش	نہ سنان کی جسے پہونچے ہی نہ مژگان کی خلش
بن ترے بستر گل پر مجھے حق مین ہی گل	ہر رگ گل مین ہی اب خار مغیلانکی خلش
دیکھنا جوش جنون ہی مرے سینہ پہ سوا	نیش زنبور سے بھی تار گریبان کی خلش
تن پہ ہر مو ہی مرے نشتر زہرآلودہ	دل مین جسدم سے ہی نیش غم جانانکی خلش
تم ہو اور غیر مین اب دہر ہی گلگشت چمن	ہم ہین اور آبلہ اور خار بیابان کی خلش
گو نہ بالی کی مرے دل مین چبھی ہی [illegible]	نیش کژدم مین ہی کاہیکو اس عنوانکی خلش

ای ظفر نشتر الماس سے بھی ہی افزون
دل عشاق مین خار غم ہجران کی خلش

مغان اگرچہ ہی یہ موسم بہار تو خوش	بغیر بادہ نہون ایک میگسار تو خوش
خوشی سے ہنستے ہین گل گرچہ رو رہی شبنم	بلا سے ایک ہی ناخوش کہ ہین ہزار تو خوش
پھرا نہ ملک عدم سے کوئی ہزار افسوس	کہ اس سے پوچھیے بتلاؤ ہینگے یار تو خوش
ہوے وہ داغ جگر دیکھکر مرے [illegible]	وگرنہ آئے ہی یان سیر لالہ زار تو خوش

دوہا

قسم خدا کی وہ ہی تیری شوخ و شنگ تراش
کہ بت تراش نہ ایسا نہ کوئی سنگ تراش

جو اس طرح سے ہی مشق ستم تجھے منظور
قلم کی طرح مرے سر کو خانہ جنگ تراش

اگرچہ جوہری حسن میں ہیں آپ مشہور
و لے کہاں ہی تمھارا سا نازنگ ڈھنگ تراش

کہاں ہیں قطرۂ خون چشم میں تیرے عشق اسکا
یہ لایا موتی کے دانے ہیں ایک رنگ تراش

جو اسکے ناوک مژگان کا وصف لکھتا ہی
تو ای ظفر کوئی تو خامۂ خدنگ تراش

کیوں نہ یہ سنکر کھڑے ہوں باغ میں بلبل کے گوش
صبحدم شبنم سے یکسر بھر دیے ہیں گل کے گوش

منھ سے کیا اپنے نکالیں بات ہم ڈر ہی یہی
ہیں لگے رہتے ادھر کو اندنوں تو سب کے گوش

یا تو ای زاہد ہمیشہ چار قل سنتے تھی ہم
یا لگے رہتے ہیں اب آواز پر قلقل کے گوش

گوش بر آوازہ ہیں غماز یار روز آ دن [?]
ہو سکے تو بند کردو اسکے تم بل جل کے گوش [?]

ہو جو زیور کا تحمل کیونکر اسکے کان میں
تو میں جس نازک بدن کے بوجھ سے [illegible] کے گوش

چشم میگون سے نہ اسکی ہو سکے ہم چشم دیکھ
ساقیا تو کھول دے محفل میں جام و مل کے گوش

ای ظفر اک بات میں مقراض فکر تیز سے
کترے ہی وقت سخن تو طالب آمل کے گوش

نہ مجھکو عشق میں ہی جان کا نہ تن کا ہوش
اگرچہ ہی تو ہی اپنے ہی گلبدن کا ہوش

کیا جو مارکے دفن اسنے مجھکو چھت میں
غضب ہی تھا کہ قتال تیغ زن کا ہوش

خیال چھوڑیے دنیا کا کیجے دین کا فکر	تلاش اُدھر کی ہی کیا چاہیے ادھر کی تلاش

جسے تلاش ہی مضمون کی جانتا ہی وہ
کہ ہی تلاش سے سبکی جدا ظفر کی تلاش

کرتے ہین بہت صاحب تدبیر پس و پیش	پر دیکھیے کیا کرتی ہی تقدیر پس و پیش
دل پہلے پھنسا زلفین جا چھٹے پیچھے	دونون ہوگئے وابستہ زنجیر پس و پیش
جب تک کہ رہا دم مرا دل سے رہی	آہ سحر و نالۂ شبگیر پس و پیش
کہ دیکھو قاصد کہ نہ تھے ہوش ٹھکانے	کچھ خط مین اگر حرف ہون تحریر پس و پیش
دم جائیگا ساتھ اُسکے پڑا مرگ کوئی دم	شاید ہو ترے باعث تاخیر پس و پیش
پیکان ہی سر انگشت سر سینہ ہی سوفار	کیا خوب برابر ہی ترا تیر پس و پیش
ہر روز ترے ساتھ ہی ای سرو خرامان	سایہ کی طرح عاشق دلگیر پس و پیش

دل جنکا ہی روشن وہ ظفر صورت خورشید
یکسان ہی سدا باعث تنویر پس و پیش

ہر طرح غیر کی دلجوئی ہی معقول چہ خوش	ہمسے ہر بات پہ بدخوئی ہی معقول چہ خوش
بات معقول کہون مین تو کہے قرزندہ	تو اتالیق ہرا کوئی ہی معقول چہ خوش
دل ہوا اُسکا سوا اور مکدر ہمسے	گر دکین گریہ نے کیا دعوئی ہین معقول چہ خوش
جو نہ کہنا تھا کہا منہ سے وہ تمنے ہمکو	واہ کیا آپ کی کم گوئی ہی معقول چہ خوش

عجب طرح کا زمانہ یہ آگیا ہی ظفر
کسی کے ساتھ کسیکو نہین ذرا اخلاص

جو دیکھے داغ دل خانمان خراب کا قرص
ہمارے مردمک دیدۂ پُر آب کو دیکھو
تپ فراق مین اُس مہ جبین کے دو مجھکو
یہ ترک چشم بتان کے سپر ہی پہلو مین

تو جل کے سوختہ ہو جاے آفتاب کا قرص
بھنور کا بحر مین کیا ہی اسِ آب و تاب کا قرص
بجاے قرص طباشیر ماہتاب کا قرص
نہین ہی حلقۂ گیسوے مشکناب کا قرص

نہ کیونکہ قوت دل ہو ظفر کہ وہ گلرو
بنا کے دے مجھے وہ صندل و گلاب کا قرص

بھری تھی ساغر مین رات ساقی نے ایسی خوشبو شراب خالص
نہ اُسکو پہونچے ہی مشک خالص نہ اُسکو پہونچے گلاب خالص
اس آرزو مین کہ اُسکے پانوٗن کے چھلے کوئی مجھے بنا دے
ادھر تو ہی سیم ماہ خالص اُدھر زر آفتاب خالص
حلاوت اُس شیرین لعل لب کی نہ پوچھو بوسے کی ہی یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھول لیکے آب خالص
دل شکستہ درست میرا ہنو وے کیونکر کہ ہاتھ آئے
تمھارے بوسہ کے خال مشکین کے مومیائی شتاب خالص

رات دن سولی پہ ہوتا ہی دین ...	کسکو ای فاختہ ہی سرو چمن زار کی حرص
روغن عشق کو بجھا سکتا نہیں ہی ہرگز	لقمہ چرب سے جاتی نہیں پرخوار کی حرص
پیش نسیان نکرے والب اظہار طلب	ہو صدف کو نہ اگر گوہر شہوار کی حرص
ہی فقط داغ جگر عشق کی دولت کافی	تیرے عاشق کو نہیں درہم و دینار کی حرص
قتل سے اور بڑھا شمع کا شعلہ دیکھو	سر کو کٹنے پہ نہیں کٹتی ہی زردار کی حرص

بیٹھنے دیتی ہی کب گنج قناعت میں ظفر
ایک دشمن ہی یہ دنیا کی طلبگار کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

لب نکالیں گے ترے لعل یمن پر اعتراض	زلف ہی کرتی ہی کیا مشک ختن پر اعتراض
ہنسنے کی ہی جا کہنی اور اُسنے کی غار اکنی	واجبی ہی گر کریں ہم کوہکن پر اعتراض
لاکھ پیچ و تاب کھائے موج دریا پر کہاں	کر سکے اُس آستین پر شکن پر اعتراض
ہو وے پھر صبح قیامت پر قیامت آشکار	گر نکالے کچھ مری خاک کفن پر اعتراض
شاخ سنبل سے نکالے شاخسار زلف گر	قد ترا کرنے لگے سرو چمن پر اعتراض
باندھے گنبد اگر اک اپنی دود آہ سے	لاکھوں نکلیں خیمۂ چرخ کہن پر اعتراض

آج کس اہل سخن کو اسقدر مقدور ہی
کر سکے جو ای ظفر تیرے سخن پر اعتراض

جلد اول دیوان ظفر

بت کشمیر کے آیا جو نہیں طرف سے خط — کھل گیا راہ میں شاید کہیں یہ برق سے خط

باندھتی ہی اُسنے کمر قتل پہ شاید ہمدم — لکھ کے بھیجا ہی جو خونخوار نے تنجر سے خط

عمر کی صرف اسی بحث میں تونے ناداں — لکھنا آتا ہی کوئی نخچے سے او رقم سے خط

ہمدموں آہ مرا دل ہی اسی غم سے نڈھال — نہ پڑا تن پہ جو تیغ بت کمظرف سے خط

چشم پرخون سنے تری خانۂ مژگاں سے ظفر
دیا گلزار رقم خان کے ما حرف سے خط

کس طرح جا کے کیجیے جاناں سے اختلاط — جب تک مجھے نہ اُسکے ہو دربان سے اختلاط

مانند موج جیسے ہی چین بر جبین وہ ہی — اس آستین کو دیدۂ گریان سے اختلاط

کس رو نہ چمکے آہ مری برق سان کہ ہی — اس حسن کو ہی آتش سوزان سے اختلاط

ہیہات مثل گل نہ کبھی تنگ ہو رفو — دست جنون رکھے ہی گریبان سے اختلاط

اس وسے زیر زلف کے کیونکر کچھ نگرد — پروانے کو ہی شمع سبستان سے اختلاط

ملتا ہی دل مرا رخ روشن کو یون ترے — جون ہو چکور کو مہ تابان سے اختلاط

صد چاک دل یہ اُلجھے نہ کاکل سے اسکی کیون — رکھتا ہی شانہ زلف پریشان سے اختلاط

تا تک سنے تشکل نہ صورت آئینہ طلعتان
مجھکو ظفر رہے دل حیران سے اختلاط

ین سنے لکھا ہے تو کل اُسے تدبیر سے خط — یا الٰہی وہاں پہونچے مری تقدیر سے خط

دیگر

غلامی کا ظفر فخر جہان کی
لکھا ہمنے تو بے آرسے سیلے خط

آج مین نے جو لکھا تجھے تدبیر سے خط — شکر تو خط کہ وہ پہونچا مری تقدیر سے خط
ای پری رو یہ ہی خط کش ترے دیوانے کا — تو نے دروازہ کے باندھا ہی جو زنجیر سے خط
خط کے پڑھتے ہی پڑین تارے دل مین سوراخ — اس کماندار نے لکھا قلم تیر سے خط
کر دیا تیغ نظر ہی نے تری کام تمام — گو کہ قاتل نہ پڑا ہم پہ شمشیر سے خط
نامہ بر خط کے جو آتے ہی بجو آیا مرالا — کیا لکھا اسمین یہ خالی جو ہی تاثیر سے خط
خط پہ خط آتے تھے اتوار تلک تو وان سے — نہین معلوم کہ آیا نہین کیون پیر سے خط

ای ظفر کیونکہ نہ سمجھے اسے عاشق ایمان
رخ وہ مصحف ہی تو کچھ کم نہین تفسیر سے خط

اس نے برہم ہو جو بھیجا ای دل افسردہ خط — شکل گل ہم دیکھتے ہی ہو گئے پژمردہ خط
قاصدون کی ہی شہادت گاہ مِن کی گلی — وان تلک لیجائیگا کس کا ہی یہ دل گردہ خط
میر سینہ پر دہ رکھدینا کفن مین بعد مرگ — ہو گیا اک آن مین بس کاغذ نم خوردہ خط
نامۂ جانان کے پڑھنے ہی جو یہ آنسو بہے — قاصدا ہو جاؤن مین گر پڑھتے پڑھتے مردہ خط
گو صریحاً وصل کا اقرار تھا مرقوم پر — یون ہوا معلوم کچھ لکھا ہی ہو آزردہ خط
ہو گئی دل کی تسلی یک بیک میری ظفر — قاصدم از جانب دلدار چون آوردہ خط

گر نہ ہستی کا بھروسا کہ فنا یون ہی اسے / جیسے مٹ جاسے سراب سوان آن مین خط

جلوہ دکھلاتے ہین کیا کیا ہمین اللہ اللہ قدر / ہین جو یہ رنگ مسی کے ترے دندان مین خط

لکھ کے بیتابی دل ہاتھ سے وون پھینک اگر / ہو گئے جون طائر بسمل ابھی میدان مین خط

کھیٹ گیا سکے مرا نالہ فلک کا سینہ / کہکشان کا ہی یہ کب گنبد گردان مین خط

لکھتے لکھتے جو مجھے حال دل آیا رونا / بہہ گیا کھل کے مرا اشک کے طوفان مین خط

ای ظفر دوسری بھی گر تجھے لکھنی ہی غزل / پھیر کر قافیہ باندھ اور ہی عنوان مین خط

زلف کے تار سے ہی رخ پہ کہان یار کے خط / صحن گلزار مین چلتے ہین بر امار کے خط

پہنکر ہار گلے مین جو وہ سویا شب کو / پڑ گئے گردن نازک پہ کئی ہار کے خط

خط تو بگڑا ہی گیا تھا مرا لیکن نکلے / پاس قاصد کے مرے اور بھی دو چار کے خط

خط عارض ترا وہ ہی کہ ہوئے سر سبز / رو برو کوئی ترے اے خط گلزار کے خط

نامہ بر دیکھیے تقدیر مین لکھا کیا ہی / یار پڑھتا ہی مرا سامنے اغیار کے خط

یاد آئی دم تحریر جو وہ زلف دراز / ہو گیا ایک برابر کئی طومار کے خط

کھینچے ہی تار شعاعی سے ہمیشہ سرخاک / مہر بھی رو برو اس تابش رخسار کے خط

مہر سرنامہ اگر ہو دین نہ آنکھین قاصد / کیونکہ معلوم ہون حسرت کش دیدار کے خط

تیغ ابرو سے ہین جانباز ظفر سینہ سپر / بے اجل پڑتا نہین دھار سے تلوار کے خط

لوگ کہتے ہیں ہی دیکھو کے مجھکو بخدا
ای ظفر ہیو تو اُس بت کی دعا سے محفوظ

مجھے تو وقت سخن شوخ تندخو سے لحاظ
اُسے نہ شرم کسو سے نہ ہی کسو سے لحاظ

بجز آیا دل مرا سو بار پر نہ رویا میں
رہا یہ مد نظر پاس آبرو سے لحاظ

چمن میں اگر جھکائے کھڑی ہی کیوں نرگس
اگر نہیں ہی کسی شوخ لالہ رو سے لحاظ

وہ بے حجاب ہو گیا ایک ساغر و سے
کہ ٹوٹے جس کا نہ سو شیشہ و سبو سے لحاظ

جہان میں پائیگا کیونکر وہ گوہر مقصود
جسے تلاش سے ہو شرم جستجو سے لحاظ

لحاظ ہی یہ فقط تیری دوستی کا ہمیں
تری جو بزم میں کرتے ہیں ہم عدو سے لحاظ

قسم ہی خنجر قاتل تجھے مرے سر کی
جو وقت ذبح کرے تو مرے گلو سے لحاظ

چمن سے آئے نہ بے پردہ تا بہ بزار
اور آئے گل جو نہ اظہار رنگ و بو سے لحاظ

صفائی دیکھو ظفر آئینہ کے دیدے کی
نہ خوبرو سے ہی اسکو نہ زشت رو سے لحاظ

جیسا ہا مضمون ترے رخ پہ سنبل محفوظ
ایسا ہی روز جزا تو بھی ہو قاتل محفوظ

نالہ و آہ سے خوگر ہوں سدا میں عاشق
ہو وے کیا نغمہ مطرب سے مرا دل محفوظ

مل گئی نعمت کونین اک پل میں
ہو گیا دیکھ کے تجھکو تیرا بسمل محفوظ

آبرو خاک میں ملجائے گی آئینہ کی
ہو گیا خاک ترے ہو کے مقابل محفوظ

ردیف غین معجمہ

ہوکے گل نازاں چمن مین کیون نہ پھولے ای صبا
غیر سے لکھوا کے تونے قطعہ جب خط مین دیا
ساقیا جوش سرشک خون سے تجھ بن ہنگیا

ہی اُڑائی فی الحقیقت ہمنے سیر گل کی قطع
ہمنے امید وفا اُس روز سے بالکل کی قطع
ہی بعینہ دیدۂ تر اپنا جام مل کی قطع

خوش نہ آوے گفتگو کیونکر تری سبکو ظفر
شعر مین تیرے عیان ہی طالب آمل کی قطع

کم نہین ہی سوزش داغ دل دلگیر و شمع
کب لقصور اُسکا دل مین ہی اور آہ آتشین
موج اشک چشم ای پروانہ کب ہی زیر پا
اُس رخ پرنور سے روشن ہو کیونکر ماہتاب

بلکہ ہمسر ہی ہمارا نالۂ شبگیر و شمع
ہین یہ فانوس خیالی مین ہم تصویر شمع
موج سودا ہی آپا ہم سمجھ زنجیر و شمع
ایک ہو کیونکر چراغ مہر پرتنویر شمع

ہی اجل سر پر کھڑی یہ کھل گئی شبکو ظفر
ایک جا جو ہین ہمین آئی نظر گلگیر و شمع

عشق مین رکھتی ہی نسبت دیکھو تو بلبل سے شمع
موج دود شعلہ اُسکو مت سمجھو اہل بزم
شعلۂ آواز قمری سے اگر جل اُٹھے سرو
آہ آتشبار کیا نکلے دل پر داغ سے
آپ ہی نے یہ غزل لکھی ہی ورنہ ای ظفر

بے سبب کب ہی لگن اپنی لگائے گل سے شمع
کھیلتی ہی رات کو اپنے سر کاکل سے شمع
ساقیا دیکھین اُسے ہم چشم جام مل سے شمع
ہمنے روشن کی ہی یارو چراغ گل سے شمع
کب ہو روشن سطرح کی طالب آمل سے شمع

تجھسے تاب حسن میں کشمکش ہوتی شعلہ گاہ
شمع کو کیا تاب اُسکے روبرو سرکش رہے

اور ہو ہمسر کبھی تجھسے قد و قامت میں شمع
کیا ہوا ساق بلورین ہی تری صورت مین شمع

ای ظفر رکھتی ہی اپنا نام روشن بزم مین
گوشہ فانوس ہی اک گوشہ عزلت مین شمع

دریا بہائے گر مژہ اشکبار شمع
تو بھی بجھے نہ سوز دل داغدار شمع

ہوتا ہون شب جو انجمن آرا کسی رنج و غم
لیتا ہون اپنی آہ کے شعلے سے کار شمع

اُس شعلہ خو پہ کیونکہ نہ دون اپنی جان نثار
پروانہ کس طرح سے ہوے نہ نثار شمع

ہی دل جلون کو سوز محبت سے تازگی
آتش سے ہی شگفتہ گل نوبہار شمع

گرمی سے تیرے حسن کے ہو وہ عرق عرق
ای شعلہ رو جو بزم مین تو ہو دوچار شمع

سرتاقدم زبان ہی لیکن کیا کرین بیان
گویائی زبان پہ نہین اختیار شمع

ممکن نہین کہ ہو نہ سزا جرم عشق کی
پروانہ کے ہی واسطے موجود دار شمع

سوز غم فراق سے ہی کیا عجب اگر
بنجائے میرا تار نفس مثل تار شمع

پردہ ظفر نہ سوز محبت کا ہو سکا
فانوس کیا ہوا جو ہوا پردہ دار شمع

شعلہ عشق نہین ہی دل مایوس مین شمع
جل رہی ہی عجب اس پردہ فانوس مین شمع

جنبش شعلہ سے پروانہ کے جلجانے پر
ہاتھ ملتی ہی کھڑی حسرت و افسوس مین شمع

ردیف عین مہملہ

کس شعلہ خو کے کوچے سے آئی صبا کہ یون — پھر کا حیات عاشق مہجور کا چراغ

جو عیش گھر ن میں رہتے ہین دنیا مین بیفروغ — دیکھا ہی کسنے خانۂ زنبور کا چراغ

چشم و چراغ بادہ کشان ہی یہ جام مے — روشن ہی جس سے دیدۂ مخمور کا چراغ

مونس ہو اور کون تپ غم مین رات بھر — دلسوز ہو نہو ترے رنجور کا چراغ

مثل سگ گرسنہ ہمیشہ ہوائے نفس — چاٹے ہی کاسۂ سر مغرور کا چراغ

تربت پہ بیکسون کی مناسب ہی ساقیا — روشن ہو جام بادۂ انگور کا چراغ

روشن اگر ہو نور حقیقت سے تیری چشم — ہی ہر شرار سنگ نشان طور کا چراغ

ہی صرصر حوادث دوران کا غم بھی ساتھ — کیونکر بہنسے کہین دل اسرہ کا چراغ

روشن ترے فروغ سے کیونکر نہو چراغ
توہی ظفر ہی خانۂ تیمور کا چراغ

جگر برشتہ و جان خستہ دلفگار دریغ — ہزار حسرت و صد حیف و صد ہزار دریغ

مدام داغ نصیب دل و نصیب جگر — نفس نفس نفس سرد و بار بار دریغ

سحاب و آب روان لالہ زار و جوش بہار — نہ جام بادہ نہ محبوب گلعذار دریغ

ہمیشہ وعدہ خلافی شعار یار افسوس — ہمیشہ جانب در چشم انتظار دریغ

غم محبت و درد فراق و رشک رقیب — ہجوم آفت و یک جان بیقرار دریغ

صد آرزوے وصال و حیات نیم نفس — نفس شماری و اندوہ بے شمار دریغ

شب ہجران کی کیا کہیے ظفر ہاے
رہے کھاتے ہم اکثر داغ پر داغ

کیا لائے اس ابرو کی بھلا تاب دم تیغ ۔ ہو جائے اسے دیکھتے ہی آب دم تیغ
جو تشنۂ لب آب شہادت ہو ہمیشہ ۔ سفاک اسے کرتی ہی سیراب دم تیغ
تجھ بن کبھی گر بادہ کشی کرتا ہوں مین آہ ۔ لگتی ہی ہر اک موج مئے ناب دم تیغ
کیونکر نہ حباب اپنا سر اب ہاتھ پہ رکھے ۔ بنجائے جو موج سر گرداب دم تیغ

کیونکر نہ خم تیغ ظفر صورت پل ہو
کر دے جو روان خون کا وہ سیلاب دم تیغ

پایا نجائے جسکے گرفتار کا دماغ ۔ پہونچے فلک پہ کیونکہ نہ اس یار کا دماغ
کیونکہ نہ میرے کعبۂ دل پر لگائے لات ۔ عرش برین پہ ہی بت عیار کا دماغ
ہوتا ہی بوئے گل سے پریشان ای نسیم ۔ نازک تر اس قدر ہی دل زار کا دماغ
بالین پہ اسکی شور مچاؤ نہ ہمدمو ۔ نازک بہت ہی عشق کے بیمار کا دماغ
منصور تو کسی کو نہ لایا خیال مین ۔ حق ہی کہ عالی ایسا ہو سردار کا دماغ
مجنون نے جبکہ دشت جنون مین رکھا قدم ۔ یکسر کچھ اور ہو گیا ہر خار کا دماغ

یہان تک غرور حسن ہی اسکو کہ ای ظفر
پاتا نہین ہر ایک طرحدار کا دماغ

گردش چشم بتان سی مست ہو ساقی مدام
شکل نرگس کیون نہ رکھون ہر نفس ساغر بکف

لخت دل ہی چنگل مژگان ہے کیا ہی دامان
دست مژگان لی لیا ہی یہ گل احمر بکف

گلشن دنیا مین کیا کیا رنگ دکھلاتی ہی ہم
مثل گل ہوتا ہمارے بھی اگر کچھ زر بکف

شکل گل ہین گو ہین یا زاہد ای صیاد گیر
دام الفت سی نہ لے اب تو مرغ شہپر بکف

تیرہ بختی سی کرین کیونکر نہ ہم دن چاک چاک
دست شانہ کے رہے ہی کاکل دلبر بکف

آبداری اشک کی ہیرے اگر دیکھے کوئی
جوہری بازار مین آوے نہ پھر گوہر بکف

اے ظفر تیرے سخن کی دیکھکر تیزی کا دم
ذکر کیا رستم جو رکھے روبرو خنجر بکف

ہر گھڑی اب کا دل یار روٹھا اور طرف
ہم نکل جاوینگے بس سر کو کٹا اور طرف

مطلع ثانی

جل بن جب سی ترا دھیان بیٹھا اور طرف
دل مرا چھٹ گیا اور رہی بھی بیٹھا اور طرف

مست ہو گھٹا دل کو مرے لب سی لگا ساغر مے
کہ چلی یان سی برس کر یہ گھٹا اور طرف

شکل زنجیر کھلی رہ گئیں آنکھیں جس دم
تھم گئے آب دم تیغ جٹا اور طرف

ہو مین پروانے کی دستوری سی بن جوگن شمع
شب کو جلتی ہی گھڑی کھوئی جٹا اور طرف

شعلہ آہ مرا ایسے جو پلٹے نہ فلک
برق چمکائی نہ روکش ہو ہٹا اور طرف

کیون نہ روون مین تری جان کو ای قاصد اشک
حیف مکتوب مرا جا کی پھٹا اور طرف

اندنون وہ جو نہین گرمئ صحبت ہمسے
دھانی جوڑی سے لگا تو جو گلے آ میرے
بیقراری نہ کوئی پوچھو عزیزو میری
رات کو گھر مین مری آپ کی آنے سے لوگ
رو کے کہتے ہین کہ کس آنکھ سے دیکھین ملتے

دل لگا یا بخدا تو نے صنم اور طرف
کھا کے سب مر گئے اغیار کبھی سم اور طرف
شب سے اٹکا ہوا ہے سینہ مین دم اور طرف
جا کے کرتے ہین بیان وصل کا غم اور طرف
یہ غضب عیش یہان جور و ستم اور طرف

قافیہ پھیر کے اب غزل چہارم کو ظفر
صفحۂ دل پہ لکھو لیکے قلم اور طرف

دل اگر لاکھ رکھے آپ تک دو اور طرف
ناصحا منع کئے سے کوئی ہٹتا ہو نہین
شعلہ رو کو مری دلسوزی پہ آیا نہ خیال
رشک سے ناخن پا کی ترے اے غیرت مہر
بن کئے آہ یہ آب دم تیغ اے قاتل
اس طرف کا جو تمھارے نہین ہے دل مین خیال
کیونکر اوس ترک ستمگر سے کرون بوسے کا سوال
ناز و انداز و ادا عشوہ اشارت چشمک
ایسے لشکر سے بچے کیونکہ بھلا کشور دل

پر بھی جون شمع لگے چاہیے لو اور طرف
دل ہے گو ایک طرف گرچہ ہین سو اور طرف
دل گداز اپنا ہے اون کی لگی لو اور طرف
شب کو مغرب سے گیا ہے مہ نو اور طرف
کوئی مجھ سی ہے مری پاس سے چھپ اور طرف
دل ہٹا رہتا ہے بس آپ کا تو اور طرف
مجھکو کہتا ہے وہین سے کہ برو اور طرف
غمزہ الطاف و کرم ہین سبھی تو اور طرف
جاتی کب عشق کی دریا کی ہے رو اور طرف

وشت وحشت کو ارادہ ہی کہ آباد کرون
نامۂ یار کو قاصد سے اوڑا لینگے بغیر

کھول دی کاتش مری پاؤنکی زنجیر حریف
دیکھو لے بھاگے ہین کیا نسخۂ اکسیر حریف

دوستی مین تری دشمن ہوئی یہ خلق مری
ہدف تیر بنا ہین مری تصویر حریف

پہن زنار محبت نہ پھری زلف سی ہم
ہمکو پروا نہین گر کرتے ہین تکفیر حریف

شمع سان رکھتے ہین ہرچند زبان اپنی دراز
اے ظفر دیکھین توکیا کرتے ہین تقریر حریف

ہی جو پیشانی عشاق بداحوال پہ حرف
فال مین بھی وہی نکلے ہی سر فال پہ حرف

خط کے لکھنے کی تو فرصت نہین پر چلبلی ہین
لکھدون دو چار کبوتر کہ پر و بال پہ حرف

آنکھ کا سرمہ جو رومال سی پونچھا وسنے
بنگیا سرمہ سی اک صاد کا رومال پہ حرف

گر ہو ویگا غلط نسخۂ سودا میرا
آئیگا اوس بت نوخط کی خط و خال پہ حرف

کیا خبر ہے کہ بنا گنبد گردون کب سے
نہین تاریخ کا اس کاخ کہن سال پہ حرف

ہاے کیا بی ادبی ہی کہ ترے نام سے ہی
کندہ عاشق کی نگین دل پامال پہ حرف

ابر رحمت کو بھی سایہ نے کیا جنکی سیاہ
ای ظفر ہین وہ میرے نامۂ اعمال پہ حرف

ذبح کرتا کہ ہوا کدم ہی کی قاتل تکلیف
کہ تڑپنے مین اوٹھائیگا یہ بسمل تکلیف

ہاے وہ چاند سی صورت مجھی یاد آتی ہی
تیری دیکھے سی مجھے ہی مہ کامل تکلیف

شمع سان یہ تفتہ جان ہو گرچہ سرتا پا زبان
تاب کیا سوز محبت کا زبان پر لائے حرف

نقطہ اگر ہوتے رقم ہوتے بہت دفتر سیاہ
سینے شوق وصل مین وصلی پہ کچھہ لکھوائے حرف

ل بے گرمی جل گئے کتنے قلم ہم ایک بھی
اپنی شمع سوزش دل کا نہ لکھنے پائے حرف

تھا ہمین منظور دکھلانا شکستہ دل کا حال
لکھہ کے جو خط شکستہ مین اسے دکھلائے حرف

کھتی ہر راز نہانی مین ہے وسعت گفتگو
تیری تنگی دہان مین تنگ ہے پر جائے حرف

رو برو تیرے لب نوخط کے ای یاقوت لب
کیا تعجب گر نگین لعل پر بھی آئے حرف

ب گریہ سر سے گذرے پر نوشتہ کا مرے
لوح پیشانی سے کیا ممکن کوئی مٹجائے حرف

چشم اوسکی صاد ابرو نون ہے دیکھہ اے ظفر
کاتب قدرت نے لکھا حرف کیا بالائے حرف

ردیف قاف

چمن پہ اوس سی پڑ جاوی دیکھکر اکبار
تمھارے رخ پہ نمایاں ہو اس کھین عرق

نہ سمجھو شبنم اسی دامن اپنا چھوڑ دیا
صبا نے پونچھ کے پیشانے چمن سی عرق

مریض عشق کو تیاری بھی ہی تسریت سینہ
اگر نمود ہو تیری لب و ذقن سے عرق

عرق عرق ہی خجالت سی دیکھکر کسکو
ٹپک رہا ہے جو یون شمع انجمن سی عرق

ظفر سناؤن جو یارون کو مین بھی گرم غزل
تو آئے جای او نکھین گرمئے سخن سی عرق

یون تو مدت سی ہی الطاف و عنایات مین فرق
لیکن ایسا نہو آجای ملاقات مین فرق

پہونچے کیا حسن کو اوس مہر لقا کی لیلی
فرق دونو نہین ہی یون جیسی ہو دن رات مین فرق

دونون ہین جای تماشا جو تماشا دیکھو
کچھ نہین خانقہ و کنج خرابات مین فرق

دل و جان اس مین اگر جای بلا سے جائے
غم جانان کی نہ کچھ آئے مدارات مین فرق

ربط دو دل مین ہو پیوستہ جہان مثل دو لب
ہی عجب بات کہ آئی وہان اک بات مین فرق

تیری شوخی کی ہین انداز سمجھے مشکل
چشم و ابرو ہی وہی پر ہی اشارات مین فرق

اے ظفر چاہیے درویش کو ضبط اوقات
ذکر او شغل کہان جبکہ ہو اوقات مین فرق

نہ رنگ پان وسی کردو چار شام شفق
جہان سی جائیگا او ٹھ افتخار شام و شفق

نشے مین چشم سیہ دیکھکر تہ ابرو
ہوا نہ جانب قبلہ گذار شام شفق

کیون وہ دھوپ مین چہری کا رنگ ہو تبدیل ۔۔۔ کہ جای ہی رخ تصویر کا بھی رنگ ترڑق

ری مقابلہ گر تری چشم سے اوسکی ۔۔۔ تو جای زہرۂ رستم بھی وقت جنگ ترڑق

ظفر وہ نالۂ آتش نشان ہے یہ اپنا ۔۔۔ کہ جاے سنکے جسے سینۂ تفنگ ترڑق

روز گھر غیر کے رہنا ہے تجھے مہمان طریق ۔۔۔ یہ بھی کوئی ہی بھلا ای بت نادان طریق

شانہ سان سلسلۂ زلف مین بیعت ہو آ سے ۔۔۔ زاہدا اس دل صد چاک کا پہچان طریق

وصل کب اوس سے مرا ہو گا یہ بتلا رمال ۔۔۔ کیا کرون دیکھہ کر مین عقلۂ لحیان طریق

شیخ ہی سبحہ بکف میری گلے مین زنار ۔۔۔ اپنا اپنا ہی اب ای گبر و مسلمان طریق

اہل دنیا ہین وہی جو کہ بدلتے ہین یہان ۔۔۔ طمع زر کی لیے مذہب و ایمان طریق

اے ظفر اوس سے محبت کی توقع مت رکھہ ۔۔۔ آدمیت کا جو رکھتا نہین انسان طریق

میری آہ آتشین رکھتی ہے اب تاثیر برق ۔۔۔ بلکہ دی اوس نے گھٹا سب عزت و توقیر برق

دیکھکر تیری شرارت حسن کی خورشید رو ۔۔۔ زرد خجلت سے ہے رنگ چہرۂ تغییر برق

ساقیا دے ہاتھہ مین مستون کے ساغر سی سپر ۔۔۔ دم بدم ابر بہاری کھینچے ہے شمشیر برق

استخوان کو مری اس طرح تراشا اوسنے — جیسے باریک او تاری کوئی زردک کی ورق

غیرت مانع جو ہوا پڑھنی کو میرا قصہ — تہنے گردان دیا ساتھہ ہی چشمک کی ورق

ٹکڑی نکلے دل صد رخنہ کی کب آہ کی ساتھہ — کھنڈگئے بادسے قندیل مشبک کی ورق

تیرہ بختی کا ظفر حال مین کیا لکھواؤن
کیون سیہ اتنا کرون عشق مین بلبک کی ورق

نہ گیسوی عرق افشا مین اور سحاب مین فرق — نہ تاب رخ مین تری اور نہ آفتاب مین فرق

نہ فرق یکسر مو مشک و بوی کاکل مین — نہ کچھہ پسینے مین عارض کی اور گلاب مین فرق

نہ کچھہ شراب نگہ مین تری کمی بیشی — نہ تیری چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

نہ قامت اور قیامت مین کچھہ تفاوت ہے — نہ فتنہ و نگہ چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

نہ فرق تیری بناگوش صبح مین ہرگز — نہ کچھہ جبین مین تری اور ماہتاب مین فرق

نہ برق اور نگاہ غضب مین تیری دوئی — نہ کچھہ ہی شعلہ مین اور حسن بیحجاب مین فرق

ظفر یہ وصف مین اوسکے غزل لکھی تونے
اب اپنے وصف مین لکھہ تا نہو جواب مین فرق

نہ خون دل مین مری اور نی شراب مین فرق — نہ میری سینۂ بریان مین اور کباب مین فرق

نہ میری اشک مین اور تار چنگ مین دوری — نہ میری نالہ مین اور نالۂ رباب مین فرق

نہ لعل و پارۂ دل مین مری تفاوت کچھہ — نہ آنسوؤن مین مری اور در خوشاب مین فرق

دیوان ظفر

ردیف الکاف

نکلے رگ مجنون سے دم فصد لہو کیا
کانٹا سا بنا اوسکا تو وحشت مین تن خشک

غربت مین اگر آب بقا بھی ہو تو اوس سے
بہتر مرے نزدیک ہے خاک وطن خشک

محشر مین بھی آوین تو وہ ڈوبی ہوی آوین
زیبا ہو شہیدونکو نہ تیری کفن خشک

پیاسا ہے ترا تیر تبا کسکے لہو کا
دکھلادے ہے سوفار صریحا دہن خشک

سوزان ہے تری آہ ظفر آتش دل سے
یون جیسے جلے آگ مین کوئی رسن خشک

سوز دل سے کیا گلوی عاشق مضطر ہے خشک
جسم مجنون گریۂ سودا سے کیا یکسر ہے خشک
جوش باران ہے تو کیا ساقی نہین ہے بادۂ لطف
اس طرح اہل صفا دنیا مین ہین دنیا سے پاک
اشک خون مژگان پہ میری دیکھیو ای مردمان
بل بے گرمی تیری ای سوز محبت بعد مرگ
کاسۂ گردون مین ای تشنہ لبو پانی کہان
جب سے دکھلائی ہے تو نے تابش خورشید حسن

دیکھکر ہوتا ہے قاتل دم خنجر ہے خشک
بلکہ مغز استخوان بھی ہو گیا جلکر ہے خشک
خشک ہے مینا دھر اولٹا پڑا ساغر ہے خشک
جس طرح رہتا ہمیشہ آب مین گوہر ہے خشک
کس طرح سیراب ہے گل شاخ گل کیونکر ہو خشک
عین بارش مین بھی اپنی گور کا پتھر ہے خشک
لگ رہی اس مین تو کچھ تھوڑی سی خاکستر ہے خشک
چشمۂ آئینہ مین آب پری پیکر ہے خشک

ای ظفر کٹتی ہین راتین مجھکو روتی ہجر مین
کون سی شب جوش گریہ سے مرا بستر ہے خشک

[illegible] عید فلک پر ہو منفعل کیا کیا

ہیں پہ ناخن پا ہو تو دو ٹکڑا کر پھینک

[illegible] زلف کی ناگن سے دل کو افسون [illegible]

کوئی کچھ کہے پہ [illegible] طرہ ماش کو پھینک

[illegible] خاک کو ڈھونڈ مت [illegible]

جو [illegible] وہ بیخود سو تلاش کو پھینک

[illegible] عشق میں ہیں یہ دونوں

[illegible] آتش کو پھینک

[illegible] فلک

[illegible] واسطے [illegible] کو پھینک

[illegible] دل و [illegible] ظفر

[illegible] عشق میں [illegible] پھینک

ردیف

[illegible] کو اچھال کر پھینک

یہ دل ہے دولت [illegible] ذرا سنبھال کر پھینک

جو ہو نصیب میں زر مال [illegible]

ہمارے واسطے [illegible] ذرا سنبھال کر پھینک

پل ہیں بجائی فرنگی نژاد یہ طفل سرشک	سر پٹک رکھا اگر اپنے کلاہ مردمک
چشم کا صفحہ ہمارے کچھ نہیں محضر سی کم	جلوہ گر ہی جسپہ یہ مہر گواہ مردمک
داغ ہیں دل رشک سے کیونکر نہو وے دیکھکر	چشم پر خون میں مری رنگ سیاہ مردمک
ساتھ رکھتا ہی سپاہی تیغ کے یعنے سپر	ہی نگاہ چشم کو لازم پناہ مردمک
ہی گل احمر سے یہ بھنورا کوئی لپٹا ہوا	چشم پر خون میں تجھے ہی اشتباہ مردمک

لکھ بدل کر قافیہ ایسی غزل تو اے ظفر
جیسے بسم اللہ ہو مد نگاہ مردمک

مار کر بیٹھے گیا اس دل بیتاب کو خاک	نکلیا ایک مہوس نے بھی سیماب کو خاک
اشک تھمنے کے نہیں گر چہ ہو آنکھوں میں غبار	روک سکتی ہے کوئی بہتے ہوئے آب کو خاک
خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہیں فقیر	اور وہ جانتے ہیں مسند کمخواب کو خاک
صاف دنیا سے ہیں دنیا پہ کوئی روشندل	خاک پر لگتی نہیں چادر مہتاب کو خاک
سطح خاکی پہ بہت زور دکھائی لیکن	عاقبت کھا گئی رستم و سہراب کو خاک
خاک ہوتا ہوں میں اسپر کہ جھٹک دیویں	گر لگے جاکے مری دامن احباب کو خاک

تاب دندان سے ظفر او سکے گر کر بجلی
کرے الدم میں جلا کر در خوش آب کو خاک

نہ ٹکڑے خاک پہ دلہاے پاش پاش پھینک	جو پھینکے بھی تو سر راہ اپنی کاشی پھینک

[illegible]

[illegible] شوق [illegible] پھینک

[illegible] پھینک

[illegible] شوق میں [illegible] پھینک

جو [illegible] پھینک

[illegible] ردیف

[illegible]

وہان کف پای حنائی تک جب ہو نجا دست غیر
یار بن ہوتا ہی مے نوشی سی دل میرا کباب
شعلۂ جوالہ مت سمجھو کہ یہ اے ہمدمون
یہ لگانا اور بجھانا تجھپہ ظالم ختم ہے

یان لگی تلوون سی ایسی جا بجھی بس سر مین آگ
سوز ہجران سی ہے پانی بھر مری ساغر مین آگ
آگئی ہم دل جلون کو دیکھکر جگر مین آگ
ہو وی تو دم بھر مین پانی بھی تو ہو دم بھر مین آگ

جی جلائین کیون نہ میرا یہ بتان سنگدل
دل ظفر انکا ہے پتھر اور ہی پتھر مین آگ

ردیف اللام

سیرے اونکے ملنے سی گر رشک یان کھاتی ہین لوگ
کیا مرا کر سکتے ہین اپنا ہی سر کھاتے ہین لوگ
جو کہا تمنے سو سچ مین غیر سے ملتا نہین
جھوٹی قسمین کیا یہان پھر آنکر کھاتے ہین لوگ
مجھکو لکھا خط جو ہے اوس سبز خط نے ہمنشین
زہر کیا کیا دیکھیے اس بات پر کھاتے ہین لوگ
تو بھی در پر جانے سے اوسکے وہ باز آتے نہین
جھڑکیان دربان کی اے دل اس قدر کھاتی ہین لوگ
غصہ بھی کھاتے ہین اور ہم خون دل پیتے ہین نت
ساتھ کھانا اونکے جب وے ان بیٹھکر کھاتے ہین لوگ

دیکھ چشم شوخ پر چین سر ابرو کے بل
خوشنما ہیں شاخ میں کیا سیب آہو کے بل

سنبل پیچاں اُگے کیونکر نہ اُسکی خاک سے
مر گیا جو دیکھ کر اُس زلف عنبر بو کے بل

روکش موج تبسم ہی جو موج بوے گل
ہنستے ہنستے پیٹ میں پڑتے ہیں اُس گلرو کے بل

اشک یوں مژگاں پر آتے ہیں ڈھلک کر چشم سے
پہلے پہلے جسطرح لڑکے چلیں زانو کے بل

دیکھا بل کھاتے جو دو شمع کو محفل میں رات
یاد آئے شعلہ رو جھکو ترے گیسو کے بل

واہ وا ای جذبۂ شوق محبت واہ وا
رابعہ بصر سے کعبہ کو گئی پہلو کے بل

بل بے گرمئے تب بجلی بھی تھرانے لگی
دیکھے ہاتھے پر اگر اُس شوخ آتش خو کے بل

جلتے ہیں کیا کیا گھسیٹے رہرو راہ وفا
سر کے بل پانوں کے بل سینہ کے بل بازو کے بل

سیدھے کب ہوتے ہیں جنکی ہی طبیعت میں کجی
اُس طرح کوئی نکالے موج آب جو کے بل

اے ظفر شانے سے بل نکلے نہ زلف یار کے
بلکہ اور افزوں ہوئے اُس کافر خم رو کے بل

خط یہ گر قاصد اُس کا گھر سے نکل
تجھکو جو اُس نے کہا دور ہو گھر سے نکل

تیر گیا اُسکا یوں زخم جگر سے نکل
جیسے نظر جائے صاف روزن سے نکل

کون کہے ہی کہ آہ تو نہ جگر سے نکل
لیک نہ تنہا نکل بلکہ اثر سے نکل

ضبط کیا گریہ پر رک نسکا کیا کروں
گر ہی پڑا اشک تر دیدۂ تر سے نکل

عکس رخ مہ جبیں شب جو فلک پر گیا
بھاگ گیا آفتاب صبح کو گھر سے نکل

بل بے نفرت کہ رہا چین بجبین وہ ہر وقت
لگیا ہمسے جبین ستم ایجاد کا بل

سخت دل طول امل سے ہین خم و پیچ ہین
تار کھا جاتے ہین جس طرح سے فولاد کا بل

گدگدی کیون نکرون مین کہ خوش آتا ہے مجھے
ہائے کھانا نگہ شوخ پریزاد کا بل

کیونکہ سیدھا ہو کہ ہے تیر مژہ مین تیری
ای ستم کیش عجب آفت و بیداد کا بل

رشک ہو سنبل پیچان کو ہوا ہے جسدم
وہ وہ دل کھائے ترے عاشق ناشاد کا بل

پھڑک ای مرغ گرفتار اوڑا دے نکڑے
رشتۂ دام محبت رکھتا ہے صیاد کا بل

ای ظفر اپنی ریاضت کا نہ جب تک بل ہو
نہ تو بل پیر کا کام آوے نہ استاد کا بل

دل نہ پہلو سے مرے اٹھکے گیا ہے اپنے
ای وفا کیش نہ اٹھ یار جفا کار سے بل

پیچ دندان پہ یہ ای شوخ مسی کی کب ہے
طرۂ سنبل یہ گیا ہے دُر شہوار سے بل

چشم مخمور تیری دیکھکے دل کیون نہ غش
آج یہ غنچہ گیا نرگس بیمار سے بل

مردمان دیدۂ خونبار کی دولت اپنی
پاٹ دامن کا گیا تختۂ گلزار سے بل

دامن چرخ جلا دے نہ کہین دیکھو ای ابر
شعلۂ آہ مرا برق شرربار سے بل

رو کشی کرنیکو آیا تھا جو نیسان کی
آبرو پائی مری چشم گہربار سے بل

تیغ ابرو سے کریگا تجھے اکدم مین شکار
ای دل زار نہ تو اس بت خونخوار سے بل

چمن سینہ مین پاتے ہین کسطرح بہار
داغ دل اپنا گیا لالۂ کہسار سے بل

تختۂ لالہ ہی دامان چمن مین پھولا
یا حنا سے کے ہین یہ تیرے تن شبریز پہ گل

لب پان خوردہ ہمو تیرے کیون رخ پہ نہ
ارغوان کا ہی کھلا سبزۂ نوخیز پہ گل

چشم مست بت میخوش ہی یہ خال نہین
نیلوفر کا ہی دھوا ساغر لبریز پہ گل

جان شیرین دی ظفر کوہ مین فرہاد نے حیف
کھائے شیرین نے سدا الفت پرویز پہ گل

کیا اشک تر مین اپنے چشم پر آب گول
دیکھے صدف مین ایسے نہ در خوشاب گول

دل مین مدام چشم بتان کا ہی یہ خیال
ساقی دکھانہ ہمکو سبو مے شراب گول

لاتا ہی اپنے پیچ مین ہر اہل بزم کو
عمامہ سج کے شیخ فضیلت مآب گول

گرمی سے زلف یون ہی تمہاری عرق فشان
برسائے جون تگرگ زمین پر سحاب گول

دزدی سے اُسنے گرم یہ گولا اُٹھایا ہی
دست فلک مین صبح نہین آفتاب گول

اقرار وصل مین بخدا دیکھیو دلا
باتین کرے ہی کیا ہی وہ خانہ خراب گول

دیکھ ان کچون کو عاشق محرم کہے ہی یہ
دریائے حسن مین ہی ظفر کیا حباب گول

آج گلشن مین ہین کس عاشق دلگیر کے پھول
غمزدہ ہین جو گریبان کو صبا چیرے کے پھول

حاجت گل نہین مرقد پہ کچھ اُسکے گلرو
تن پہ ہین زخم ترے کشتۂ شمشیر کے پھول

گل رنگین سے نہین کم ترا ہر ایک سخن
منہ سے جھڑتے ہین ترے کشتۂ شمشیر کے پھول

قاصد دل ہے نہ کوئی نامہ برِ دل
ہو جاتا ہے کچھ آپ ہی دل کو خبرِ دل

کرتا نہ شکستہ اسے تو سنگِ ستم سے
ی قدر جو ہوتی تجھے قدرِ گہرِ دل

سودائے محبت مین نہین سود کی امید
یا جسکا زیان اسمین ہے یا ہے ضررِ دل

رہ دل مین بھری کیسی کہ غم عشق نے آتش
جلجائے دو عالم جو گرے یک شررِ دل

کیا ٹھہر سکے آگے تری تیغِ ستم کے
ہووے نہ اگر داغِ محبت سپرِ دل

دیتا ہے دل اپنا وہی اُس آفتِ جانکو
جی جان کا ہے خوف نہ جی کو خطرِ دل

دل جائے گر اُس کوچے کو ہے جان بھی ہمراہ
وقتِ سفرِ دل ہے یہی ہمسفرِ دل

تا منزلِ مقصود پہونچنا نہین ممکن
ہووے نہ اگر شوق ترا راہبرِ دل

جب تک نہ کھلے یار تری زلف کا عقدہ
کیا دل ہے کہ وا ہووے مرا قفلِ درِ دل

منت کش عیسے نہین میرا دلِ بیمار
ہے دولت جان بخش ظفر چارہ گرِ دل

بات نکر ساقیا ہمسے تو چل ہشتِ گل
ہوویگا ساغر سے کیا ہوئی تگشتِ گل

چرخ پہ کیا کیا ہوا شب مہِ کامل خجل
دیکھکے اُس یار کا ناخنِ انگشتِ گل

تاکوئی جانے ہوا یہ نہین وابستہ خون
آپ وہ بنجائے ہے وقت ز دستِ گل

اشک کا دریا ہے کوہ ہے کہ خم فلک
ہے روش لاک پشت اک عیاں کشتِ گل

زلف کے حلقے مین ہو گر وہ رخِ آتشین
ہیچ ہو آتشکدہ نہ سبہار دشتِ گل

چھوڑا نہ محبت نے مجھے دیکھ کے زاہد	ہر چند کہا تو نے کہ آسوئے حرم چل
جاتا ہی ترے کشتۂ رفتار کا تابوت	ساتھ تو اُسکے بھلا تو بھی تو دو چار قدم چل
سینے سے جو دم آئے لبوں تک تو کہے ضعف	تھک جائیگا تو لیکے ذرا راہ مین دم چل

کچھ بات جو کہتا ہون ظفر اُس سے تو واللہ
کہتا ہی عجب ناز سے مجھکو وہ صنم چل

فنا ہی ساتھ تو پھر زندگی سے کیا حاصل	فنا سے پہلے فنا ہو کہ ہو بقا حاصل
جھکا دے سجدے مین آنکھون کو سوئے کعبۂ دل	کہ ہو رہیگا ثواب اس نماز کا حاصل
جو دل کو صاف ہو کرنا تو خاکسار یکر	کرے ہی خاک سے دیکھو آئینہ صفا حاصل
دیا جواب مجھے زندگی نے بیان لیکن	جواب نامہ نہ قاصد کو وان ہوا حاصل
سمجھ کے راحت جان اُسکو دل دیا ہمنے	ہوا نہ پر ہمین کچھ رنج کے سوا حاصل
زمین پر آئے اگر آسمان سے عیسیٰ بھی	مریض عشق کو تیرے ہو نہ شفا حاصل
نہین خوش آیا ہمین زخم بے نمک کھانا	نمک وہ زخم پہ چھڑکے تو ہو مزا حاصل
ہزار پارہ کیا اُسنے تیغ سے دل کو	ہزار شکر ہوا دل کا مدعا حاصل

سمجھتا آپ کو ہی خاک پائے فخر الدین
کیا ظفر نے یہ کیا علم کیمیا حاصل

اتنا نہ اپنے جامے سے باہر نکل کے چل	دنیا ہی چلچلاؤ کا رستہ سنبھل کے چل

دیوان چہارم

ہوا نہ سرخ یہ چہرے کا رنگ زرد مرے
چمن میں کیونکہ نہ زنجیر پا ہو موج نسیم

تمھارے عشق میں اپنا ہی ایسا موسم
بہار کا ابھی یارو نہیں گیا موسم

بدل کے قافیہ لکھو دوسری غزل بھی ظفر
بہار باغ سخن کا تو ہو سدا موسم

نظر میں ہی وہ شباب نگار کا موسم
دلاؤ یاد نہ اُس پنجۂ حنائی کی
اسیر کنج قفس ہوں میں اے نوا سنجو
نہ وہ گلوں کا ہی تختہ نہیں ہی جسکو جنوں
نہیں یہ لخت جگر سے ہی شاخ مژگان تر
نمود خط کی نہ کیونکر ہو تیرے چہرے پر

خوش آئے کیونکہ ہمیں لالہ زار کا موسم
مبادا آگ لگا دے چنار کا موسم
بلا سے میری گر آیا بہار کا موسم
سدا رہے ہی دل داغدار کا موسم
شگوفہ پھولا ہی ہر برگ و بار کا موسم
بہار تو گئی آیا ہی خار کا موسم

ظفر دکھائے ہی برسات کی ہوا ہمکو
ترے یہ گریۂ بے اختیار کا موسم

رکھتے ہیں ناخنوں کی پروا کب بلبل کے زخم
رشک کھاتا ہی لب سوفار جسکو دیکھ کر
نوشدارو سے نہیں کم حق میں یہ ساقی مر
رکھدے گر مرہم وفا اپنا سپہ تو پھاہی کی جا

ہی تو یہ صبا و تیشہ سے رگ ہر گل کے زخم
رہ گیا ہی تیر کا تیرے وہ دل پر کھلکے زخم
لایا پھر انگور تیرے ملتے ہی بسمل کے زخم
تو ابھی پھر آئیں تیرے کشتہ کا کل کے زخم

نہ تو ہیں نکہتِ گل اور نہ ہم دود چراغ داغ سینے کا چھپے کیونکہ بہ رنگ خورشید	پر یہ ہی حال کہ با حال پریشان ہیں ہم رکھتے مانند سحر چاک گریبان ہیں ہم

ای ظفر اُسنے تو انسان کو بنایا ہی ضعیف
ضعف سے نالے کریں کیونکہ انسان ہیں ہم

دل اگر مانگو گے تمکو ای صنم دیدینگے ہم
پر نہ دینا اور کو یہ بھی قسم دیدینگے ہم

کار روغن کا کرینگے اشک دل کی آگ پر
اور بھڑکے گی جو چھینٹا چشم نم دیدینگے ہم

جاتے ہو آپ سا دمباز جانبارو نکو بھی
دم ہی سمجھے جاؤ گے گر اپنا دم دیدینگے ہم

زاہد بے مغز کو ہوگی نہ کیفیت نصیب
جام مے کیا گرچہ اُسکو جام جم دیدینگے ہم

مُنھ نہ موڑینگے تری تیغ ستم سے دیکھنا
سر بلک بھی عشق میں ای پر ستم دیدینگے ہم

گر کہو نہ دوگے نشان کیا تم رقیب تجھے
ہنسکے کہتے ہیں کہ کچھو درد و الم دیدینگے ہم

یہ بھی تھا تقدیر میں لکھا کہ ای نوخط تجھے
یوں دل و جان دین و ایمان یکقلم دیدینگے ہم

سب نکلجائینگی ای قاتل ہماری حسرتین
جب تہِ پا کر دم سر کے زیر قدم دیدینگے ہم

کندہ ہی دل کے نگینہ پر تمہارے نام دوست
ای ظفر کیونکر کسی کو یہ رقم دیدینگے ہم

یوں ہیں آنکھوں سے رواں آنسو کہ گر کھینگے ہم ہمدم موجہ دم محبت میں قدم رکھینگے ہم	موسم اک برسات کا سا سال بھر رکھینگے ہم دیکھو لینا اُسکو بھی اپنا سا کر رکھینگے ہم

جو لکھیں خط اُنھیں ہیم ادھر

نہ ہو نہ دیں محبت کم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

کہاں قسمت کہ بزم عیش میں دے جام بھر بھر کر

مئے گلرنگ کے ہر دم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

کچھ اُسکے آگے بولیں حضرت دل ہمسے کیا قدرت

مگر دیکھیں بچشم نم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

اگر ہم چشم ہوں بادل ہمارے دیدۂ تر سے

کریں سیراب اک عالم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

اُڑائی خاک کیسی دشت کی مجنوں نے اور ہمنے

چلے وحشت زدہ جس دم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

تری محفل میں ہیں پروانہ پر ہم دل جلے بھی ہوں

کریں تا شرح سوز غم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

ظفر گھبرا رہا ہے دل نہیں دو چار بھی ہمدم

کہ ملتا ہے اسکو دیکر دم اُدھر سے وہ ادھر سے ہم

ردیف نون

دیگر

غزل

کیجو نہ قلم عاشق ناشاد کی گردن
بیجرم کا خون ہوتا ہی جلاد کی گردن

مت فصد کرو میرا لہو ورنہ بہے گا
خون ہوویگا ناحق مرا فصاد کی گردن

گردن کے جو نقشہ کا گیا سوچ مین تیری
زانو سے نہ پھر اٹھو سکی بہزاد کی گردن

ای تیغ نگہ حشر کو ہونگا مین گلوگیر
گر تونے مرے تن سے یہ آزاد کی گردن

شیرین نے تو جان الفت پرویز مین کھوئی
اور اسکے گئی عشق مین فرہاد کی گردن

باندھے نہ ہوا باغ مین ہر سرو پھر اپنی
دیکھے اگر اس غیرت شمشاد کی گردن

افسوس ظفر دیکھنے کو حال کے تیرے
اٹھی نہ کبھی اس ستم ایجاد کی گردن

انھین دیوانہ ہم سمجھین ہین جو مستی پہ ہنستے ہین
بھلا کیون رستگاران جہان ہستی پہ ہنستے ہین

صفا رکھتے ہین جو آئینہ دل کو یہان اپنے
وہ ای زاہد تری اس آرسی جستی پہ ہنستے ہین

نہین لیتے ہین اک بوسہ پہ دل اور مسکراتے ہین
تماشا ہی کہ وہ اس جنس دل سستی پہ ہنستے ہین

شراب عشق کی کب اہل دنیا سمجھین کیفیت
عجب اندھیر ہی سب عالم ہستی پہ ہنستے ہین

خاک تمسے مل سکین ای ہمصفیران چمن	ہم گرفتار قفس تم زیب ایوان چمن
سینہ پر داغ ہین نالان ہے کیونکر نہ دل	نغمہ سنجی سے نہین خالی ہین مرغان چمن
دیکھکر دست حنائی اسکا مرجان کیون نہ ہو	رو برو جسکے خجل ہی دست مرجان چمن
شبنم و نرگس نہین یکجا غم بلبل مین آہ	آج ہی سرگرم زاری چشم گریان چمن
عرس ہی کسکے شہیدونکا بتا ای باغبان	لالہ و گل سے جو ہی سرو چراغان چمن
زلف و خط کا اسکی کس صورت نہ دل آئے پسند	منفعل جس سے ہی سنبل اور ریحان چمن

ای ظفر مین ہون غلام طوطی ہندوستان
کب مقابل ہوئین میرے عندلیبان چمن

شب کیونکہ دیے ہارے گل زیر گریبان	چھاتی پہ تری نقش ہین گل زیر گریبان
دے جام نہ ساقی کہ مین ہون چور نشے مین	ہونٹون سے ڈھلی آئی ہی مل زیر گریبان
یہ تکمہ یاقوت ہی جسمین سے ہماری	لخت جگر آیا نہین ڈھل زیر گریبان
لیتے کو ترے بوسۂ ناوک کے لب غم	سینے مین رہے ہین مرے گھل زیر گریبان

کھلنا ہی ابھی پردہ کونین ظفر دیکھو
منہ کھلتے ہی جون غنچہ گل زیر گریبان

کبھی تو آؤ ہمارے گھر مین سنو ہماری بھی چار باتین
عجب ہی شکوہ رقیب کا یہان ہزار منھ ہین ہزار باتین

یہ دانہ وہ ہی جسکی جستجو مین زرشب یار و
بسان تہائی دانہ دانائی سے پھرتے ہین

دلا کیا جانے کیا آشفتگی لائیگی اب سر پر
جو ہم سودے مین ان زلفونکے سودائی سے پھرتے ہین

چمن مین ہوکے وہ کشش شاخ گل کھینچے ہی خمیازہ
کمر لچکا کے وہ جسوقت انگڑائی سے پھرتے ہین

عبث تو در پی تدبیر ہی ای ناصح مشفق
کہیں سے دار دے بھی کوئی رسوائی سے پھرتے ہین

صف عشاق کا ہی ناک مین دم انکے ہاتھو نسے
بتان ہند خود بینی سے خود رائی سے پھرتے ہین

الٰہی جلوہ فرما کون ہی یان زرشب لیسا
مہ و خورشید جو بنکر تماشائی سے پھرتے ہین

قدم آنکھون سے چومے کیون نہ مجنون انکے راہ نے
کہ خارستان مین اب ہم آبلہ پائی سے پھرتے ہین

عبث دامن کشان خار بیابان جنون تو ہی
کوئی ہم اہل وحشت دشت پیمائی سے پھرتے ہین

گل خورشید ہر نقش قدم سے انکے اگتا ہی
جدھر یہ مہ جبینان جلوہ آرائی سے پھرتے ہین

دلا ہوتا ہی آشوب قیامت ہر جگہ برپا
یہ خوش قامت جہان انداز رعنائی سے پھرتے ہین

ظفر تبدیل بحر و قافیہ کی یہ غزل سنیے
یہان دانشوران ہند دانائی سے پھرتے ہین

اسکے کوچے مین دلا جا کے جو ہم پھرتے ہین
آکے تب گرد عدو خوف سے کم پھرتے ہین

وان جو ہر دم وہ کیئے تیغ علم پھرتے ہین
یان ہتیلی ہی پہ سر کو لیے ہم پھرتے ہین

ہم جدائی مین یہان بیٹھے ہین جسکے غمگین
وان خوشی سے وہ غیرون سے ہم پھرتے ہین

جا سے گردون نے تمہی بزم مین انکو فسوس
جو سدا ساتھ لیے لشکر غم پھرتے ہین

قدم کس منھ سے راہ عشق میں یاں بوالہوس رکھے
ظفر اُس جا تو قیس و کوہکن سے دھاگ جاتے ہیں

یاد کیا تمنے کیا شب اپنے گھر میرے تئین
ہچکیاں آتی رہیں یہاں تا سحر میرے تئین

کیوں نہ لائے ہنسکے ہو تم اسقدر میرے تئین
آبرو ہی آپکی مد نظر میرے تئین

واہ ساقی نے ازل ساغر میں تو نے بھر دیا
بادۂ ناب اُسکو اور خون جگر میرے تئین

خط کو پشت لب دہن کی دیکھ کر کہتا ہی دل
ملگئے کوثر پہ دیکھو اب خضر میرے تئین

کشتئ دل کا خدا حافظ کہ ہے لگتے ہی آہ
چین پیشانی تری موج خطر میرے تئین

اب کہاں ہی طاقت پرواز تا بام قفس
کر دیا صیاد نے بے بال و پر میرے تئین

اُس ہجوم خلق کا دل سے نہ جا دیکھا گیا
دو اُڑا یار وقت کے تو دو نہیں گھر میرے تئین

ہی کہاں اشک مسلسل عشق کی سرکار سے
یہ ملے خلعت ہیں میں سالک گہر میرے تئین

کر دیا خانہ خراب اس خانۂ دل کا مرے
خاک مجھسے چشم ہو اے چشم تر میرے تئین

اُسکے کوچے کا تو رستہ دل میں ہی پر کہتے ہیں لوگ
لیچلی ہی بیخودی تو اب کدھر میرے تئین

زندگانی کی حلاوت تب اُٹھے گی اے ظفر
ایک بوسہ دے اگر وہ لب شکر میرے تئین

رکھے ہی مجھکو یوں زیر فلک تقدیر چکر میں
کہ فانوس خیالی میں ہو جوں تصویر چکر میں

کہیں دیکھا ہی شاید اُسنے تیری ناف کا حلقہ
بھنور کی طرح جو ہی عاشق دلگیر چکر میں

لے خبر للہ جا کر ابتو انکی ای صنم — آج مرتے ہین ترے دو چار جو بیمار ہین

لخت دل و اشک کب تھمتے ہین آنکھون سے مرے — لعل کے ٹکڑے ہین یہ اور وہ در شہوار ہین

ہمنے کیا تقصیر کی ہی کیا گنہ سرزد ہوا — گالیان کیون آپ دیتے آپ ہمین ہر بار ہین

ہمتو انکو چاہتے ہین جان و دل سے ہمنشین — ہمکو وہ چاہین نچاہین اُسکے وہ مختار ہین

دیکھیے آوین نہ آوین ہمکو کیا معلوم ہی
ایک آنے کا ظفر وہ کرگئے اقرار ہین

ہجر کے ہاتھ سے اب خاک پڑے جینے مین — درد اک اور اُٹھا آہ نیا سینے مین

خون دل پینے سے جو کچھ ہی حلاوت ہمکو — یہ مزا اور کسیکو نہین مے پینے مین

دل کو کس شکل سے اپنے نہ مصفا رکھون — جلوہ گر یار کی صورت ہی اس آئینے مین

اشک و لخت جگر آنکھون مین نہین ہین میرے — ہین بھرے لعل و گہر عشق کے گنجینے مین

شکل آئینہ ظفر سے تو نرکھو دل مین خیال
کچھ مزا بھی ہی بھلا جان مری لینے مین

موج دریا سے ہو کس وجہ ہمسر آستین — روز و شب رہتی ہی میری چشم تر پر آستین

سرو ہمسر ہو سکے تیرے قد دلجو سے کیا — کیا چڑھاتا ہی تو ای رشک صنوبر آستین

موج طوفان خیز اُسکو دیکھ کر کہتی ہی خلق — اُسنے پہنی ہی قبا کی اپنے چنکر آستین

کیا نہ یہ دیدۂ تر اپنے ہی چشم حباب — موج دریا بن گئی اب ای ستمگر آستین

دیگر

اے ترے قربان مجھکو ذبح کرتا ہی اگر
دست چپ ہی مین نہین چھوری غضب ہی کچھ
لے چھُری پڑھ کر ابھی تکبیر سیدھے ہاتھوں مین

پانوں بایان چوم لے مانی ترا نقشا اگر
ہی جو رانی یہ تری تصویر سیدھے ہاتھوں مین

دے نشانی اتو جھلا اپنے سیدھے ہاتھ کا
کھینچے گر لیکر قلم تصویر سیدھے ہاتھوں مین

کچھ ہوے طالع قمر سیدھے جو خط اُسنے لکھا
کھائے گل پر انجھا بھی تا ای ہیر سیدھے ہاتھوں مین
کہکے بسم اللہ بے تاخیر سیدھے ہاتھوں مین

دے خلال اُسکو ظفر بازی کا کیون کرتا ہی سوچ
دست چپ میں ہی وزیر اور میر سیدھے ہاتھوں مین

ایک تو مہندی کی ہی تحریر دونون پانوں مین
دوسرے ہی کفش کی تصویر دونون پانوں مین

آکے پابوسی کرین کیونکر نہ عشاق ان تنہد
ہی یہ ہم تیرے بت بے پیر دونون پانوں مین

اشک یون تار مژہ پر ہی روان لخت دل
جون چڑھے نٹ باندھ کر شمشیر دونون پانوں مین

قتل گہ مین دل مرا قاتل کی پابوسی کو آہ
لوٹتا ہی صورت نخچیر دونون پانوں مین

سونے دینے کی نہین پر انجھا کو ہجر اُسکی ہمدا
مست ہین خلخال زر ای ہیر دونون پانوں مین

دشت گردی خاک کیجے بعد مجنون ای ظفر
مارے ہی خار بیابان تیر دونون پانوں مین

ہوئی پھر آمد و رفت صبا کیا کو چاہا مین
گئی جو پھوٹنے بو عشق کی دشت و بیابان مین

کہان ہی عکس موے زلف سید عفا ختا مین
نشانی کے لیے سرخط رکھا کافر قرآن مین

پاس آداب سے کیونکر نہ رہے شمع کھڑی
کہ تری بزم مین ہم سوختہ جان بیٹھے ہین

استقامت کی نہین جا یہ منزل کہ یہان
سارے پروانشۂ دل پیر و جوان بیٹھے ہین

اُٹھے حیرت زدہ اس بزم سے کیا جون تصویر
کہ جہان اُنکو بٹھایا ہی وہان بیٹھے ہین

ای ظفر بارش گریہ ترا کیا طوفان ہی
آج اس کوچے مین کتنے ہی مکان بیٹھے ہین

تدبیر کو کس طرح کی تدبیر سے بدلون
تقدیر کو کس طرح سے تقدیر سے بدلون

ہاتھ آئے جو تصویر تری عالم تصویر
مین حضرت یوسف کی نہ تصویر سے بدلون

زہر آب محبت مین حلاوت ہی کچھ ایسی
مین اُسکو نہ ہرگز شکر و شیر سے بدلون

بیماری ہجران سے اب اتنی نہین طاقت
بستر پہ جو کروٹ کسی تدبیر سے بدلون

آنکھون مین ترے سُرمہ کی کحل جواہر ہی مرا
مین خاک در یار نہ اکسیر سے بدلون

انجم سے مرے داغ سوا ہین جو کہو تو
اس بات پہ شرط اس فلک پیر سے بدلون

تنگ آیا ہون اس گھر مین بہت کہو بجا ہی
اس گھر کو اگر خانۂ زنجیر سے بدلون

گر آب بقا بھی مرے ہاتھ آئے تو ای خضر
مین اُسکو نہ آب دم شمشیر سے بدلون

واللہ ہی نہین دل کو ظفر آہ جو بس ہو
اس غنچہ کو مین غنچۂ تصویر سے بدلون

رات دن تیرا تصور ہی خیال اور نہین
کہ سوا اسکے محبت کا کمال اور نہین

ذی مرا مونس ہی کوئی اور نہ کوئی غمگسار
جو مجھے لیتا ہی پھر وہ پھیر دیتا ہی مجھے
خانۂ صیاد مین ہون طائر تصویر وار

غم مرا غمخوار ہی مین غم کے غمخوارون مین ہون
مین عجب اک جنس ناکارہ خریدارون مین ہون
پر نہ آزاد و نہین ہون نہ گرفتارون مین ہون

اے ظفر مین کیا بتاؤن تجھسے جو کچھ ہون سو ہون
لیکن اپنے فخر دین کے کفش بردارون مین ہون

بیان لیلی و شیرین کے عشق مین ہوئے ایسے ہین
جو لیکے نیش زن پلکون کے مین سوراخ سینے ہین
صفا دندان لب رنگین کہون کیا وصف مین اسکا
سنوارین پنجۂ مژگان ہمارے اسکی زلفون کو
برا ہو سخت جانی کا کہ آرے سر پہ چلتے ہین
صراحی دار جو گردن ہی اسکی اور لب میگون

سمجھتے ہیچ ہین مجنون کو وہ مستانے ایسے ہین
کہو تو خانۂ زنبور مین کب خانے ایسے ہین
نگین لعل ایسے ہو تیونکے دانے ایسے ہین
خدا کی شان یہ ہی انہونہی شانے ایسے ہین
دم شمشیر قاتل پر پڑے دندانے ایسے ہین
نہ شیشے ہمنے دیکھے ہینگے نہ پیمانے ایسے ہین

ظفر کی داستان غم کو وہ سن سنکے کہتا ہی
رہو چپ بس سنے ہمنے بہت افسانے ایسے ہین

مرشد پاک روان فخر الدین
اک جہان فخر جہان کہتا ہی
مین گدا ہون ترے دروازے کا

قبلہ و کعبۂ جہان فخر الدین
پیر ہی فخر دو جہان فخر الدین
جاؤن اس در سے کہان فخر الدین

لیکے نام اُسکا بہت آہین بھرا کرتا ہون — کیون ابھی ای دل بیتاب کہے تو کہدون

رخ کو تیرے نکھون برق نہ شعلہ نہ قمر — بلکہ خورشید جہان تاب کہے تو کہدون

نکھون سینہ کو سینہ نکھون ناف کو ناف — اسے دریا اُسے گرداب کہے تو کہدون

عکس انگشت نہین آئینہ مین کانونکے مگر — مچھلیان وہ ہین تہ آب کہے تو کہدون

رنگ پان نے لب نو خط کو ترے لال کیا — مین اب اس پستہ کو عناب کہے تو کہدون

یون تو افسانہ مرا وہ نہین سنتا اے دل — اُس سے یہ قصہ دم خواب کہے تو کہدون

ای ظفر چرخ مین سب کہتے ہین مہتاب کو بھی
ماہ نو ساغر سیماب کہے تو کہدون

موسم گل کی چمن مین کب خبر اُڑتی نہین — پر قفس سے بلبل بے بال پر اُڑتی نہین

یون تو اپنی جوشش وحشت کی خبر اوڑتی نہین — دھجیان ہوکر قبا تا سر بسر اُڑتی نہین

کون سی شب ہی کہ تجھ بن اس مری فریاد سے — نیند ہمسایون کی ای رشک قمر اُڑتی نہین

ہاتھ سے اُس شوخ کے اُڑ جاتی ہی رنگ حنا — ہر تماری سرخیٔ خون جگر اُڑتی نہین

دام حیرت شب اُڑا دے ہی ہوس پروانکی — بلبل تصویر پھر رکھے ہی پر اُڑتی نہین

اُس رخ تابندہ پر قطرے عرق کے کیمفا — ہی عجب خورشید سے شبنم اگر اُڑتی نہین

کاروان عمر جاتا ہی کدھر پا من کہان — گرد بھی اُسکی سر راہ سفر اُڑتی نہین

زلف کو جنبان ہوا دیکھو اپنی رخ پہ تو — شپرک مہتاب مین دیکھی اگر اُڑتی نہین

کہین مین جوش وحشت ہون کہین مین محو حیرت ہون
کہین مین آب رحمت ہون کہین مین داغ عصیان ہون
کہین مین برق خرمن ہون کہین مین ابر گلشن ہون
کہین مین اشک دامن ہون کہین مین چشم گریان ہون
کہین مین عقل آرا ہون کہین مجنون رسوان ہون
کہین مین پیر دانا ہون کہین مین طفل نادان ہون
کہین مین دست قاتل ہون کہین مین حلق بسمل ہون
کہین زہر ہلاہل ہون کہین مین آب حیوان ہون

کہین مین سرو موزون ہون کہین مین بید مجنون ہون
کہین گل ہون ظفر مین اور کہین خار بیابان ہون

وائے ای بے خبر و تمکو خبر خاک نہین
کہ سفر سر پہ ہی سامان سفر خاک نہین

تجھے بیمار کی کیا خاک کرے کوئی دوا
ہوتا اکسیر کا بھی اُسکو اثر خاک نہین

برسون گذرے کہ ہوئی خاک ہماری برباد
اب تو اس کوچے مین ای باد سحر خاک نہین

جل کے ہم خاک ہوے عشق مین اُسکے لیکن
اُسکو اب تک اثر سوز جگر خاک نہین

ذرہ ذرہ مین ہی یہان خاک کے پیدا خورشید
لیکن آیا ہے تجھے غفلت سے نظر خاک نہین

دیتے ہی تقدیر سوا انکو ہنر مندون سے
جنکو جز بے ہنری آتا ہنر خاک نہین

ابر تر کو پل مین رولائین طوفان پر اک طوفان لائین
وقت وفور گریہ اپنے دیدۂ پرنم ایسے ہین

گل ہی کہین اور خار کہین ہی نور کہین اور نار کہین ہی
ایک ہی عالم کیا ہی ہزارون اُسکے عالم ایسے ہین

غیر کے گھر مین تو ہی خندان ہم ہین اپنے گھر مین گریان
عید کدہ وہان ایسے ہین اور یہان ماتم ایسے ہین

جیسے گل رخسار پہ اُنکے طرفہ عرق کی بوندین ہین
دیکھے گل لالہ پر کسنے قطرۂ شبنم ایسے ہین

وہان ہی عیش و عشرت باہم یہان ہی آہ و نالہ ہر دم
اُنکے ہمدم ویسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

بیعت کرتے ہین گے ظفر سے دنیا کے عشاق تمام
واقعی ہوتے عشق مین کامل عاشق ہان کم ایسے ہین

اشک کب پیوستہ ہین مژگان تر کی شاخ مین
تو تیا کے پھول باندھے نیلوفر کی شاخ مین

کیا عجب گر ہووے چشم شوخ پر ابرو کج
ہوتی ہی اکثر کجی آہو کی سر کی شاخ مین

دیکھنا انگشت مین اُس گل کی انگشتم
نیشکر کی شاخ پھوٹی نیشکر کی شاخ مین

اُسکے ابروی کشیدہ پر نہین کاجل کا خط
ہی گل سوسن کمان فتنہ گر کی شاخ مین

اپنی گر سوختہ جانی پہ ظفر وجد کرون
جون سپند آگ پہ یکبار اچھلکر کودون

نہیں زیب گلوی فاختہ یہ طوق گردن مین
تجھے ای ابر مژگان آفرین خوب اشک برسائی
بھر آتا ہی دل آہن کا میرے زخم سینہ پر
نہ سمجھو پارہٴ دل نالہٴ پردرد مین میرے
اڑائین دھجیان کس کس طرح سے وحشت [illegible]
مسی آلودہ دندان جبکہ وہ ہنسکر دکھاتے ہین

محبت سرو کی دل نے ہوئی ہاتھ گلشن مین
برستے اس طرح بادل نہ دیکھے ہین ساون مین
بجائے تار ہی اشکون کا تار اب چشم سوزن مین
اگر چنگاریان سی اڑ رہی ہین دود گلخن مین
کہ ڈھونڈو تو نپاؤ تار ثابت جیب و دامن مین
تو بیڑی ہی گل سوسن پہ کیا کیا اوس گلشن مین

خدا نے کیا بنایا ای ظفر دل سخت آہن کا
نہ وہ سختی ہی پتھر مین نہ وہ سختی ہی آہن مین

سب حرکتین سمجھتے ہم آن آن مین ہین
قرآن کی آیتین ہین وہ خط مصحف رخ
یہ مار زلف نے ہی بابنی یہ من کو اُگلا
بنت العنب ہی ساقی وہ فاختہ کہ جسکے
اس شعلہ رو کا آیا نہ کو جب زبان پر
کھا جائینگے وہ دل کو ہی اسکا یہ نمونہ

تم اپنے دھیان مین ہو ہم اپنے دھیان مین ہین
پر جانتے نہیں ہم یہ کسکی شان مین ہین
آویزے لعل کے کب اُس گل کے کان مین ہین
سب نا آشنا ہین جتنے جہان مین ہین
جو سو پڑے پھپھولے وہ مین زبان مین ہین
ساری الائچی کو سمجھے جو پان مین ہین

نشان تیرے کف پا کا دیکھتا ہوں جہان
طواف آنکھوں سے کرتا ہزار بار ہوں میں
الٰہی کہاں وہ کاروان کہ جو منزل پہ اپنی جا پہونچی
میں اُس کے پیچھے روان صورت غبار ہوں میں
نہ میں ہوں ظاہر ایسی نہ ماجرا ہے جانتا
الٰہی کیا ہوں جو بیتاب و بیقرار ہوں میں
مجھے عشق میں ہوش و خرد نہیں مجھ
دار ہوشیار ہوں میں

ہو گئی کچھ صفحۂ گردون پہ آرائش سی اور
جلوہ فرما کون ہو گا جو خطوط مہر سے
زلف مشکین کو جو اُس کافر نے باندھا کھینچکر

جدولین جو میری آہ آتشین کی کھنچ گئین
دُور یان نمگیرہ چرخ برین کی کھنچ گئین
اور بھی مشکین دل اندوہگین کی کھنچ گئین

جا بجا ہو کیون نہ شہرت حسن کو اُسکے ظفر
ابتو تصویرین ہزارون اُس حسین کی کھنچ گئین

جی میں کیا تیرے سمایا اسے کیا کہتے ہین
ساتھ سوتے ہو لپٹ کر مرے تم شرم کہان
اُنپہ ہم تجربہ ہین وہ اور یہ غش ہین منسوس
پوچھا ہر چند بھرے کان تمھارے کس نے
دن کو تو یون وہ نہ آیا کہ ہین باغ غبار
گل صد برگ بنایا دل صد پارۂ عشق
بید مین پھل نہین سایہ ہی مری آہ کا نخل
لاکھون انداز ہین کس کسکو ہم اُنسے پوچھین

ہمسے ہر وقت کنایا اسے کیا کہتے ہین
یہ جو منہ تمنے چھپایا اسے کیا کہتے ہین
یہ ستم بار خدایا اسے کیا کہتے ہین
نہ بتایا نہ بتایا اسے کیا کہتے ہین
خواب مین شب جو نہ آیا اسے کیا کہتے ہین
تونے کیا گل یہ کھلایا اسے کیا کہتے ہین
نہ ثمر رکھے نہ سایہ اسے کیا کہتے ہین
تمکو یہ کسنے سکھایا اسے کیا کہتے ہین

گریۂ خون سے سلگتا ہی تھا دل اور ظفر
سرد مہری نے جلایا اسے کیا کہتے ہین

وہ تیر اور ہی جس تیر کا فتراک ہون مین
وہ دام اور ہی جس دام کا شکار ہون مین

غیر پر چشمِ عنایت مجھکو دیکھو قہر سے
غم مرا غمخوار ہی کرتا ہی وہ غمخوار گی
مین ہو حیران روبروئے یار کے آئینہ وار
واہ وا کہتے ہین میرے لب کھلے ہی رہگئے
جم گیا دل خاکِ کوئے یار پر جون نقشِ پا

آنکھ سے دیکھا کرون کیونکر کہو تو کیا کرون
مین نہ دم اسکا بھرون کیونکر کہو تو کیا کرون
اپنی صورت کو تکون کیونکر کہو تو کیا کرون
اور وصف انکا کہون کیونکر کہو تو کیا کرون
اُٹھ نہین سکتا اُٹھون کیونکر کہو تو کیا کرون

اپنا احوال محبت سامنے اُسکے ظفر
آپ مین لکھکر پڑھون کیونکر کہو تو کیا کرون

پاک شی کچھ اور ہی مین قطرۂ ناپاک ہون
خواہش دنیا ہی در پی استقامت کیونکہ ہو
دور ہی منزل بہت اور پانوئمین طاقت نہین
بے حجابی سے اُٹھا کا فر نہ تو منھ سے نقاب
ناصحا کرتا ہی کیا چاک گریبان کو رفو

بولتا کیا جانے کیا ہی مین تو مشتِ خاک ہون
اُڑتا پھرتا مین ہوا مین جون خس و خاشاک ہون
گرچہ مین رکھتا طبیعت عشق مین چالاک ہون
دیکھ کر کیا جانے کیا بولون کہ مین بیباک ہون
فکر کر اسکا کہ رکھتا سینہ مین صد چاک ہون

ای ظفر دونون جہان مین کیون نہو مجھکو ظفر
جان و دل سے مین غلام صاحب لولاک ہون

مین بلون کیونکر کہ وہ پیمان گسل ملتا نہین
اُسکی صورت سے ملے کس وجہ یوسف کی شبیہ

میرا دل ملتا ہی اس سے اُسکا دل ملتا نہین
رخ سے رخ گیسو سے گیسو تل سے تل ملتا نہین

سنکے وہ آواز کو دہلیز پر رکھین پانون	آج کیا جانئے وہ کس مشکل سے گھر مین آئے ہین
رات کو کرتا ہی وہ نالے کہ اُڑ جاتی ہی نیند	لوگ سب عاجز ترے نالے سے گھر مین آئے ہین
جب کبھی تو نے ہین خاک کوے جانان پر تو ہم	کیا معطر ہو کے عطر گل سے گھر مین آئے ہین
گر گئے ہین لوگ سمجھانے ترے دیوانے کو	اُٹھے پانون ہو گئے وہ قاتل سے گھر مین آئے ہین
تو نہو گھر مین تو دل گھبرا لگے کیا سنگدل	توڑنے ہم سر کو گھر کی سِل سے گھر مین آئے ہین
لعد و شور حشر سے آسودگان گور کو	مست اُٹھا تھک کر ابھی منزل سے گھر مین آئے ہین

کس کی چشم مست کو تم دیکھ کر اب اے ظفر
آپ جو یون مست لایعقل سے گھر مین آئے ہین

ہزارون طرح کے چلتے ہین ہر تدبیر سیدھی ہی	نہین چلتا کوئی چلتا اگر تقدیر سیدھی ہین
پڑی ہی زلف برخم مصحف رخسار پر ایسی	کبھی کی دیکھو جدول کسنے کی تحریر سیدھی ہین
جو صورت راستی کی چاہتا ہی تو نہ ہو ٹیڑھا	کہ ٹیڑھی ہی شکل تو ہی بد نما تصویر سیدھی ہین
ترے سمجھانے کیا ہوتا ہی ناصح جب نہ دل سمجھے	مگر تقریر کج بختی کی اس تقدیر سیدھی ہین
بتایہ کشتگان ابرو خمدار کا پایا	کبھی ہر مقبرہ کی رہ گئی تعمیر سیدھی ہین
کرون مین بات اُلٹی یا کہ سیدھی ایک کیا حاصل	نہ ہی تاثیر الٹی مین نہ ہی تاثیر سیدھی ہین

اگر دشمن مین وضع راستی بھی ہو حذر کر تو
کہ برش کیا نہین ہوتی ظفر شمشیر سیدھی ہین

ہست یہ رو میندہ اشعوران کرو گیا پیدا
از غم درد وبچھران کدی اثر کو نہین

نالہ وآہ کنم میندی نیا مین کب تک
شب ہجر ست آسان اوکی سحر کو نہین

نام نیکم ہونا ہر فرح اوسدی برباد
پاس یکذرہ میندی نام وا پھر کو نہین

کیست تا اگھی کولی اوسنو ہمارا احوال
آنکہ حالت بلو ہم اپنا ظفر اسکو نہین

عشق کے ساغر سے گر ہشیار بیہوشی کرین
جام چشم مست سے تقسیم بیہوشی کرین

چاند دیکھین عید کا جب دیکھین پیارے یار کو
عید ہم اسدن کرین جبدن ہم آغوشی کرین

اپنا دم رکتا ہی گر کیجے خموشی اختیار
یار رکتا ہی اگر ہم ترک خاموشی کرین

چاہتے ہین زخم دل کے کھول کر آغوش ہم
پھر دم شمشیر قاتل سے ہم آغوشی کرین

کیونکر اپنا راس قدر تھکے ہین اب منزل ہین یار
یہ مسافر چاہیے فکر سبکدوشی کرین

عشق وہ آتش کا پر کالہ ہو چھپتا ہی نہین
اتنا ہی ظاہر ہوا ہو جتنی خس پوشی کرین

وہ کسی برقع مین ہونگے دیکھ لینگے ہم ظفر
ہو چکا پردہ کہوان سے نہ روپوشی کرین

کیا کرون گریہ کہ آنکھون مین مری خواب نہین
کیونکہ مین آہ کرون دل کو مرے تاب نہین

خاکسارون کے لیے کسوت خاکستر ہی
غم نہین انکو اگر اطلس و کمخواب نہین

ہوئی جمعیت ظاہر سے پریشانی اور
جس سے جمعیت خاطر ہو وہ اسباب نہین

دیگر

قبر ڈھونڈھا صاف دیکھا کچھ نظر آیا نہین
لے چلا اپنے تئین ہم آپ کو پایا نہین
جسم ظاہر مین سے تو دیکھا نہین جاتا ہی یار
تمنے بھی ای دل کی آنکھون اسکو دکھلایا نہین
تو بسر لیکن نظر اس پردہ نشین کا دیکھنا
ہی جو پردہ درمیان وہ اسنے اٹھوایا نہین
آفتاب و ماہ برق و شعلہ سب ہین ہی وہ نور
حسن اپنا اسنے اب کس کس مین جھمکایا نہین
راہ سے اسکی ہوا کم کس لیے گم کردہ راہ
غافلو تمکو کسی نے گرچہ بہکایا نہین
ہی وہی عاشق سمجھ جسنے اسے الکھو ستم
ایک حرف شکوہ بر لب بند کبھی لایا نہین
بہر سا نزدیک اسنے پایا کیا محبت کا مزہ
زخم تیغ عشق جسنے ای ظفر کھایا نہین

خاک کا اُنکا بستر ہی اور سر کے نیچے پتھر ہی
ہاے وہ شکلین پیاری پیاری کس کس چاؤ سے پلیان تھین
جاتا ہی سو آتا نہین ہی آتا ہی سو جاتا ہی
جب یہ وہ سن لیتے تھے تو پڑتین کیا کھا بلیان تھین
تلخی اُٹھانی موت کے چکھے اُخاک سب اُنکو چاٹ گئی
جنکی باتین میٹھی میٹھی مصری کی سی ڈلیان تھین
روز بہاران ٹوٹتی تھی وہ جا جا کر جن ناگن مین
شوق رنگ بہ جو دیکھا وہان نا پھول ہین اور نا کلیان تھین

دیگر

دیکھے گر اپنی بھوین وہ مہ جمال آئینہ مین
تیرہ بختون کا ستارہ پھوٹ نکلا ڈوب کر
گرد کھائین آئینہ تیرے مریض عشق کو
ہی نمود اس وجہ سے عارض پہ اُسکے خط سبز
اپنے بوسے آپ لیتا ہی وہ کس کس پیار سے
گر کنول تالاب مین تونے نکھیے ہو تو گھوڑ

کھیلین طاق اور جفت مل کر دو ہلال آئینہ مین
رخ پہ جو دیکھا بنا کر تمنے خال آئینہ مین
صاف ہو معلوم سکتے کا سا حال آئینہ مین
جیسے عکس طوطی شیرین مقال آئینہ مین
دیکھتا ہی صاف صاف اپنے جو گال آئینہ مین
وقت مستی اپنی آنکھین لال لال آئینہ مین

دل مین اُس ہو سے کمر کا اس طرح آیا خیال
ای ظفر آجا ہی جس صورت سے بال آئینہ مین

دیگر

لب تمھارے ہون زلال خضر جان بخشین تو ہم — طالب آب بقا تمسے ہون تو کس سے ہون

ذات اقدس کو تمھاری کہتے ہین مشکل کشا — عقدہ سب مشکل کے وا تمسے ہون تو کس سے ہون

عرض ہی شاہ ولایت سے ظفر اتنی کہ ہم
ملتجی یا مرتضی تمسے ہون تو کس سے ہون

کہو تو زاہد کے آشفتہ میر جان کتنے ہین — بلا نوش انہین کتنے ہین بلا گردان کتنے ہین

دکھاؤن سینہ اپنا چیر کر اُس ناوک افگن کو — کہ سوفار انہمین کتنے دیکھو اور پیکان کتنے ہین

ہزارون رنج و غم ہین خانۂ دل ہین نہین کھلتا — کہ صاحب خانہ انہین کتنے اور مہمان کتنے ہین

مجھے چوری سے شب گھر اُسکے جانا یہ کسے پڑا — کہ وہان کتنے ہین چوکیدار اور دربان کتنے ہین

کوئی جانباز یون کو عاشق جانباز ہے مجھ کو — کہ ہین یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہین

جو ہم وہ چپکے چپکے باتین کچھ آپسمین کرتے ہین — تو کتنے جو رہتے ہین منہو لگاتے کان کتنے ہین

سفر دنیا سے ہی در پیش مجھکو پر خدا جانے — کہ بے سامان ہین کتنے اور با سامان کتنے ہین

کئے ہی صید افگن صید گہ مین کھینچکر خنجر — کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بیجان کتنے ہین

فقط مین ہی نہین جون آئینہ محو جمال اُسکا — کہ ششدر اور بھی کتنے ہین اور حیران کتنے ہین

بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے — کہ ہین انسان انہین کتنے اور حیوان کتنے ہین

سمجھنا عشق کو آفت اور اُس آفت مین جا پھنسنا — غرض دانا بھی ہم کتنے ہین اور نادان کتنے ہین

کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا — کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہین

نہ مجھکو کہنے کی طاقت کہون تو کیا احوال
تو اسکو سننے کی فرصت کہون تو کس سے کہون

خدا جانے بنے کیا جان پر اس دل کے تکیے سے
کہ گھس بیٹھا ہے دشمن سخت کافر بن کے پہلو مین

بغیر اس گل کے لیتا ہون جو کروٹ بستر گل پر
تو چبھتی ہے رگ گل میرے نشتر بن کے پہلو مین

لکھے گی لاغری کیا حال میرے صفحۂ تن پر
ہوئی ہین چھ پسلیان موجود مسطر بن کے پہلو مین

یہی تاثیر سوز عشق ہے تو دیکھنا آخر
جلا دیگا یہ دل پہلو کو اخگر بن کے پہلو مین

شب اک جب پاوہ تابان رخ ترا تو کان کی موتی
ہوا تابندہ ہے کے ایک اختر بن کے پہلو مین

نہ پہنچا اس پہ ہی تا کہ پلے مرغ نامہ بر بنکر
رہا دل لوٹتا لوٹن کبوتر بن کے پہلو مین

کہان تک تمکنت ہان کچھ تو بول اے سنگدل مجھ سے
نہ بیٹھ اتنا بھی تو خاموش پتھر بن کے پہلو مین

ظفر راحت ہو گر انکو ہری پہلو نشینی سے
رہون پہلو کا تکیہ مین نہ کیونکر بن کے پہلو مین

بھری ہے دل مین جو حسرت کہون تو کس سے کہون
سنے ہے کون مصیبت کہون تو کس سے کہون

جو تو ہو صاف تو کچھ مین بھی صاف تجھ سے کہون
ترے ہے دل مین کدورت کہون تو کس سے کہون

نہ کوہکن ہے نہ مجنون کہ تھے مرے ہمدرد
مین اپنا درد محبت کہون تو کس سے کہون

دل اسکو آپ دیا آپ ہی پشیمان ہون
کہ سچ ہے اپنی ندامت کہون تو کس سے کہون

کہون مین جس سے اسے ہووے سنتے ہی وحشت
پھر اپنا قصۂ وحشت کہون تو کس سے کہون

رہا ہے تو ہی تو غمخوار اے دل غمگین
ترے سوا غم فرقت کہون تو کس سے کہون

جو دوست ہو تو کہون تجھ سے دوستی کی بات
تجھے تو مجھ سے عداوت کہون تو کس سے کہون

جگر کو چھان کر ٹھہرا ہوئے قاتل کے مژگان مین
بھری ہی خون سے زیادہ آب ان تیرون کے پیکان مین

چراغ خانہ مین بتی رکھی ہٹ کر محبت نے
مٹے گا یہ نشان کب ہی جو دل کے داغ سوزان مین

اسیری مین ترے دیوانے کی ہی جوش پر وحشت
کئی دن سے جو غل ہوتا ہی برپا روز زندان مین

کہان ہین رنگ کے ٹکڑے سے اسکے روئے روشن پر
مگر خط شعاعی ہین یہ خورشید درخشان مین

ہنسی سے اُس لب لعلین کے یون دندان نظر آئے
در ناسفتہ گویا بھر دیے ہین درج مرجان مین

جنون صد آفرین صد مرحبا شاباش ہی تجھکو
نہ چھوڑا نام کو اک تار بھی تو نے گریبان مین

نگاہ یار نے اک دم مین دو ٹکڑے کیے دل کے
نہ دیکھا ہنیے کاٹ ایسا کسی شمشیر بران مین

نکر برباد میری خاکساری خاک پا ہون مین
مجھے رہنے دے ای باد صبا تو کوچۂ جانان مین

تمھارے دل جلے جلتے ہین زیر خاک بھی دیکھو
دھوان ہی سوز دل سے گھر رہا گور غریبان مین

ظفر تیرے سخن کے روبرو کسکا سخن چمکے
سخن کی تاب طاقت ہی نہین رہتی سخندان مین

خواب مین جو نظر آیا وہی بیداری مین
فرق مطلق نہ رہا غفلت و ہشیاری مین

جنس ناکارۂ ہستی کی خریداری مین
سود ہم جانتے ہین اپنا زیان کاری مین

کون منت کش شمشیر اجل ہو قاتل
طاق تیرا خم ابرو بھی ہی خونخواری مین

زلف مشکین کی تری بو وہ بلا ہی کافر
سنگ حسرت سے ہی خون نافۂ تاتاری مین

جو تری نرگس بیمار کا بیمار ہوا
تا دم مرگ رہا وہ اسی بیماری مین

کہون کیا ہی انا الحق کون کہتا ہی

قسم اسکے ... جان لوگے وقت رخصت مجھسے کچھ
پوچھو نہین
حضرت یوسف کی سنف ہون تم
پوچھو خوبصورت مجھسے کچھ
وہ صاف ... آئینہ صافی پر

نہ عکس ابروئے خمدار ڈال پانی مین	اُتر پڑیگا فلک سے ہلال پانی مین
وفور اشک مین مژگان کو دیکھ حیران ہین	کہ خشک کیونکہ ہووے یہ نہال پانی مین
ہر اک حباب ہو مانند اختر پرنور	پڑے جو عکس رخ مہ جمال پانی مین
بنے ابھی تہ دریا صدف برنگ عقیق	جو پان کھاکے وہ پھینکے اوگال پانی مین
کیا ہی جنگ کا سامان کس سے دریا نے	کہ موج تیغ ہی گرداب ڈھال پانی مین
نہین ہی فرصت یکدم پہ سرکشی زیبا	کہو حباب کو سر مت نکال پانی مین

سرشک تر مین نہین لخت دل ظفر ترتے
بہائے ہمنے کنول لال لال پانی مین

ہمدمو ہون تم میری حالت مجھسے کچھ پوچھو نہین
دیکھ لو چہرہ کی رنگت مجھسے کچھ پوچھو نہین
تھی جو تم بن شب کو آفت مجھسے کچھ پوچھو نہین
شب تھی یا روز قیامت مجھسے کچھ پوچھو نہین
دل سے دل کو راہ ہی دل ہی سے اپنے پوچھیے
دل کو جو ہی تمسے الفت مجھسے کچھ پوچھو نہین
آنکھ اُٹھاکر بھی جو دیکھون مین تو دکھلاتے ہین آنکھ
اُنکی کچھ چشم عنایت مجھسے کچھ پوچھو نہین

اِک دم میں ضربِ نالہ سے پتھر کو توڑ دوں
پتھر تو کیا کہ سدِ سکندر کو توڑ دوں

پہلو میں اپنے نشتر خنجر کو توڑ دوں
گویا کہ مرغِ روح کے شہپر کو توڑ دوں

خونِ جگر سے لعل کا بھی مول دوں بہا
گر آنسوؤں سے قیمتِ گوہر کو توڑ دوں

جوڑا اتر ابلہی سے کہے ہی کہ دل تو کیا
ماروں جو مشت کلۂ اژدر کو توڑ دوں

دیوانہ ہو کے تیرا لکے صاف آئینہ
زنجیر و طوق و حلقۂ جوہر کو توڑ دوں

ہمسر جو تیری ابروئے پرخم سے گر کمان
شاخِ کمان و دستِ کمانگر کو توڑ دوں

جی چاہتا ہے اپنا لگاؤں گلے سے میں
بندِ قبائے شوخِ سمن بر کو توڑ دوں

کیا دشمنی ہے اہلِ کرم سے کیے ہے چرخ
بہاروں تک جو کاوں شاخِ ثمرور کو توڑ دوں

توڑا دل اس صنم نے نہ آیا خیال
ہے گھر خدا کا کیونکہ میں اس گھر کو توڑ دوں

ناچار ہوں تری صفِ مژگاں سے ورنہ میں
وہ صف شکن ہوں میں صفِ لشکر کو توڑ دوں

گو ناتوان ہوں پر ظفر اک تیرِ آہ سے
نہ پایۂ سپہرِ مدور کو توڑ دوں

محبت کی کوئی اب آنکھ تجھ سے ہم چراتے ہیں
علم ہوں گرچہ سو شمشیرِ کیں کب دم چراتے ہیں

چرانے کو کوئی کالا چور دل کی ہم نہ کہوینگے
کہ تیرے خالِ رخ اور گیسوئے پرخم چراتے ہیں

نسیمِ صبح کے جھونکے ہیں بادی جو رہے وہ بلبل
کہ گلشن میں نہ گل اور شبنم چراتے ہیں

نہیں شمشیر سے جنکی جھپکتی آنکھ میدان میں
ظفر وہ دیکھ تیرا ابروئے پرخم چراتے ہیں

روبرو اُس تابش رخ کے تھا نہ مہتابی پہ رات
فرق کچھ مہتاب اور مہتاب پہ نشتاب زین

چشم فتان ساحری عیسی لبی جان بخش یار
طاق وہ جادوگری مین فرد یہ اعجاز مین

ہر قدم پر فتنۂ محشر کو ٹھکرا اے ظفر
ہے وہ فتنہ اُس ستمگر کی خرام ناز مین

سو رہا ہجر کی طرف دیکھ کے چل بستے مین
ہمسے وہ چھپ کے چلے تھے طرف خانۂ غیر
خانۂ چشم سے آجائے مژہ تک آنسو
لیتو ہم جائینگے دنیا سے متاع ایمان
ہے مری گریہ سے تربت کی خاک براہ
منتظر لب پہ ہی کب سے ترے بیمار کا کام
دل کا یہ حال ہوا مانگ مین چلتے چلتے
ہم بھی وہ سنتے ہو آئے ہیں پیچھے پیچھے
پہونچیگا نامۂ جانسوز مرا وان لیکر
قطرۂ خون کف پا ہی سے سر خار جنون
حسب حال اپنے دکھاؤن سے آئینہ گر شوار
نامہ بر جاتا ہی کیا قاتل سفاک کے پاس

ناتوانون کو تو پانون مین نہ بل رستے مین
ہمنے بھی جا ہی لیا بیٹھ بل رستے مین
طفل ابتر جو یہ جائے نہ مچل رستے مین
نفس شیطان بھی ہین پر دزد دغل رستے مین
پانون اُسکا کہین جاوے نہ پھسل رستے مین
آتے آتے گئی کیا ٹھہر اجل رستے مین
جیسے ہو جا کسافر کوئی شل رستے مین
تھی جو غیرون سے تری رد و بدل رستے مین
کہ پر و بال کبوتر گئے جل رستے مین
خوب وشن کیے مجنون نے کنول رستے مین
جی مین ہی پھینک دون اک لکھکے غزل رستے مین
دم ترا جائیگا ہیبت سے نکل رستے مین

لہرون کو دیکھو دیکھ کے پانی کی بادہ کش
عاقل کو گوشہ مین بھی کرے تنگ گر فلک
ہین گنج و زر و مال سر و دوش تا بحشر
تھا جس زمین پہ قبض و تصرف ہی زین
لاغری یہ کہ جون خط مسطر جدا جدا
رحم اس تن حقیر پہ شیشہ کی مجتنب
دل کی طپش ہلائے مژگان کی طرح سے

مجھے نشو کی لہرین مجنون کی پسلیان
غم کی بغل مین توڑ سے فلاطون کی پسلیان
کیا کمتی ہونگی بوجھ سے قارون کی پسلیان
توڑے ہی بعد مرگ فریدون کی پسلیان
پہلو نشین گنے تیرے محزون کی پسلیان
ظاہر ہی موج بادۂ گلگون کی پسلیان
تیرے مریض چشم پر افسون کی پسلیان

ترکیب بند ہی جسکے سخن مین خلل ظفر
توڑین ہین اُسنے معنی و مضمون کی پسلیان

مجھکو وہ زلفین بلا آپ نہ بسمین کھینچلین
دے اگر پروا نگی صیاد تو دل کھول کر
ہوئے جسم زار سے سرکش ہوئے شعلہ عشق کے
کھینچکر آہ رسا کو دل سے گر یارین کمند
کھینچ لین دل مین تصور ہے جو ہم تصویر یار
کسکے دل مین یہ کشش ہو کھینچے اُسکا فرد دل
ایک دو کی شرم کیا ہم وہ ہین مست شوق ہین

پر پری دل کی کہین کافر نہ بسمین کھینچلین
اور بھی دو چار نالے ہم قفس مین کھینچلین
کھینچنا ہو جتنا اس خار و خس مین کھینچلین
نہ فلک کو ہم زمین پر اک نفس مین کھینچلین
منھ ہی کیا گروہ مصور سو برس مین کھینچلین
رنج جنکو کھینچنے ہون اس ہوس مین کھینچلین
ای ظفر انکو پکڑ کر ہاتھ دس مین کھینچلین

شب گرچہ ہوا سے بھی دروازہ اُنکا کھڑکے ہی
کیا کیا اپنے دربان کو وہ اُٹھ کے سحر کو کلستے ہین

دل مین نگاہ گرم سے اپنی آگ لگا کر آتش خو
جنبش دامن مژگان سے پھر اور سوا بھڑکاتے ہین

یون تو سوا وہ گھر سے باہر جاتے نہین اک مدت سے
لیکن گھوڑے کاغذ کے گھر بیٹھے وہ دوڑاتے ہین

تار زلف مین ہین کیا کافر پیچ و تاب محبت کے
دل ہی اُلجھتا اور زیادہ جون جون ہم سلجھاتے ہین

مارتے ہین پر دام و قفس کو ایک ذرا جو ہم تو ابھی
ہاتھون سے صیاد کے گویا طوطے سے اڑ جاتے ہین

مار بستر میرے حق مین یارو مار بستر ہی
کیونکہ کاٹون رات کے مجھکو یہ تو کاٹے کھاتے ہین

نازو غمزہ آفت گر ہین تیغ ادا کے صیقل گر
کیا کیا قتل عاشق پر وہ اُسکو ظفر چمکاتے ہین

جب کبھی دریا مین ہوتے سایہ افگن آپ ہین
فلس ماہی کو بناتے ماہ روشن آپ ہین

سینے ہین سوزن سے چاک سینہ کیا ہی چارہ ساز
خار غم سینے مین اپنے مثل سوزن آپ ہین

نکر تو سرکشی غافل برنگ آب خوارہ	کہ لاتی ہی یہ تری سربلندی تجکو پستی مین
ہنونا تندرستی کا کرے ہی مضمحل جان کو	کہ ہی نقصان جا کم ملک کی ہے بندوبستی مین
خدا نے وسعت امان ہمت کی عطا جسکو	نہین ہونیکا ہرگز تنگدل وہ تنگدستی مین

کرے صوفی بھی کیا کیا ای ظفر پھر رقص مستانہ
دکھائے گردش چشم اپنی گر وہ عین مستی مین

دل بیتاب کو ہم کیونکہ سنبھالے جاوین	کوچہ صبر سے ڈر ہی نہ نکالے جاوین
اُنکے گھر جائین اگر ہم تو نکالے جاوین	اور وہ غیر کو یون گھر سے بلالیجاوین
ہین یہ ذرہ دیدہ نگاہین تری کافر وہ چور	آنکھون آنکھون ہی مین جو دل کو چرالیجاوین
پھر وہ بدست گیا باغ مین ڈر ہی مجکو	کہ گلون کے نہ کہین لوٹ پیالے جاوین
یون تو جاسکتا نہین ضعف سے مین تا دریا	میرے آنسو ہی مگر مجکو بہا لیجاوین
ای کماندار لگا تیر محبت ایسا	تیرے قربان ترے چاہنے والے جاوین
ہمسے وہ روٹھ گئے ہین کوئی انسے پوچھے	کہ جو مرضی ہو تو ہم آکے منالیجاوین
آج مین اپنی محبت کو اگر دکھلاؤن	تو ابھی عرش برین تک مرے نالے جاوین
صدمہ پہونچے پہ نہ پہونچے کوئی انسے کہدو	گل بازی کو نہ ہاتھون سے اچھالے جاوین
ہان مگر جی مین ہمارے بھی آتا ہی کہ ہم	دست گلچین زدہ سے گلدستہ بنالیجاوین
کرکے گلگشت گلستان محبت کا ظفر	تحفہ اس گل کیلیے اور تو کیا لیجاوین

دیگر

دل شامت زده آجاتا ہے جو پیچ مین انکے	تو اپنا ہی سمجھ کر کھیلتے وہ مار گیسو مین
غضب ہے زہر آنکھو مین تاثیر نشے جیسی	جو افعی سرمہ کا دنبالہ ہے مژگان بھی

ظفر ہاروت کو آنا تھا کیا اور سامری کو کیا
سکھائے نرگس جادو نے اسکے سبکو جادو مین

لوگ کہتے ہین کہ وہ ہمسے قرین رہتے ہین	واہ رے بیخبری ہم بھی یہین رہتے ہین
کیا خطا میری کہ جو تیرے خط چین جبین	کھینچے تیغ ستم خنجر کین رہتے ہین
رہتے اک جا نہین آوارہ ہین جون خورشید	صبح رہتے ہین کہین شام کہین رہتے ہین
جلوہ دکھلادے کبھی اپنا اٹھا کر پردا	تیرے مشتاق ہم ای پردہ نشین رہتے ہین
دل مین بستے ہین ہمارے صنم کافر کیش	خانۂ کعبہ مین یہ دشمن دین رہتے ہین
ساتھ لیجاتے ہین جو خاک مین بیتابی دل	خاک آرام سے وہ زیر زمین رہتے ہین
وسعت آباد جہان مین ہے جنھین خواہش نام	گھر مین بھی تنگ وہ مانند نگین رہتے ہین
بحر پر موج کو کیا خاک گنین دریا دل	اہل بخشش بھی کہین چین بجبین رہتے ہین
چٹکیان لیتی ہین دل مین تری کافر نگہین	ہاتھ نچلے کبھو مژگان کے نہین رہتے ہین
تم کبھی راہ پہ بھی آؤ کہ جون نقش قدم	چشم برراہ کئی خاک نشین رہتے ہین

شور و فریاد سے دلہائے ستمکش کے ظفر
روز ہنگامے سر چرخ برین رہتے ہین

یہ دل تفتہ جو نالے کھینچتے گو سے نکلے ہیں
شرر کی جا شعلہ در کے پتھر سے نکلے ہیں

جگر میں اسقدر کرتے ہیں کاوش خار غم
کہ تن پر رونگٹے بھی ہیر کے نشتر سے نکلے ہیں

خجل کیونکر نہووے غنچۂ اشب شگفتہ میں شبنم
اسی میں وہ چمکتے دانت گوہر سے نکلے ہیں

بکا کرتے ہیں ہم جس سرزمین پر اشک خونین سے
تو وہان کے کنگرے یاقوت احمر سے نکلے ہیں

عجب کیا ہوئے آتشدیدہ مژگان ہیں جل میں
کہ اشک آتشین اس دیدۂ تر سے نکلے ہیں

ترے پانوں کے چھالے میں ہو میں خار کہ کشتر
علم بردار یہ وحشت کے لشکر سے نکلے ہیں

نکلتے چشم سے ہیں اشک خون یا لال ایسے
بجاے دانۂ اسپند مجمر سے نکلے ہیں

ظفر شعر و سخن سے راز دل کیونکر نہ ظاہر ہو
کہ یہ مضمون سارے دل کے اندر سے نکلے ہیں

ترے پانے کا ڈھب ای یار ہم گم ہو کے سیکھے ہیں
یہ ہان سچ ہی کہ جو سیکھے ہیں کچھ وہ کھو کے سیکھے ہیں

لگانا غوطہ دریاے محبت میں نہیں آسان
مگر یہ ہاتھ اپنی جان سے ہم دھو کے سیکھے ہیں

سنا تھا آج تک منھ سے نہ انکے حرف بد ہمنے
خدا جانے سکھاے اسے وہ کس بدگو کے سیکھے ہیں

سکھایا تو سہی سوز و گداز دل محبت نے
بزنگ شمع لیکن ہم بہت رو رو کے سیکھے ہیں

دیگر

کام سب تقدیر پر ہین ہی مگر تدبیر شرط
پیش آ تعظیم سے جو سب جھکین تیری نین

کچھ سبب بھی چاہیے اس عالم اسباب مین
کون پھر سجدہ کرے گر خم نہو محراب مین

سوز غم سے کیا کہون حال دل پر اضطراب
ای ظفر آتش لگی ہی معدن سیماب مین

مانگ ہی یا کوئی سیدھی راہ ہی ظلمات مین
یا عیان ہی کہکشان کا خط اندھیری رات مین

ہوگئے ہم جلکے خاکستر بھی پر ای شعلہ خو
اب تلک وہ ہی شرارت ہی تری ہر بات مین

ای صنم سارے پریرو یون ہے تو نام خدا
ہی زیادہ ناز مین شوخی مین چھب مین گات مین

دیکھیے کب دائو پر چڑھتا ہی وہ آہو نگاہ
لگ رہے ہین ایک مدت سے ہم اسکی گھات مین

اپنی صورت دیکھکر آئینہ کو دیکھے ہی کیا
تو شبیہ یوسف کنعان کو تصویرات مین

یون ہے گر یہ سے اسکے رخ پہ نکلا خط سبز
سبزہ ہو جاوے ہی پیدا جس طرح برسات مین

آفت جان ہی دلا وہ غمزہ و ناز و ادا
دیدہ و دانستہ کیون پھنستا ہی تو آفات مین

مہرہ شطرنج کی صورت بساط دہر پر
مر گئے کتنے ہی اس دنیا کی بردہ مات مین

کیا حقیقت واصلان حق کی پوچھے ہی ظفر
ہوگئے ہین محو بالکل وہ تو اسکی ذات مین

ہوا کیون ناہجر کا غم چار باری ہر مہینے مین
اگر وہ آٹھوین دن بھی قدم رکھے گر زینہ

عجب ہی ہو محرم چار باری ہر مہینے مین
تو مل جاینگے ہمدم چار باری ہر مہینے مین

دیگر

کب ہجوم غم سے میری جان گھبراتی نہین
مین تو گھر جاؤن کرون پر کیا کہ نوبت آتی نہین

کون ہی جسکو نہین ڈر آہ سوزان کا مرے
کانپتا شعلہ نہین یا برق تھراتی نہین

کیا ہوا بدا اصل گر ظاہر مین نیکو صفات
کچھ ہنر ذاتی پر انکا غیر بد ذاتی نہین

ساقیا فرقت مین تیری تا بپاش میکشا
میکشون کی سر پہ کیا کیا تیر برساتی نہین

صاف خوب زشت کہہ دیتا ہی سینہ پر آئینہ
دل بے دیدہ کی صفائی آنکھ شرماتی نہین

آسمان بنا ہی وہ چکر کہ جسکو دیکھ کر
کون ہی ایسا کہ اسکی عقل چکراتی نہین

چشم مشتاقون کی تیری حسرت دیدار مین
جنبش مژگان سے کسدن کونسی چھاتی نہین

ای ظفر ہر دیکھ گھنکا باغبان کا کس قدر
باغ مین بلبل کی آج آواز بھی آتی نہین

دو چھریون بات دل کی جب ہین سے چلکے پکڑتے ہین
کہ خال لب کے اک بوسہ پہ سو نکتے پکڑتے ہین

نجائین یان سے یہ چاہین ہین پیران دوتا قامت
زمین دانتون سے اپنے جب وہ ہین جھکتے پکڑتے ہین

ستمگر رستہ اپنے گھر کا عاشق تیرے کوچے سے
محبت سے جب انکے دل نہین سکتے پکڑتے ہین

نہین جب دیکھنے سے رکتے وہ اور دل مین ہین
تو ہم دامن پکڑنے سے نہین رکتے پکڑتے ہین

ہے یہ ہماری ہمین تمنا گرچہ برنگ نقش قدم
زیر قدم ہم ہون تیری سر راہ اپنی دم رفتار انکھین

دیکھا ہمنے سیہ پوش اکثر سرمہ سے یا کاجل سے
کشتۂ تیغ نگہ کی اپنے ہین وہ ماتم دار انکھین

گو کہ تجکو نشک مسیحا کہتے ہین لیکن فائدہ کیا
میرا ادھر بیمار ہی دل اور تری ادھر بیمار انکھین

سب مین وہی ہے جلوہ نما خورشید سے لیکر ذرہ تک
پر جو ہون اسکی گرم نظارہ ہین وہ ظفر درکار انکھین

پردہ اس سوز جگر کا کبھی ہونے کا نہین
داغ پر بھی مرے پھاہا کبھی ہونے کا نہین

دفن ہو ویگا ترا کوئی جہان سوختہ جان
سبزہ واں خاک سے پیدا کبھی ہونیکا نہین

ہین اطبا تو یہ کیا آئے مسیحا بھی اگر
تیرا بیمار غم اچھا کبھی ہونے کا نہین

لکھدیا جو تری تقدیر مین ہو ویگا وہی
جو نوشتے مین نہو گا کبھی ہونے کا نہین

آسمان کینہ عالم سے نہو گا لبریز
خالی اس مے سے یہ مینا کبھی ہونے کا نہین

دیکھے دل اپنا پشیمان ہون کہ گر جان گئی
بچ گئی کام پھر ایسا کبھی ہونیکا نہین

کرکے نظارہ گلزار جہان ای غافل
پھر میسر یہ تماشا کبھی ہونے کا نہین

وعدۂ وصل سے ہوا اسکے مجھے کیا تسکین
جانتا ہون کہ وہ سچا کبھی ہونیکا نہین

تجھ بن ای آرام جان کب جان گھبرائی نہیں	پیٹتے ہم سر نہین یا کوٹتے چھاتی نہین
ہمسری کرتا ہی گل عارض سے اُسکی ای صبا	دو طمانچے مار کر تو اُسکو سمجھاتی نہین
شمع دل بے حوصلہ تیرا کہیں جاتی ہی تو	پر زبان پر شکوۂ سوز جگر لاتی نہین
ہی جو ہر شان چمن کو تیرا کھلنا باغ مین	باغ مین بلبل کی آج آواز بھی آتی نہین
ہنبش دامان مژگان تیری کس دم تھو	دل مین تیر تفتہ جان کے آگ بھڑکاتی نہین
پہونچے ہی چاک گریبان تا بدن ہر گھڑی	مین کہون کیونکر کہ وحشت پاؤن پھیلاتی نہین

یان تو ہم باتین بناتے ہین ہزارون ای **ظفر**
جا کے وہان کوئی بھی ہمسے بات بن آتی نہین

پکھیرو دل پہ جو دس بیس داغ ہین دو تین	تو قمقمے ہین بہت اور چراغ ہین دو تین
نمود سینہ پہ اپنے جو داغ ہین دو تین	یہی تو عشق کے چشم و چراغ ہین دو تین
رہین نہ ہوش بجا جسکے ایک جرعہ سے	ہم اُس شراب کے پیتے ایاغ ہین دو تین
نہین ہی اُسکے دو سنبل خط سبز یا گیسو	قریب بیٹھے یہ توتی سے زاغ ہین دو تین
وہ پاے آنکھون مین یا سینہ و دل یا نیرے	جو ڈھونڈو اُسکے مقام سراغ ہین دو تین
جو تو سنے تو زیادہ نہین مرا مطلب	وہ باتین ای بت نازک دماغ ہین دو تین

ظفر زمانے مین آرام کا ہی یہ احوال
ہزار تنگ ہین گر با فراغ ہین دو تین

لگتی ہی اگر آتش پانی سے بجھاتے ہین
پر اشک مرے دل مین اور آگ لگاتے ہین

ہین بخت جو خوابیدہ وہ بھی تو کبھی جاگین
ہر رات مرے نالے سو تونکو جگاتے ہین

جو بات کہ غصے سے کہتے ہین وہ اورونکو
ہم خوب سمجھتے ہین یہ ہمکو سناتے ہین

دل اُس بت کافر سے پھرنیکا نہین اپنا
ناصح یونہین بک بک کے سر اپنا پھراتے ہین

ہم ہین وہی جو آگے روتونکو ہنساتے ہین
اب حال ہی یہ اپنا ہنستونکو رلاتے ہین

کب داغ ہین سینے مین سوز غم ہجران سے
یہ حضرت عشق آنکھین پردے دکھاتے ہین

احوال ظفر اُنسے کس طرح کہین اپنا
ہو جاتے ہین بیخود ہم جس وقت وہ آتے ہین

روز ہی اک غم نیا میرے دل غمناک مین
روز ہی اک چاک تازہ سینۂ صد چاک مین

تیر اصید بستہ فتراک کھل کر گر پڑا
رہ گیا لوہو کا دھبا دامن فتراک مین

انکو انجم مت سمجھنا میرے تیر آہ سے
ہو گئے روزن ہین یکسر سینۂ افلاک مین

اشک خون مژگان سے ہین اس طرح سے لپٹے ہوے
لگ رہی جس طرح ہو آتش خس و خاشاک مین

پردۂ مینا سے تو جلدی نکل ای دخت رز
دیکھو تو بیٹھے ہین کب سے مست تاکی تاک مین

اُسکے رخسار مصفا کی جو دیکھی آب و تاب
ملگئی بس آئینہ کی آبرو سب خاک مین

عشق کے دریا مین تیرے کون عاشق کے سوا
ای ظفر اتنی کہان طاقت کسی تیراک مین

سو بار کی بنور نگہ آفتاب مین | تیرا سا جلوہ دیکھا نگہ آفتاب مین

خال اُسکے رخ پہ ہی کہ سیاہی ہے زاغ کی | کھا کل گرہ گئی ہی یہ رہ آفتاب مین

دکھلاؤن دل کا داغ تو نکلے ذرا فرق | کچھ اسمین اور غیرت مہ آفتاب مین

آئے اگر عرق ترے رخ پر تو کیا عجب | شبنم سے جائے آب جو یہ آفتاب مین

اک تیر آہ خانۂ زنبور کی طرح | روزن پڑے ہزار جگہ آفتاب مین

وہ جائے زیر سایۂ دیوار دے کسے | بیٹھا ہے کوئی سر رہ آفتاب مین

حیران ہو نہین خطوط شعاعی کو دیکھ کر | کسنے لگائے تیر فرہ آفتاب مین

تو جام ہی مین ہر دم کہ شاہ چشم مست دیکھ | ہی مثل ماہ داغ سیہ آفتاب مین

شاہان عصر مین ہی ظفر تو وہ سر بلند
پڑتا ہی عکس تاج کلہ آفتاب مین

ہوئے واقف نہ جو دنیا کے غم سے وہ ہی اچھے ہین
جو ہستی مین نہین آئے عدم سے وہ ہی اچھے ہین

جھوٹے یون تو ہزارون گوہر خوش آب نیسان سے
مگر جو اشک ٹپکے چشم نم سے وہ ہی اچھے ہین

برابر ہین پریشانی مین ہم اور بال زلفون کے
وہ اکثر تیرے منھ لگتے ہین ہمسے وہ ہی اچھے ہین

همدم ہی عبیر کفن اُس در کی مجھے خاک — خوشبو نہ لگا تو مرے چل ہشت کفن مین
اُس مغبچہ کا سوز غم عشق پس از مرگ — بھڑکائے ہی اک آتش زر دشت کفن مین
دیکھا ہی حسرت زدہ کو بعد فنا بھی — دانتون کے تلے دابے سر انگشت کفن مین

مقدور ہی حریفون کو ظفر ہو تو زر و سیم
لین باندہ پس از مرگ بھی یکمشت کفن مین

ردیف واو

تیغ ابرو کی تمھین جسکو دکھانی آب ہو — کیون نہ ہردم زہرہ اُسکا یار جانی آب ہو
وصل سنتے ہی صنم کا کاروان بحر کے — یہ چلی آنکھون سے اپنی سب نشانی آب ہو
قدر جاتی ہی ہمارے اشک و مژگان کی دلا — جسکو اس دُر نجف کی آہ پانی آب ہو
حال درد عشق اپنا گر کہین دو چار مین — لیلی و مجنون کی پھر اُس جا کہانی آب ہو
چشم پرخون کو ہماری دیکھ کر ساقی تم — کیون نہ پھر جام شراب ارغوانی آب ہو
نقش وہ کندہ کریگا ان نگاہون سے کہ جو — جسکو پھر ایسے نگینے کی مٹانی آب ہو

کھینچکر تیغہ جو نکلے چشم سے یہان موج اشک
ای ظفر خجلت سے تیغ اصفہانی آب ہو

ہمارے دیکھ کے دریا دل کا یار چڑھاؤ — گھٹا ہی کیا ہی سمندر کا ایک بار چڑھاؤ

پیدا کی دل مین درد غم نے الم نیا
تجھ سب مین جلوہ گر ہی ہوا ماہتاب نو
سودائی و جنونی و شیدا و شیفتہ
ہوئے ہی ایک روز وہ مجھکو خطاب نو

باتون مین مہندی لگا بیٹھے ہو تم وان بہاتے
خون دل ہوتا ہی یہان جلد حنا کو کھولو

مار رکھے گی سراسر ہی یہ کافر دل کو
جان من سنبل رخ پہ نہ تم زلف دوتا کو کھولو

مجکو رسوا کرو ور روکے نہ تم ای آنکھو
راز ہے چشمون مین ست مانو خدا کو کھولو

غنچہ سان دل مین گرہ ہمسے نرکھو اب تم
گلے لگ جاؤ بس آغوش وفا کو کھولو

شدت گرمی سے دم اپنا بہت رکتا ہی
یا الٰہی کہین جلدی سے ہوا کو کھولو

بخدا یار و ظفر سے وہ بہت رکتا ہی
کوئی باتون مین بہت ہوش ربا کو کھولو

کام دن رات جسے چشم گرفتار سے ہو
کیون نہ پرہیز اُسے نرگس بیمار سے ہو

محو نظارۂ آئینہ فقط وہ ہی نہین
دام حیرت مین گئے ہم ہی گرفتار سے ہو

آبرو خاک مین تیری ابھی مل جائیگی
رو کش ای ابر نہ اس چشم گہربار سے ہو

زخم دل پر ہی مرے عکس خط سبز اُسکا
فائدہ کیون نہ تجھے مرہم زنگار سے ہو

زلف کو چھوڑ لیا مانگ کا رستہ دل نے
سوے ظلمات چلا کشور تاتار سے ہو

کر سکے دل کی نہ اُس آئینہ رو سے کچھ بات
روبرو اُسکے کھڑے رہ گئے ناچار سے ہو

مُنھ پہ مہتاب کے گر شب کو ہوائی چھوٹے
کہ مقابل نہ وہ مہر آہ شرربار سے ہو

سنگ کا بھی غم فرہاد سے ہی زہرہ آب
کیون نہ سیلاب وان چشمۂ کہسار سے ہو

اے ظفر ایسی ہی اک اور غزل ہمکو سنا
تاکہ محظوظ طبیعت تری گفتار سے ہو

خال اب نہ تہ زلف سیہ فام دکھاؤ
اُس نرگس بیمار کا بیمار ہون مین آہ
معلوم ہوئے آپکے جوہر ہمین صاحب
اُسکی ہی بلائین کہین بے لیکے چھپین ہم
پہونچا نہ کبھی قافلہ تک آہ عزیزو
بیوجہ ہنو داب ہی خط رخ پہ تمھارے

تا را اب مجھے مست ایک سر شام دکھاؤ
للّٰہ لاکے نہ مجھکو گل بادام دکھاؤ
ہر دم نہ لبن اب کھینچ کے صمصام دکھاؤ
ای کاش تم اپنا ہمین ہمنام دکھاؤ
مجھسا بھی جہان مین کوئی بدنام دکھاؤ
مت طائر دل کو یہ قفس دام دکھاؤ

کتنے ہین سخندان ظفر اک اور غزل تم
تغیر قوافی سے کر ارقام دکھاؤ

یارو نہ مجھے سرو نہ شمشاد دکھادو
جاویگا نہ اس کاوش مژگان کا تصور
دل نیم نگہ سے ہوا اس یار کے بسمل
مرغان چمن دام مین ہرگز نہ پھنسین
سو دل سے مین قربان ہون جو ویسی ہی تصویر
دیوانہ صفت جسکی تمنا مین ہون پھرتا
شیرین دہنو کوہکنی مین بھی تو دیکھو
بتخانے مین کیا برہمنو جا کے کرونگا

حسن قامت موزون کی ہی اب یاد دکھادو
گر لاکھ مجھے نشتر فصاد دکھادو
کشتہ کوئی ایسا ہو جو جلاد دکھادو
گر مجکو ذرا صورت صیاد دکھادو
تم لاکے اگر مانی و بہزاد دکھادو
یارو وہ مجھے شوخ پریزاد دکھادو
تم چل کے مجھے مرقد فرہاد دکھادو
تک تم مجھے وہ حسن خداداد دکھادو

جلد اول دیوان ظفر

ظفر جس شکل سے چاہ ذقن سے اُسکے دل نکلا
نکلتے یوں نہیں دیکھا کوئی ین سے ماہ نخشب کو

غلط نخشو کہین دل کی بس اب زلف دوتا کھولو
یہ قیدی عمر بھر جائے اسکی تم مشکین ذرا کھولو
حجاب اتنا بھی کیا لازم ہی عقدہ بحر عالم کا
حباب آسا ذرا تم آنکھ او اہل غنا کھولو
سحر خون شفق مین پنجۂ خور ڈوبے خجلت سے
جو تم دست حنا بستہ کو اپنے مہ لقا کھولو
بتو اک عقدۂ دلبستہ ہی جان حزین میری
تم اسکو ناخن شمشیر سے پھر خدا کھولو
نہین وہ تو دکھاتا ہی جبین یاقوت لب اپنے
تمھین اے دیدۂ تر درج در بے بہا کھولو
برنگ غنچہ ہو لب بستہ تم جو یون کئی دن سے
ارادہ حضرت دل آپکا ہمسے ہی کیا کھولو
لٹایا اور تو سب کچھ تمنا سے توصل مین
رہی ہی ایک جان اسکو بھی پھر دعا کھولو

دیگر

دیگر

عرق جو رخ پر ہی یہ تمھارے بڑا تعجب ہی ورنہ پیارے
کبھی نہ ٹھہرے گی خور پہ شبنم ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

کب اشک شوق ذہن میں تیرے کھینچ کہ چھپتے نہیں ہی چھپتے
رہے گا یہ ہی رہے گی دامن ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

یہ زخم چھاتی پہ ہی ہمارے کسی کے خنجر کی یادگاری
لگانے دینگے نہ اس پہ مرہم ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

یہ ہیں جو لخت جگر مژہ پر مجھے تعجب ہی دیدۂ تر
شرار و خاشاک ہوں نہ باہم ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

تم اُسکے بھی حسن عارضی کا ظفر بھروسا نہ کیجیے گا
رہے ہی ہرگز نہ یہ تو عالم ادھر کی دنیا اگر اُدھر ہو

دیگر

رکھو ہاتھ سر پر جو ہمت قرآن سے بولو
خدا سے تو ڈرو تم ای بتو ایمان سے بولو

کہاں تک میری جانب سے رہیگی بدگمانی تمکو
گرہ دل کی کہیں کھولو ذرا ایمان سے بولو

سبک باتیں نہ مجھسے اس قدر ہر دم کیا کیجے
لیاقت میری کچھ سمجھو اور اپنی شان سے بولو

وہ دن بھی کون سے ہیں جو ہمکو چھوڑ کتے تھے
وہی دیوانے ہم ہیں کسی انسان سے بولو

مجھے ہر دم جو کہتے ہو کہ تو غیروں سے ملتا ہی
سر بازار تم جاکر ہر اک دکان سے بولو

ابھی یہ ذوالفقار اکدم مین قتل عام کرتی ہی
میان ابرو کی اپنی کھینچو مت تیغ دو پیکر دیکھو

تمھارے آتشین رخسار جون شعلہ فروزان ہین
جو اشک گرم ہی پیہم وہ ہمرنگ شرر دیکھو

کسی کا دل جلانا شعلہ رو یان کیا بھلا ہوگا
کٹے ہی شمع کا سر آہ لبس التقصیر پر دیکھو

نہین ہو جہ لاکھا زنگ پا نکا اُسکے ہو نٹون پر
ہوا وہ مستعد تازہ کسی کے خون پر دیکھو

شتابی اس زمین مین اور لکھو اک غزل تازہ
تکلف مت کرو اچھا نہین ہی ای ظفر دیکھو

مکان چشم کو میرے ذرا تم آن کر دیکھو
کیا ہی صاف کیا جارو پہ مژگان نے یہ گھر دیکھو

وہان بالے کے حلقے مین ہی عارض جلوہ گر دیکھو
عزیزو دینے کو نکلا ہی ہالے مین قمر دیکھو

خدا کیواسطے دکھلاؤ مت یہ جنبش مژگان
دو عالم کو نہ اک پل مین کرو زیر و زبر دیکھو

عجب صورت سے اُسکے حسن کا ہی جلوہ ای یارو
اُسے آئینہ سان ہر دم بآئین دگر دیکھو

نچھوڑا پنجہ مژگان سے چشم یار نے دل کو
گری شاہین کبوتر پر ہی کیا یہ بانده کر دیکھو

نہین موقوف تیغ و برہمن کچھ دیر و کعبے پر
ہر اک سو جلوہ گر حق ہی جدھر چاہو اُدھر دیکھو

چمن مین تمسے چشم لطف کی رکھتی تمنا ہی
تمھاری نذر کو نرگس لیے ہی سیم و زر دیکھو

بہار ابر سیہ سے باغ مین دوچند ہوتی ہی
ذرا تم چھوڑ کر چہرے پہ زلفین سر بسر دیکھو

غزل اک اور لکھو اس زمین مین ایسی ہی رنگین
قلم کو ہاتھ سے رکھدو نہ تم اب ای ظفر دیکھو

آج ہر ایک جو یارو نظر آتا ہی نڈھال
ہی مگر شوخ کی بالیدہ وہ کافر انکھین
صبح ہوتی ہی نہین اور نہین کٹتی ہی رات

اپنی ابرو کی وہ کھینچے ہی کہ صمصام نہو
جسکے ہم چشم ذرا نرگس بادام نہو
رخ پہ کھولے وہ کہین زلف سیہ فام نہو

ای ظفر چرخ پہ خورشید جو یون کانپے ہی
جلوہ گر آج کہین یار لب بام نہو

دل سوزان کو مگر ای بت خونخوار نہ چھو
ای طبیب ایسے پڑ جائینگے ہاتھو نمین ترے
ڈر لگتا آہ اسیران قفس سے صیاد
وادی قیس مین پھر آگ نہ لگجائے کہین
دل نہین سینہ مین ہی کہ وہ دبی آتش ہی
کہین لگجائے نہ اس سقف کہن مین آتش
صورت شانہ نہ یہ ہوتا نہ دل اپنا صد چاک
کر نہ ای باد صبا خاک شہیدان برباد

اخگر عشق ہی یہ تو اسے زنہار نہ چھو
نبض بیمار تپ عشق کو ہر بار نہ چھو
ہر گھڑی بال و پر مرغ گرفتار نہ چھو
دامن گرم رو عشق کو ای خار نہ چھو
ہاتھ ہرگز نہ لگا اُسکو خبردار نہ چھو
قصر افلاک کو ای آہ شرربار نہ چھو
زلف کا اُسکی اگر لیتے ہر اک تار نہ چھو
دامن گرد رہ کوچۂ دلدار نہ چھو

وہ برہمن بچہ ہر دم تجھے کہتا ہی ظفر
تو مسلمان ہی سر رشتۂ زنار نہ چھو

لشکر درد و الم بھیج نہ ای جان تو
کشور دل کو نکر اب مرے ویران تو

ابرو پہ اسکی زلفین کیا آ کے الجھ گئی ہین
یارو قدم سمجھ کر رکھنا ٹک اسکے گھر مین

بس قتل کو ہے کافی ابرو کا اک اشارہ
یارو نہ اب گھٹا دو دل کو گھٹا دکھا کر

شیشے قریب ساغر کستے دھرے ہین ساقی
کانو نین یہ نہین ہین اُس شوخ کے موتی

جاسوس لگ رہے ہین دیوار و در تلے دو
ظالم کی تیغ سے ہین وابستہ پر تلے دو

تلوار ہاتھ سے تم رکھو اب سپر تلے دو
یہ وقت میکشی ہے ساغر نہ دو تلے دو

یہ آبلے نہین ہین داغ جگر تلے دو
تارے سے ہین چمکتے اپنی نظر تلے دو

نیند آگئی ظفر کو زانو سے یار پر اب
ای یارو کوئی تکیہ رکھو اسکے سر تلے دو

جب لب پہ ترے رنگ مسی جلوہ نما ہو
نرگس کی روش ہاتھوں لے کیون نہ عصا وہ

عکس رخ دلدار وہین ہو کے نمایان
جب کھولتے ہو کاکل پیچان کو تم اپنے

کیون دیدۂ دانستہ نہ ہم خاک مین ملجائین
بوسہ جو طلب مین نے کیا اُسنے تو وہین پا

وحشت سے گریبان کو کرے کیونکہ نہ گل چاک
محراب حرم کیونکہ نہ سمجھے وہ بد شکل

تب چشمۂ حیوان پہ نمودار گھٹا ہو
آنکھین جو تری دیکھکے بیمار ہوا ہو

ان آئینہ کچھ دل مین اگر اپنے صفا ہو
تب سر پہ مرے ایک نئی لاتے بلا ہو

ای شوخ جو سرمہ تری آنکھون مین لگا ہو
جھنجھلا کے لگا کہنے کہ چل یہان سے ہوا ہو

زنجیر چمن مین جو لیے موج صبا ہو
سر جسکا خم ابروی جانان مین جھکا ہو

جب یہ چمک تمہارے ابرو کے خال مین ہو | یہ کہیے کیونکہ تارا شب کو ہلال مین ہو
ای حضرت دل اتنو فکر رہائی کیجے | بیوجہ پھنستے تم تو زلفون کے جال مین ہو
فرقت کی رات جسنے کاٹی تڑپ تڑپ کر | یارب وصال اُسکا روز وصال مین ہو
آگے لبون کے تیرے بھرتا ہی قند پانی | ایسی کہان ہے لذت آب زلال مین ہو
مجلس مین میکشون کے کیا کام ہی تمہارا | ہان تم تو شیخ صاحب مست اپنی حال مین ہو
کبک دری کو تونے پامال کر دیا ہی | کیونکر نہ چلبلاہٹ اب تیری چال مین ہو
گو چرخ پر بھرا دے مہ آپکو ولیکن | ہمسر نہ تو بھی تم سے حسن و جمال مین ہو
نکلے ہی مہر تابان جون صبحدم شفق مین | لگتے ہو مجھے تم ایسے اس سرخ شال مین ہو

اُٹھو کہین ظفر اب بیٹھے عبث ہو در پر
وہ خواب ناز مین ہی تم کس خیال مین ہو

خط مین عاشق کے نہ تم حرف شرر داخل کرو | ہی یہ ملفوف اسمین سب نام دگر داخل کرو
بس ہی ابرو کا اشارہ دمبدم کیفیت پر | قور خانے مین یہان تیغ و سپر داخل کرو
ایک بوسہ پر ہی سودا کیجیے ای جان من | اس متاع دل کو میرے اپنے گھر داخل کرو
مرغ خوش الحان ہین بس ہے صید افگنو | مت حرم کے قفس مین مشت پر داخل کرو
کلبۂ احزان مین دل کھاتا ہی ہر دم پیچ و تاب | بس جواب خط حرا تم نامہ بر داخل کرو
اُسکی دیکھی مین خمار آلودہ آنکھین ساقیا | ساغر گل مین مے رنگین سحر داخل کرو

دل کو مارا پارۂ دل دو دن نگاہ ناز کو
چاہیے ہی طعمہ بعد از صید دینا باز کو

کون کہے پاجاتی وہ جیسے دل کے راز کو
وہم نے اسکے بجھایا ہی بڑے غماز کو

دیکھ سر الفت میں آنکھ تازہ سر پیدا کیا
دیکھنا روشن دلو تم شمع کے اعجاز کو

وہ قیامت ہی مرا نالہ کہ دم میں بند ہون
بند کر دون صور اسرافیل کی آواز کو

ہی لب زخم جگر کو یہ جو جنبش دم بدم
دے ہی اے قاتل دعائیں تیری تیغ ناز کو

زردی رخسار نے تیرے مریض عشق کی
کر دیا فق چھٹتے ہی مہتاب آتش باز کو

ہاتھ سے صیاد کے ڈر جاؤن جون رنگ حنا
بال و پر کی کچھ نہیں حاجت مری پرواز کو

ساحری کرتا ہی دعوے ساحری کا ای ظفر
یک نظر دیکھا نہیں اس چشم افسون ساز کو

خواب میں جلوہ جو شب آ کے دکھایا مجکو
صبح تک غش میں رہا ہوش نہ آیا مجکو

چین تھا خواب عدم میں مجھے ای شور ظہور
تو نے کیون دشمن آرام جگایا مجکو

جل اٹھا نبض کی گرمی سے مرے دست طبیب
تپ ہجران نے ترے ایسا جلایا مجکو

دل دکھانے کے لیے مجکو بنایا میرے
دکھ اٹھانے کے لیے تیرے بنایا مجکو

دل نخچیر سے تیر اسکا یہ کہتا ہی کہ سے
جذبۂ شوق ترا کھینچ کے لایا مجکو

میں تو جاتا تھا کہ آنکھوں میں کھٹکیگا وہ مجھے
آ سے آنکھوں ہی سے جون اشک گرایا مجکو

لیگیا خضر تصور مجھے اس راہ سے وان
راہ میں نقش قدم ایک نہ پایا مجکو

جلد اول دیوان ظفر

دیگر

وہ زلف وروے نورانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
وہ ابرو اور پیشانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
وہ دندان کیا کہ سلکِ دُر آہا ہا آہا ہا
وہ لب کیا لعل رمانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
تمھارے روے روشن سے نقاب ایکدم اگر اُٹھے
کرے پھر ماہ کنعانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
دیا دل اُسکو جسکو قدر مطلق ہی نہین دل کی
ہوئی کیا ہمسے نادانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
ہمارے اشک دریا کی یہ تمکو سیر لازم ہی
کرے ہی موج طغیانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
صنم کا نقشہ کھینچا جنے وہ کلکِ تصور سے
کہ مانی نے بھی چین مانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
کسی کی یاد فندق مین لہو کا قطرہ مژگان پر
بنا لعل بدخشانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو
وہ پورا دوستی مین ہون کہ ہر دم میرے پانوءن پر
گرا وہ دشمن جانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

یقین ہو رات کا پردہ اُلٹ کر صبح روشن ہین

ہوا سے رخ پہ گر زلف سیہ اُلٹی سے سیدھی ہو

صبا کھولے ہزار ای عندلیبو رخت غنچہ کو

جو نہ اُلٹی ہو اسمین وہ نہ نہ اُلٹی سے سیدھی ہو

ہراسان ہی دل عاشق کجی سے فوج مژگان کے

کچھ ایسا ہو یہ برگشتہ سیہ اُلٹی سے سیدھی ہو

اگر ہی سرنوشت اُلٹی جھکا سر کو عبادت مین

کہ نہ سجدہ نہ مہرابی رو سیہ اُلٹی سے سیدھی ہو

کبھی سیدھا نہ ہوتے ہمنے دیکھا نیش کژدم کو

تری کس طرح سے نوک مژہ اُلٹی سے سیدھی ہو

کجی اور راستی جو ہی سو ہی خلقت مین انسان کے

نہ گہ سیدھی سے اُلٹی ہو نہ گہ اُلٹی سے سیدھی ہو

ظفر تقدیر سیدھی جسکی ہو حق کی عنایت سے

کرے وہ بات اُلٹی جس جگہ اُلٹی سے سیدھی ہو

کان دھو کر وہ سنے تقریر ہو اتنی تو ہو
تونے قاتل اک نگہ مین دل کیے دو ٹکڑے کیے

بات ہو ایسی تو ہو تاثیر ہو اتنی تو ہو
واہ ری برش اگر شمشیر ہو ایسی تو ہو

کہتے ہیں وہ آئینہ میں جلوہ اپنا دیکھ کر
ماہ پیکر مہر طلعت ہم ہیں تو کون ہو

ہم ہیں عاشق ہمکو آب تیغ ہی آب بقا
تشنۂ جام شہادت ہم ہیں تو کون ہو

جب نہو وے آشنا کوئی حقیقت آشنا
فی الحقیقت بے حقیقت ہم ہیں تو کون ہو

آکے بالین تک ہمارے جبکہ پھر جاوے وہ یار
واقعی برگشتہ قسمت ہم ہیں تو کون ہو

دیکھ کر آہو کو یاد آیا کوئی آہو نگاہ
دشت میں سرگرم وحشت ہم ہیں تو کون ہو

شیفتہ ہیں ہمنشین ہم اُس دہان تنگ پر
تنگ ای حضرت سلامت ہم ہیں تو کون ہو

ساتھ غیروں کے لگاتے ہیں وہ غوطے حوض میں
غرق دریائے خجالت ہم ہیں تو کون ہو

ہی گنہگاروں کی خاطر اُسکی بخشش ای ظفر
مستحق عفو رحمت ہم ہیں تو کون ہو

ارادہ اور کچھ ہی یار جانی اور کہتے ہو
خطوں میں اور لکھتے ہو زبانی اور کہتے ہو

جو اُسسے حال دل کہیے تو کہتے ہیں خفا ہوکے
کہ کہہ تو اور بھی گر کچھ کہانی اور کہتے ہو

بھروسا کیہ تمہارا تم نہیں اک بات پر قائم
دم قہر اور وقت مہربانی اور کہتے ہو

نہیں کہتے ہو تم کیا کیا مجھے اے جانفشان یا
جو کرتا ہوں زیادہ جانفشانی اور کہتے ہیں

نہیں ہو تولئے دل کیسے ہمدم کوئی قاتل
نہیں معلوم تم کسکو فشانی اور کہتے ہیں

کسی جانی نہیں ای حضرت دل آپ بھی کیسے
پھر اسپر اپنا حال ناتوانی اور کہتے ہیں

ظفر جب شعر کہہ کر اور شاعر سید ہو پرسا
دکھا کر تم طبیعت کی روانی اور کہتے ہیں

جلد اول دیوان ظفر

سکے تدبیر کر کر لاکھ انسان یہ نہو وہ ہو
بجز تقدیر لیکن کب ہا ہمکان یہ نہو وہ ہو

نہین گر نالہ ہمدم آہ ہی دمساز ہو اپنے
کوئی تو ہو انیس کنج اخزان یہ نہو وہ ہو

شگفتہ دل ہو غنچہ اور میرا دل رہے غمگین
ہزار افسوس بس گلشن مین شادان یہ نہو وہ ہو

جو نکلے گھر سے وہ شب ماہ وش اور چاند بھی نکلے
خدا شاہد ہی ہر عالم مین تابان یہ نہو وہ ہو

کرے نظارہ گل تو نہ دیکھے داغ دل میرے
تجھے منظور ای رشک گلستان یہ نہو وہ ہو

جگر دل دونون ابتو آرزومند جراحت مین
یہ ہو کیونکر نشان تیر مژگان یہ نہو وہ ہو

سدا گردش مین ہم ہون اور نہ اک دم دور ساغر ہو
یہ کیا انصاف ہی ای چرخ گردان یہ نہو وہ ہو

بھرے نالے سدا بلبل رہے خاموش پروانہ
عجب ہی عشق کے ہاتھون سے نالان یہ نہو وہ ہو

مزاج میکشی کا ہی کہ ساقی ہو کے یار اپنا
نہین کیا لطف سیر ابر و باران یہ نہو وہ ہو

ترے آگے تو تڑپے گو نہ لوٹے پانون پر تیرے
کہ نکلے کچھ تو اس بسمل کا ارمان یہ نہو وہ ہو

جو ہو آشفتہ زلف اسکی سراسیمہ نکیون دل ہو
کہ امکان ہی نہین ہرگز پریشان یہ نہو وہ ہو

ترا زہر آب پیکان ہی زلال خضر سے خوشتر
گوارا مجکو کیونکر تیرے قربان یہ نہو وہ ہو

کرے غرق اک جہان کو اور مجھے میرا نہ سوز دل
تعجب ہی کہ تجھسے چشم گریان یہ نہو وہ ہو

لگائے تو جو تکمہ لعل کا دل خون نہو کیونکر
کہ ہی حسرت کی جا زیب گریبان یہ نہو وہ ہو

ادا ہو یا نگہ ہو دل کے مین ہی کو حاضر ہون
کوئی ہو پر ہو وہ اس دل کا خواہان یہ نہو وہ ہو

الہی شام غربت ہی ہو بدنے شامیانے کے
بلا سے بر سر گور غریبان یہ نہو وہ ہو

عشق مین ہم [illegible]
الباس بازی یار [illegible]

دیگر

نہین درکار [illegible] مختصر ہماری دادخواہی ہو
نشانی اپنے داغ دل کی کافی [illegible]
[illegible] کیون کیا نہ [illegible] محبت مین
[illegible] زیبا [illegible] سیاہی ہو
[illegible] افسوس عمر اپنی یون نامہ سیاہی ہو
قلم کی طرح سے روشنا [illegible] سیاہی ہو
ہمارا [illegible] کیون کیا حال [illegible]
ہمارے سے کوئی پوچھے کہ حال بتا ہی [illegible]
جمن مین سبزۂ بیگانہ ہو کیا دیکھ [illegible]
دم گریہ ذرا دیکھو ہمارے رنگ کاہی ہو
محبت کا ہون دیوانہ مجھے الزام [illegible]
بھلا دے کیونکہ وہ محفل مین اپنی [illegible]
وہ دولت دے خدا ہون تا [illegible]
نقط دنیا مین زیبائش زیب تاج بادشاہی ہو

نہ الو ناز کے کشتہ پہ آنسو
شہیدون کو بھلا بہلاتے کیون ہو

گرہ الفت کے رشتہ مین نہ پڑ جاے
جو سُلجھاتے نہین اُلجھاتے کیون ہو

وہ مجھپر آگ یون ہی بن رہا ہی
رقیبو اور اُسے بھڑکاتے کیون ہو

ابھی ہی دور لب سے حرف مطلب
مجھے کہنے تو دو جھنجھلاتے کیون ہو

بت پھڑکائے گا صیاد تمکو
اسیران قفس گھبراتے کیون ہو

پرائے سر کو ہین قسرآن کہتے
ہمارے سر کو تم ٹھکراتے کیون ہو

نہین پہچانتے چاہت کی گر آنکھ
ظفر کو دیکھ کر شرماتے کیون ہو

[illegible] اول دیوان ظفر

وہ کہلین زلف کا ویہ اپنی [illegible]
[illegible] سے دریا مین [illegible]
[illegible] کی خدا کی [illegible]
ظفر یاری [illegible] آئی ہو
بجا لائین ہم صدق دل [illegible]

دیگر

[illegible] کے اشعار

ہمسا جانباز ہی وہ کون نپٹر دیکھین تو
رکھدے اس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو

ذرہ گر اُس رخ پر نور سے اُٹھ جائے نقاب
رو کشی کیونکہ کرین شمس و قمر دیکھین تو

جنکو دعوی ہی بڑا اپنی جگرداری کا
اُنسے کہہ دو کہ مرا زخم جگر دیکھین تو

خندۂ یار نے تو برق پہ مارا چھاپا
کرتے ہین ابر سے کیا دیدۂ تر دیکھین تو

وہ نظرباز ہین اک عمر نظر مین رکھین
اُنکی صورت ہم اگر ایک نظر دیکھین تو

دل کھینچے اُسکا ادھر ہی وہ کشیدہ خاطر
ہان ترا ای کشش عشق اثر دیکھین تو

ساعتون خون بہے چشم مین عاشق کے جناب
ایک نظر چشم عنایت سے ادھر دیکھین تو

گل مین کیا خار مین کیا سب مین ہی یکرنگ بہار
کھول کر چشم حقیقت کو اگر دیکھین تو

[illegible]

ہوئیگا اوری حسن دوبالا تیرا سارے سینیون مین
کانون مین ای کان ملاحت تونے جو پہنے بالے دو

تیغ جفا سے وار کرے تو ہاتھو نرو کو قاتل کا
اُسکو سینے لگانے دو اور مجکو جفائین سہنے دو

قاتل ناحق تیغ سے اپنی پنجۂ نازک رنجہ نہ کر
کر دیئے میرے دل کے ٹکڑے تیری ایک نگہ نے دو

دل نے جو مانگا رات ظفر اک بوسۂ خال عارض کا
ہوکر برہم مارے کوڑے وہین زلف سیہ نے دو

نصیب ایسا تو سوز جگر کسیکو نہو
کہ جل کے خاک ہو دل اور خبر کسیکو نہو

جلے رقیب دل اُسکا نہ موم ہوا ای آہ
یہ کیا کسیکو تو ہووے اثر کسیکو نہو

جو ایک عیب ہو دیکھین ہزار غور سے یار
ستم ہے لاکھ ہنر پر نظر کسیکو نہو

تمام سود ہی سودا دکان ہستی کا
جو تجھسے نفع ہو سبکو ضرر کسیکو نہو

ہزار رنج والم ہون تو سب گوارا ہین
کسیکا درد جدائی مگر کسیکو نہو

بجائے سہمہ دوزخ سے گر ہو آبے خلد
وہ نخل جس سے کہ حاصل ثمر کسیکو نہو

جو داغ دل پہ ہو تو زخم ہو جگر پر بھی
کہ ہو تو سبکو نہین ای ظفر کسیکو نہو

یہ خاک کا پتلا ہو مسجود ملائک کا | کس سند عزت پر پہونچا بشر ادہو ہو

غفلت کا ظفر پردہ اُٹھ جائے جو آنکھوں سے
آجائے تماشا پھر کیا نظر اے ہو ہو

وہ مری جان مرے پاس آئے تو کیا اچھا ہو | اور نہیں جان نکل جائے تو کیا اچھا ہو

نہیں معلوم کہ مین کون ہون اچھا کہ بُرا | کوئی اس بھید کو بتلائے تو اچھا ہو

خواب مین جو کہ دکھا جاتا ہی صورت اپنی | شکل ظاہر بھی وہ دکھلائے تو کیا اچھا ہو

ساغر جم مین جو آئی تھی نظر کیفیت | وہ نظر دل ہی مین آجائے تو کیا اچھا ہو

ای مسیحا نفس اُٹھ بیٹھے ترا کشتۂ ناز | ابھی قم مُنھ سے جو فرمائے تو کیا اچھا ہو

کوچۂ تنگ ہی دنیا نہیں آرام کی جا | یان کوئی پانون نہ پھیلائے تو کیا اچھا ہو

جو بُرا آپ کو سمجھے تو وہ ہووے اچھا | کہ بُرا اور کو سمجھ لئے تو کیا اچھا ہو

ہی بہ از وصل مریض غم ہجران کا علاج | یہ دوا ہاتھ نہ جب آئے تو کیا اچھا ہو

آئے سب یک نظر گر یہ دوئی کا پردا
ای ظفر بیچ سے اُٹھ جائے تو کیا اچھا ہو

ابرو مین تماشا ترے ای رشک قمر دو | اک جا مہ نو سامنے آتے ہین نظر دو

اک بوسۂ دندان مصفا مجھے گر دو | گویا کہ دہن موتیون سے تم مرا بھر دو

بالے ہین ترے حسن کے دریا مین بھنور دو | اور اُسپہ غضب ہی کہ ہین انکے بھی گرد و

جسطرح رہتا ہی تجھبن میرے دل کو اضطراب
مضطرب اس طرح کوئی مرغ بسمل ہو تو ہو

کب دل دیوانہ آتا ہی کسیکی قید مین
پر تری زلفون میں پابند سلاسل ہو تو ہو

ہم وفا سے منہ نہ موڑین یہ ہی شرط دوستی
وہ وفا دشمن ہمارا اگرچہ قاتل ہو تو ہو

کیونکہ ہون اُس شمع رو بن بزم آرائے نشاط
رونق محفل مگر وہ زیب محفل ہو تو ہو

عشق کے نزدیک ہی آسان وہ دشوار غم
آدمی ہمت نہ ہارے دور منزل ہو تو ہو

وہ تو ہی دکھلا رہا بے پردہ صاف اپنا جمال
کچھ تری غفلت کا غافل پردہ حائل ہو تو ہو

جبتلک ہی دم مین دم تیرا ہجر سے جائیگا دم
دم کا لینا ضعف سے عاشق کا مشکل ہو تو ہو

ہمکو یون معلوم کیا یارون کو قدر عافیت
جب کہین دل اُنکا میری طرح مائل ہو تو ہو

آب گریہ سے بجھے کیا آتش غم اے ظفر
بلکہ اُس سے اور افزون سوزش دل ہو تو ہو

جو کوے عشق مین پہنچے ذرا جمائے پاؤن
تو عقل و ہوش نے کیا جلد جلد اُٹھائے پاؤن

جو آگے عشق کے میدان مین بڑھائے پاؤن
تو شرط یہ ہی کہ پیچھے نہ پھر اُٹھائے پاؤن

گندہ ہوگا ہم دل و جان د خاک پہ کیون
غرض ہی کیا اُسے آتی جو وہ ہلائے پاؤن

بہت سے پھر حرم و دیر مین کہین اُسکو
نپایا شیخ و برہمن نے کیون تھکائے پاؤن

دبائے اُس لیے عاشق کو پنجہ مژگان
کہ تا وہ آنکھون سے اپنی ترے دبائے پاؤن

پری کو حسن سے اُس حور وش کے کیا نسبت
کہ وہ پری سے نہ اپنے کبھی ملائے پاؤن

رتبہ خط و خال مہر کو کیا آسمان پر | ای ترک شہ کمان تری ترکش کے روبرو
زاہد بجز دعا قدح کچھ سے چلے نہ ذکر | محفل میں دیکھو رند قدح کش کے روبرو
دل ہی وہ داغ داغ کہ سو خانہ باغ ہوں | ہے بے رنگ اس مکان منقش کے روبرو
گر نغمہ نشاط ہو شیون سے کم نہیں | آفت رسیدگان مشوش کے روبرو

ملا کو جب مذاق سخن بھی نہ ہو ظفر
کیا پڑھیے شعر اس بز اخفش کے روبرو

دکھاؤں میں اگر اپنے فروغ داغ ہجر انکو | رہی جا منہ دکھانے کی نہ خورشید درخشاں کو
چھپا لیتی ہے کیوں وہ زلف کافر روئے جاناں کو | تعجب ہے رکھے ہندو بغل میں اپنے قرآں کو
ہوئی وحشت میں سوز دل سے یہ کثرت پھپھولوں کی | کہ پھلکاری کا پیراہن بنا ہے جسم عریاں کو
سر ہر گام صحرا میں ہمارے تار دامن سے | جنوں بند سو آہی دستار ہر خار مغیلاں کو
خیال اس زلف کا ہے کیوں نہ میرے داغ دل کو | کہ ہوتی ہے شب تاریک میں رونق چراغاں کو
عجب دیوانے ہیں وہ جو خط جادہ سمجھتے ہیں | کیا وحشت نے تیرے چاک دامان بیاباں کو
نہ دیکھی ہو جسنے غنچہ شگفتہ میں شبنم | دہن میں وہ ترے وقت تبسم دیکھے دنداں کو
جگر سو ٹکڑے ہووے ایک دم میں صبح محشر کا | ترے عاشق دکھائیں گر اپنے چاک گریباں کو
نظر بھر انکو دیکھا جسنے وہ جیتا پھر آئینگے | فسوں کوئی بلا ہے یاد تیری چشم مژگاں کو
ہوا خواہی سے دل سوزی کے اپنا دل جلے کندہ | پر پروانہ کیا پنکھا جھلے شمع شبستاں کو

اچھے ہو جائین ابھی بیمار غم اُسکے اگر
کہتے ہو کیا چارہ گر سے ہو گیا ہم سے دل

پوچھے اتنا وہ مسیحائے زمان اچھے تو ہو
تم ابھی ای زخمہائے خونچکان اچھے تو ہو

کہتے ہو دار الشفا اُسکی گلی کو تم ظفر
پھر بھلا یہ ہم بھی دیکھین ای میان اچھے تو ہو

ایما ہو گر کلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
تسکین دل تمام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

قاصد وہان سے کوئی نشانی تو لا کہ ہو
گر نامہ و پیام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

اُس تندخو کو گرچہ ہو منظور کشتہ خون
بالفرض قتل عام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

کمتر نہ ایک جرعہ کا ساقی نہ ہمسے تو
گرچہ سبو و جام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

وہ کون ہو سو آنے دیوانے کے جسے
پر تو آنگ فی نام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

تو چاہیے یہ اگر کہ نہو ملک دل خراب
کس طرح انتظام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

دو چار گالیان ہین ہمیں خط مین لکھکے بھیج
گرچہ دعا سلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

جا سکتا کوئی اُس بت خود کام تک نہین
جاوے تو کیونکہ کام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

وہ تار زلف طائر دل کے لیے ظفر
پھندا تو ہو جو دام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

گر ہو پاس عہد بشر کو جسکا ہووے اُسی کا ہو
پھیرے نہ سوے غیر نظر کو جسکا ہووے اُسی کا ہو

کچھ منھ سے نکلجائیگا ای بادہ پرستو | مانند خم می نہ بہت جوش مین آو

کہتا ہون ظفر اُن سے جو اشعار مین بے ربط
تم لب پہ نہ آؤ نہ کبھی ہوش مین آو

اپنے ہاتھونکو جو تم رنگ حنا مین رنگو | ناخن تیغ کو خون شہدا مین رنگو
خیمۂ چرخ کو آہونکے دھوئین مین اپنے | حضرتو دل نہ غم ماہ لقا مین رنگو
ہین شہیدان محبت کے نصیب ایسے کہان | تم جو پوشاک سیہ اپنی عزا مین رنگو
جیتے جی خاک مین ملجاؤ فقیری یہ ہے | کپڑے مٹی سے نہ مل کر فقرا مین رنگو
پیر سے تم نہین ہونیکے جوان کرکے خضاب | غافلو ریش نہ اس رنگ حنا مین رنگو
ہو نزاکت سے وہین درد تمھارے سر مین | تم گلابی جو کلہ سرد ہوا مین رنگو

جیسے دامن کو ظفر اپنے سرشک خون سے
دیکھو اس رنگ نہ تم جوش بکا مین رنگو

رسم الفت نہ عدو کے دل و دین سے پوچھو | دوستو اسکو جو پوچھو تو ہمین سے پوچھو
رات آنکھو نہین لگی مجکو ستارونکی طرح | کس سے ہمخواب تھا اُس ماہ جبین سے پوچھو
ہی غم یار کو معلوم حقیقت دل کی | اس مکان کا ہی جو احوال مکین سے پوچھو
روش نقش قدم خاک مین ملنے کا مزا | اپنے کوچے کے کسی خاک نشین سے پوچھو
دل کو از بر ہین محبت کے مطالب سارے | بے تامل یہ بتائیگا کہین سے پوچھو

ای یاس و غم ہی شرط رفاقت کہ بعد مرگ
خادم ہمارے تم سر مدفن سبنے رہو

جاؤ مکان دیدہ و دل چھوڑ کر نہ تم
دونون تمھارے واسطے مسکن بنے رہو

گردش سے آسمان کی سنگین دلو ڈرو
ایسا نہو کہ سنگ فلاخن سبنے رہو

چلتا ہو زور مرگ سے کب اپنے زعم مین
تم غافلو نہ رستم و بیژن بنے رہو

دینگے بگاڑ رند مشیخت کو شیخ جی
دیکھو ملو نہ اینہن مشین بنے رہو

دانا سے یہ زمانہ مخالف ہی دوستو
دانائی اب یہی ہی کہ کودن بنے رہو

ای آنسوؤ بجھے نہ مری سوزش جگر
تم واسطے اس آگ کے روغن بنے رہو

زنار پہنو قشقہ لگاؤ تم ای ظفر
گر دل ربا بتون کو برہمن بنے رہو

محبت چاہیے باہم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
خوشی ہو اسمین یا ہو غم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

غنیمت تم اسے سمجھو کہ اس غمخانہ مین یارو
نصیب الکدم دل خرم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

دلا ای حضرت دل تم نہ یاد خط سبز اسکا
کہین ایسا نہو یہ سم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہمیشہ چاہتا ہی دل کہ مل کر کیجیے نوشی
میسر جام مے جم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حسن چمکاؤ
کہ حیران دیکھ کر عالم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

رہے حرص و ہوا دائم عزیزو ساتھ جب اپنے
نہ کیونکر فکر بیش و کم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ظفر سے کہتا ہی مجنون کہین [illegible] دل اپنا
جو غم سے فرصت ایک دم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

کہینگے حال دل اُس دلربا سے کچھ ہی ہو
ہمارا حال تمھاری جفا سے کچھ ہی ہو

قدم رکھیں سر میدانِ عشق جب سرباز
دکھاؤن ضعف سے گر مین خمیدہ قد اپنا

دل آشنا ہو کہ نا آشنا گلی مین تیرے
اُڑا تا خاک پھرون یا پھرون گریبان چاک

کسو کی جان پہ آفت کسو کا دل غارت
جو پینے دے گا نہ ہی محتسب تو یہ میخوار

وہ سنکے خوش ہو کہ نا خوش بلا سے کچھ ہی ہو
نہ ہاتھ اُٹھائیں گے پر ہم بلا سے کچھ ہی ہو

نہ پھیرین منھ کبھی تیغ جفا سے کچھ ہی ہو
تو فرق آپ کی زلف دوتا سے کچھ ہی ہو

پر آج دینگے اُسے دم دلا سے کچھ ہی ہو
کوئی تو کام دل اِن دست و پا سے کچھ ہی ہو

اُنھین تو کام ہی ناز و ادا سے کچھ ہی ہو
رہینگے اُسکے لہو کے پیا سے کچھ ہی ہو

بلا سے کفر ہو یا دین یہان ہین دونون ایک
ظفر ہو دل کو محبت خدا سے کچھ ہی ہو

ہمسر اُس زلف سے مشکِ ختنی ہووے تو ہو
وار ہوتے ہین جو اُس تیغ نگہ کے دل پر

صدقے ای رشک چمن اس قد موزون کے ترے
جو تری نوک مژہ رکھتی ہی تیزی ظالم

جان کنی عشق مین ہو میری طرح کیا طاقت
راز دل فاش کرے کون بجز طفل سرشک

رو کش اُس لب سے عقیق یمنی ہووے تو ہو
یہ کسی معرکہ مین تیغ زنی ہووے تو ہو

سید عا ایسا کوئی سرو چمنی ہووے تو ہو
تیز ایسی کسی برچھی کی انی ہووے تو ہو

تیشہ فرہاد کا گر کوہکنی ہووے تو ہو
ایسا غماز وہی نا شدنی ہووے تو ہو

تمھارے ہاتھ دولت آگئی ہی خاکساری کی
ظفر تم کیون نہ لیکر ہاتھ مین اکسیر کو رکھ دو

ردیف ہاے ہوز

پیدا ترے اشکون کے ہی قطرات مین سب کچھ
حاصل ہی ہر اک دانے سے برسات مین سب کچھ

دیجے دل و دین کیون نہ تجھے ای بت کافر
جلوہ ہی خدا یکا تری گات مین سب کچھ

زلف اسکی دکھاوے مجھے ای خضر تصور
کہتے ہین کہ ہی پردۂ ظلمات مین سب کچھ

حاصل نہین کچھ مزرع دنیا سے کسیکو
ہی کشور دل کے مرے دیہات مین سب کچھ

نقد دل و دین کیون نہ کرون پیشکش اسکے
لازم ہی کہ ہو اسکی مدارات مین سب کچھ

انداز و ادا سے نہین کچھ اور کے مطلب
ہوتا ہی ادا تیرے اشارات مین سب کچھ

قطعہ

بوسہ جو طلب اسنے کیا مین نے تو بولا
موجود ہو لیس اپنی ملاقات مین سب کچھ

سائل سے کبھی آج تلک منھ نہین موڑا
حاصل ہی ہر اک کو مری خیرات مین سب کچھ

بیتابی و بیزاری کی شکایت ہی عبث اب
ہوتا ہی ظفر عشق کی حالات مین سب کچھ

کھینچکر آہ گیا میں تو نہ یاں ہانپکے بیٹھو
زلزلے سے گیا یہ چرخ دنی کانپ کے بیٹھو

گھر سے رونے کا گمان غیر نکو ہی ای یار
پاس مت میرے جنازے کے تو منھ ڈھانپکے بیٹھو

وہ بلا زلف ہی کالی تری وہ سم والی
دیکھکر جسکو گئے دانت یہاں سانپکے بیٹھو

دم مرا بیٹھ گیا صدمۂ غم سے اس شکل
جسطرح جا کے چڑھائی سے کوئی ہانپکے بیٹھو

رند سب بیٹھے ہوئے تھے در میخانہ پر
دختر رز کو ظفر ہم بھی گئے بھانپکے بیٹھو

اچھالے دست عزہ گرچہ آب دو دو ہاتھ
ہوا یہ خوف سے کانپے سحاب دو دو ہاتھ

سدا میں اپنے ہوں دمساز نالہ کو ایسے
نہ چھیڑ و سطر ہو تار رباب دو دو ہاتھ

طپش سے درد جدائی کے میرے پہلو میں
اچھلتا ہی دل پر اضطراب دو دو ہاتھ

لیا جو اس لب شیریں سخنداں کا بوسہ
مگس نے پیٹ لیا سر شتاب دو دو ہاتھ

بتا ہلا دے اگر برق سامنے تو لڑوں
سپر بنا کے میں جام شراب دو دو ہاتھ

چمن میں کیونکہ ہو عندلیب نغمہ سرا
بجاتا تال ہی برگ گلاب دو دو ہاتھ

تپ فراق سے اس رشک یکہ لرزاں ہی
فلک پہ صبح سدا آفتاب دو دو ہاتھ

غریق بحر گنہ ہوں مدام میں تم سے
کبھی بجاوینگا یا بوتراب دو دو ہاتھ

ظفر کا آہ کی بدخوئی سے قسم ہی دل
ہٹا ہی جاتا ہی خانہ خراب دو دو ہاتھ

یارو میں حیران ہوں اُس آئینہ رو کی بزم میں
مت کہو تصویر کو تصویر کے پہلو سے اُٹھ

دل کو ہی وابستگی حلقے سے تری زلف کے
بیٹھے دیوانہ کد و زنجیر کے پہلو سے اُٹھ

ہوک سی اُٹھتی ہی اُلجھے کے وہیں سینہ میں آہ
جب کوئی کہتا ہی چل یہ ہیر کے پہلو سے اُٹھ

ایک مدت میں خدا نے دن دکھایا ہی یہ پھر
ای ظفر مت اس بت بے پیر کے پہلو سے اُٹھ

پڑا ہمارا جو اس سیمبر کے ہاتھ پہ ہاتھ
رقیب بیٹھ رہے غم میں دھر کے ہاتھ پہ ہاتھ

ہزار جان سے قربان اُس ادا کے ہاے
رکھا جو شوخ نے اک غمزہ کر کے ہاتھ پہ ہاتھ

نہ اعتبار ہی قول و قرار کا جسکے
دلا نہ رکھیو پھر ایسے بشر کے ہاتھ پہ ہاتھ

رقیب خاک بسر ہونگے مثل نقش قدم
رکھوں گا اُسکے جو نیچے میں سر کے ہاتھ پہ ہاتھ

کچھ اُسکے ہاتھ لگا کچھ ہمارے ہاتھ لگا
رکھا جو بام سے اُسنے اُتر کے ہاتھ پہ ہاتھ

رقیب تیری تمنا حصول ہوگی آہ
ہزار رکھ لیا اُس بیخبر کے ہاتھ پہ ہاتھ

ہزار طور سے لوگوں کو پھر گمان ہو وین
ظفر نے جب کہ رکھا نامہ بر کے ہاتھ پہ ہاتھ

نکل کے آنکھوں سے اشک لے ہی ہماری جب آستین بوسہ
تو ہم بھی تو بصر سمجھ کر لیا کریں ہیں جبین کا بوسہ

لب و دہان و رخ و زنخدان تمہارے ہر حصے میں بہتر
جو مانگتا ہی تو خیر ورنہ نشتابیجے کہیں کا بوسہ

روکشی کا کرے کس منہ سے ارادہ شیشہ
دل سے نازک نہین دیکھا تو زیادہ شیشہ

ابر و باران ہی گلستان ہی ہوا اور سبزہ
ساقی لبریز کر اب لیکے تو بادہ شیشہ

خاک اس دور مین کیفیت مے نوشی ہو
سرنگون ہی قدم غم پہ فتادہ شیشہ

شیشہ بازو کی طرح رکھو کے حباب دریا
سر پہ کیا اپنے پھراتا ہی تو سادہ شیشہ

محتسب پر ہو ظفر کیون نہ یہ ناوک انداز
موج صہبا نہین کھینچے ہی کبادہ شیشہ

ساقی ترے اس دست قدح گیر کا سایہ
بے بادہ مرے سر پہ ہی شمشیر کا سایہ

نہ جن کا ہی آسیب نہ پریون کا چھیٹا
ہی دل کو مرے زلف گرہ گیر کا سایہ

مجنون کو ترے ضعف سے کیا حاجت زنجیر
پانوون پہ گران جسکے ہو زنجیر کا سایہ

کھلتا جو نہین باد صبا غنچہ تصویر
اسپر بھی پڑا کیا کسی دلگیر کا سایہ

تو بھی ہی وہ تصویر کہ یوسف ترے آگے
سایہ ہے ترا بلکہ تری تصویر کا سایہ

فردوس ہی کوچہ ترا اے حور شمائل
ہی سایہ طوبے تری تعمیر کا سایہ

وحشی ہی ترا دھوپ مین بھاگا ہوا پھرتا
اس طرح کہ جیون مرغ ہوا گیر کا سایہ

یون پیک اجل ہی نگہ یار کے ہمراہ
جون تیر کے ہو ساتھ روان تیر کا سایہ

مین ڈھونڈھون ظفر اور کا کیون ظل حمایت
کافی ہی مجھے حیدر و شبیر کا سایہ

جہان مین ہو نام کیونکہ پیدا اگر ہو نامور پہ صدمہ

ہنو دکب ہون حروف سکّہ نہ پہونچے جبتک کہ زر پہ صدمہ

ہوا وہ ٹکے سے تیرے جو وے کے دل پہ صدمہ جگر پہ صدمہ

کہ پہونچا آہ دل و جگر سے فلک پہ صدمہ قمر پہ صدمہ

بلا سے گر خط کو ٹکڑے کر کر ملے کف پا سے وہ ستمگر

خطر ہی مجکو کہ اس خطا پر نہ پہونچے کچھ نامہ بر پہ صدمہ

جنون کی گرمی سے اپنے خون کی طپش کہون کیا کوئی بلا ہے

کہ رگ دم فصد اپنی تڑپی پہونچ گیا نیشتر پہ صدمہ

جو تو ہی باریک بین زیادہ چڑھانے درد لیکے جام بادہ

بغیر عینک نہ کر ارادہ وگرنہ ہو گا نظر پہ صدمہ

جو کوئی صدمہ کو عاشقی کے جہان مین پوچھے تو کوہکن سے

کہ ضرب تیشہ سے آہ اُسنے اُٹھا لیا اپنے سر پہ صدمہ

نہ بینو پہولونکی دیکھو بدھی کہ ہی نزاکت سے ڈر رہا جی

کہین گرانی سے ان گلونکی پہونچ نجاوے کمر پہ صدمہ

اکیلا تم چھوڑ کر ظفر کو سدھارے جس وقت اپنے گھر کو

تو اُسنے ٹکرایا اپنے سر کو کہ پہونچا دیوار و در پہ صدمہ

علی چشم مست ساقی سے جو پی لی بہت [illegible]

[illegible]

ہی یون تو وہ رخ بھی گل شاداب زمانہ
لیکن ہی دہن نادر نایاب زمانہ

دیتی ہی نکلنے یہ کوئی کشتی مقصود
ہی ایک بلا گردش گرداب زمانہ

کچھ دور نہیں پردہ در سے تری ای چرخ
صد پارہ ہو گر چادر مہتاب زمانہ

بیٹھا ہی یل مرگ کے کب پیچ سے کوئی
گو رستم دوران ہو کہ سہراب زمانہ

پہلو مین مرے وہ دل بیتاب ہی جس سے
ہمسر نہو صد معدن سیماب زمانہ

کیا سبز کرے کوئی کہ جون سبزہ شمشیر
ہی تشنہ خون سبزہ سیراب زمانہ

ہو کیون کہ کسی سے ظفر امید محبت
ہم جانتے ہین جیسے ہین احباب زمانہ

خال کے دانہ سے دیکھو اُس سیب غبغب مین گرہ
جتنے سیب خلد ہون ہون تخم سے سب مین گرہ

زلف کے حلقے مین وہ تابندہ اختر دیکھنا
قرص مہ سے کیا لگی ہی دامن شب مین گرہ

دل کی واشد سے یہ کھلتا ہی کہ شاید دل کی جا
غنچہ سان پیدا ہوئی انسان کے قالب مین گرہ

دل گرفتون کی بگولا خاک کا ای شہسوار
ڈال کر لنگر لگائے پائے کوکب مین گرہ

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

نہین گلے کو مرے خنجر ستم سے گلہ
اٹک رہا ہی یہ دم کیون مجھے ہی دم سے گلہ

ہزار رنج والم ہون تری محبت مین
نہ مجکو رنج سے شکوہ نہ ہی الم سے گلہ

ملائی خاک مین سب اُسنے آبرو میری
مجھے ہو کیونکہ نہ یہ اپنی چشم نم سے گلہ

کیا ہی مین نے یہ وحشت مین دشت کو پامال
کہ خار خار کو ہی اب مرے قدم سے گلہ

ہزار غنچے کھلائے کیا شگفتہ نہ دل
چمن مین ہمکو ہی یہ باد صبحدم سے گلہ

سہے ستم پہ ستم روز لیک شکر خدا
کیا نہ ہمنے کبھی اُسکا اُس صنم سے گلہ

برنگ شمع جلے سر سے پانون تک لیکن
زبان پہ لائے نہ ہم اپنے سوز غم سے گلہ

دل اُسکو جسنے دیا دل نے دی ہمین تکلیف
جو ہمکو دل سے گلہ ہی تو دل کو ہم سے گلہ

ظفر نوشتۂ تقدیر پر جو راضی ہین
نہ انکو لوح سے شکوہ نہ ہی قلم سے گلہ

ہی حنا کا رنگ بھی دست بت پر فن پہ بوجھ
گرکے میرا خون نہ لے وہ نازنین گردن پہ بوجھ

بار دنیا ساتھ ہی منعم کے بعد از مرگ بھی
باعث تعویذ سنگین ہی سد مدفن پہ بوجھ

وہ گران بار الم ہون مین کہ میری خاک بھی
اگرچہ دامن پر پڑے معلوم ہو دامن پہ بوجھ

دست وحشت سے رہا باقی جو تار پیرہن
ناتوانی سے ترے مجنون کے ہی وہ تن پہ بوجھ

بارکش دنیا کے ہون نا اہل نے اہل تمیز
لادتے ہین کب گدھون کی طرح سے توسن پہ بوجھ

اُسنے کیا سر پر رکھا پر جی دھڑکتا ہی مرا
تازگی سے ہو نہ ہو اس غیرت گلشن پہ بوجھ

نام احمدؐ کو جو لکھے تو عجب کیا ہی ظفر
لے قلم لوح کا اور لوح قلم کا بوسہ

کہاں نگہ پہ ہو سرمہ کا رنگ پیوستہ
یہ تیغ وہ نہین جسمین ہو زنگ پیوستہ

اگرچہ صورت سوہان ہی سروای قمری
گلے مین تیرے ہی پر طوق تنگ پیوستہ

نہین وہ آئینہ مین کان کے نگر کا عکس
ہوا ہی بحر کی تہ مین نہنگ پیوستہ

سر اپنا ہجر مین دیوار سے جو ٹکراون
جدا جدا ہون ہین خشت و سنگ پیوستہ

بہم ہون سامنے دو ماہ تو تماشا ہو
بھوین دکھاوے جو وہ شوخ و شنگ پیوستہ

تو ابتو ہاتھ اٹھا قتل سے کہ قبضہ تیغ
ہوا ہی ہاتھ مین ای خانہ جنگ پیوستہ

بدن سے مرد ولاور کے حلقہ ہا زرہ
رہین ہین صورت زاغ پلنگ پیوستہ

وہ کب نکلتا ہی جب تک نہ دم مرا نکلے
جگر مین ایسا ہی تیر اخذنگ پیوستہ

ظفر سمجھو نہ اسے زلف روے جانان پر
یہ ہی فرنگ سے سرحد زنگ پیوستہ

شدت گریہ سے ہی دیدۂ تر پر صدمہ
آہ سے دل پہ ہی نالہ سے جگر پر صدمہ

گرم نظارہ کوئی کیا ہو ترا مہر لقا
تاب خورشید سے پہونچے ہی نظر پر صدمہ

برق نالہ مری شمشیر ہی وہ آتش دم
پہونچے ہی جس سے فلک کے بھی سر پر صدمہ

بھنون جو ملتی ہی تری آئے ہی ظالم پہونچا
کہین پہونچے دل عاشق کے نہ گھر پر صدمہ

یہ جب تلک نفس رشتہ ہی ہزار کے ساتھ
ہزار دانہ سبحہ ہین یکتا رکے ساتھ

نکل کے روح رواں ہی ہوا کے گھوڑے پر
پیادہ جائے کوئی کس طرح سوار کے ساتھ

ہوا جدا نہ کبھی غم تری جدائی کا
رہا ہمیشہ مری جان بیقرار کے ساتھ

ملایا خاک مین مانند نقش پا تمنے
سلوک خوب کیا اپنے خاکسار کے ساتھ

کہان ہو بے خلش نیش عشق دل مین داغ
کہ گل جو باغ مین پیدا ہوا تو خار کے ساتھ

لگا نہ دامن دلدار سے کبھی افسوس
صبا نے لاگ یہ باندھی مرے غبار کے ساتھ

برنگ نگاشن تصویر باغبان ہمکو
خزان کے ساتھ نہ مطلب ہی بہار کے ساتھ

کھلی رہین گی پس از مرگ بھی مری انکھین
کہ ایک عمر سے خوگر ہون انتظار کے ساتھ

ظفر بلا سے مری دل اگر بلا مین پھنسے
اُلجھتا کیون ہی یہ دیوانہ زلف یار کے ساتھ

وای یون باعث حیرت تری نگیر کی آنکھ
جس طرح سے کہ جھپکی نہین تصویر کی انکھ

ہی مگر محو تماشا ترے دیوانے کی
نیند ہوتی جو نہین حلقۂ زنجیر کی انکھ

دیکھتے ہی خال رخ یار کو یون طائر دل
دانہ پر جیسے پڑے مرغ ہواگیر کی انکھ

شوق نظارہ مین اُس ماہ لقا کے ہر شب
جو ستارہ ہی وہ ہی اس فلک پیر کی انکھ

دمبدم دیکھے ہی حسرت سے ترے بسمل کو
حلقۂ جوہر کا نہین ہی تری شمشیر کی انکھ

دیکھتا کیا ہی لگا تیر کہ ای صید افگن
تری آنکھو نکو تکتے ہی ترے نخچیر کی آنکھ

حسن پر اپنے ہی کیا کیا خود پسند و مغرور | یا الٰہی ہو کہین دنیا سے غارت آئینہ
خانہ آئی مین گر دیکھا نہووے آفتاب | دیکھو تم دیکھے ہی وہ خورشید طلعت آئینہ

دیکھ اسکے مصحف رخسار کی دولت ظفر
ہر سحر کرتا ہی قرآن کی تلاوت آئینہ

لائے کس وجہ تری تاب نظر آئینہ | رکھے فولاد کا جب تک نہ جگر آئینہ
تاب رخسار سے اس پردہ نشین کے جانا | ہی رکھا کوئی پس روزن در آئینہ
خاک مین اہل صفا کو ہی ملاتا گردون | کیا عجب ہی کہ رہے خاک بسر آئینہ
موج جوہر سے جو ہی یار ہی پر بحر سدا | تیری صورت کا ہی دیوانہ مگر آئینہ
رات دن رہنے لگے محو خود آرائی تم | دیکھتا ہاتھ مین ہون آٹھ پہر آئینہ
سینہ صافون کا وطن مین ہی زمانہ دشمن | کرتے ہین اہل حلب شہر بدر آئینہ
مین بھی حیرت زدہ ہون میری بھی دیکھو صورت | دیکھو گر دیکھو کے تم ماہ صفر آئینہ
پاک دنیا سے ہین دنیا مین ہی گو اہل صفا | غرق ہی آب مین لیکن نہین تر آئینہ

صورت یار کو ہو دیکھتی ہی کیا صورت
صاف جب تک کہ نہو ویگا ظفر آئینہ

نہین ای ہمدمو چلتا یہ دم آہستہ آہستہ | روان ہی کاروان سوئے عدم آہستہ آہستہ
کوئی دنیا سے جاتا ہی اگر آتے ہو جلد آو | نرکھو نار سے اپنا قدم آہستہ آہستہ

دل لیا تمنے تو پھر جان کو کیون چھوڑتے ہو
دونون لے جاؤ تمھین میری قسم ساتھ کے ساتھ

اشک مژگان پہ نہین دوڑتے سب خون جگر
دونون آئے ہین یہ ای دیدۂ نم ساتھ کے ساتھ

روش سایہ ہی ربط اُن سے ہمارا اسطرح
کہ الگ کے ہین الگ اور ہین ہم ساتھ کے ساتھ

لکھ کے حال اپنا لکھون اُن کے گلے بھی قاصد
خط مین ہوجاوینگے اسوقت رقم ساتھ کے ساتھ

آمد و شد سے نفس کی ہمین معلوم ہوا
یعنی موجود ہین ہستی و عدم ساتھ کے ساتھ

نہ ہے کافر و مومن کے کدورت دل مین
صاف یکبار ہون گر دیر و حرم ساتھ کے ساتھ

کوچۂ یار سے جاتا ہی نہ دل اور نہ ہم
جا کے پھر آتے ہین دو چار قدم ساتھ کے ساتھ

تختۂ مشق ہی دل دیکھ لیے کلک خیال
مین ظفر دونون ہمین لوح و قلم ساتھ کے ساتھ

وہ رنگ ڈھنگ میں کچھ اور بول چال میں کچھ	یہ بات کیا ہی نہیں ٹھہرتی خیال میں کچھ
نہ اسکی مانگ میں اور کہکشاں میں ہو کچھ فرق	نہ ہو تمیز اُس ابرو میں اور ہلال میں کچھ
نہیں ہی عشق میں اک حال کچھ نہ پوچھو حال	کبھی فراق میں کچھ ہی کبھی وصال میں کچھ
کسے دماغ سُنے کون دردِ سر بسوا	نہیں ہی فائدہ واعظ کی قیل و قال میں کچھ
نہیں ہی دل ہی فقط زلف میں اسیر مدام	کہ جان بھی ہی گرفتار اس وبال میں کچھ
نہ دیتے وہ لبِ شیریں سے ایسے تلخ جواب	اگرچہ زہر اُگلتا نہ میں سوال میں کچھ
قفس کے ٹکڑے اڑا دے جو چھُٹ کے ای صیاد	اگرچہ دم نہیں مرغِ شکستہ بال میں کچھ
سوائے نالۂ و فریاد و گریہ و زاری	ہمیں تو خوش نہیں آتا غم و ملال میں کچھ

جو سرنوشت میں ہی ای ظفر جزا اُسکے
نہ استخارہ میں معلوم ہو نہ فال میں کچھ

ردیف یاء تحتانی

پر اشک قطرہ فشاں ہی آہِ دل سوزاں ہی	وہ سرو چراغاں ہی وہ شمع شبستاں ہی
خال اُسکے نہیں رُخ پر ہی جلوہ کناں دیکھو	وہ انجم افلاکی اور وہ مہ تاباں ہی
تیری نگہ و مژگاں کیونکر نہوں اب قاتل	وہ ناوک پرّاں ہی وہ خنجر بُرّاں ہی
کب خال زنخداں میں اب اُسکے جھلکتا ہی	یہ یوسف مصری ہی اور وہ مہ کنعاں ہی

اس روش کہتی ہی قمری سے چمن مین بلبل
تن پہ لگتے ہین یہ گل بن تو مجھی پر کانٹے

گلشن دہر مین گلچین خزان کا ہو برا
جسنے بوئے ہین مرے حق مین سراسر کانٹے

ساتھ اُس یار کے ہون کیونکہ نہ اغیار مدام
پاس ہوتے ہین ظفر گل کے مقرر کانٹے

لب شیرین جو ترے خواب مین دلبر جائے
یاد کر ذائقہ ہونٹ اپنے بکر جائے

زندگی سے ہو وہ کیون سیر کہ جسکا یارو
ہر لب زخم وہ آب دم خنجر جائے

حول دل اسکو نہ ہرگز ہو کبھو ای پیارے
جان کر شیم جو ڈر کے ترے پیچھو جائے

افعی زلف نے کاٹا ہو ترے جسکو صنم
زہر مہرہ بخدا کیون نہ وہ گھسکر جائے

ای ظفر بزم سخندان مین ترے سن اشعار
اپنے لب کیونکہ نہ ہر ایک سخنور چاٹے

تنور سینہ مین باہم دل و سیماب و آتش ہی
تعجب ہی کہ یکجا پارۂ سیماب و آتش ہی

رخ گلنار پر پیرے کہان ہی زلف خم گشتہ
بہم ای بحر خوبی حلقۂ گرداب و آتش ہی

دل بیمار اُس لب پر نہین ہی پان کی سرخی
سمجھ کر لیجیو بوسہ سر عناب و آتش ہی

نمایان برگ گل پر قطرۂ شبنم نہین یارو
یہ اعجاز بہار گل سے یکجا آب و آتش ہی

نہین جام بلورین مین شراب لعل ای ساقی
شب ہجران ہی تجھو بن ساغر مہتاب و آتش ہی

بن مژگان ہی کب ای مردمان لخت دل سوزان
روان آنکھون سے میرے قطرۂ خوناب و آتش ہی

ای غنچہ دہن میرے تو سرو گلستان ہے
دل کیون نہ شگفتہ ہو تو بھی گل خندان ہے

دل سوز ہی اک عالم روشن ہے سبھی تجھ سے
پروانہ مین تیرا ہون تو شمع شبستان ہے

ٹھہرے بن تر مژگان مین تہہ لخت جگر آ کے
پنگھٹ مین یہ ای ہر دم کیا سیر چراغان ہے

کیا پان کی سرخی ہے لب پر ترے ای فرکا
دیکھے سے خجل جسکو ہر لعل بدخشان ہے

اس آبلہ پائی کی دولت سے مرے یارو
سر بستہ جہان دیکھو ہر خار مغیلان ہے

کیا اُسکے چمکتے ہین دندان مسی آلودہ
یہ خانۂ نیلم مین الماس نمایان ہے

جانا مرے پہلو سے ہر دم نہ ذرا کیجے
تو ہی مرا جانا ہے اور تو ہی مری جان ہے

دیکھو ابر کے پردے مین پنہان ہے نہین بجلی
یہ گرم شرارت مین آہ دل سوزان ہے

وہ غنچہ دہن اپنا ایسا ہی بصد خوبی
الفت مین ظفر جسکی دل چاک گریبان ہے

مرے خورشید رخ نے وضع یہ اپنی نکالی ہے
کہ جو دیکھے ہے سو کہتا ہے یہ اسم جلالی ہے

تماشا مجکو دکھلانے کو مہر وشل بازیگر
سر تحت الثرے سے پھینکتا خورشید تھالی ہے

تفکر مین ہون مین کب سے ترے مضمون قامت کے
الف ہے سرو ہے یا مصرع دیوان عالی ہے

نہ سمجھو انکو مژگان دیدۂ تر پر مرے ہر دم
اُٹھی دریا کی جانب کو گھٹا کچھ آج کالی ہے

برنگ غنچہ باغ دہر مین کیا فکر زر کیجے
بندھی مٹھی ہے اپنی اور جانا ہاتھ خالی ہے

مجھے کیون دیکھ کر تم ہر گھڑی اب لب کاٹتے ہو
کہو سنکھ ہی ای پیارے اگر دینی جو گالی ہے

یاد مین تیری جو مین خود رفتہ ہون آرام جان
اس لیے رہتی ہی اب ہر دم فراموشی مجھے

کیا کہون مین حال یہ اپنا کہ اسکے ہجر مین
بستر اندوہ پر رہتی ہی بے ہوشی مجھے

جو ہونا تھا سو اپنے دور مین تو کر چکا
ای فلک کرنے دے اُس سے ابتو سرگوشی مجھے

جی نکلجاتا ہی بھر اُس دم شب مہتاب مین
یاد جب آتی ہی بہنے اُسکی تہ پوشی مجھے

ہی تصور کس پری رخسار کا یارب مدام
صورت تصویر جو رہتی ہی خاموشی مجھے

گردش ایام کے ہاتھون سے ابکی ای ظفر
ساتھ تیرے یہ میسر کب ہی مے نوشی مجھے

سلک گوہر جو بفرق بت بے پیر سلے
دبے پاؤن اسی باعث نہ تہ ہیر گھو جاؤن
آپ کچھ دیتے ہین ہو جو کیونکو جنبش
دل کو گردش ہنوبت انکو محفل مین سلے

کہکشان کی بھی شب تیرہ مین تحریر سلے
تا دھمک سے نہ کوئی حلقہ زنجیر سلے
کہین بھونچال سے اُس دل کی نہ تعمیر سلے
گرچہ فانوس خیالی مین نہ تصویر سلے

جلد اول دیوان ظفر

ہو کے بد مست جو وہ چشم پر افسون بدلے
تیوری جام پہ موج مئے گلگون بدلے

صفحۂ دہر پہ مانند نگین کیجیے نام
کچھ تو تاثیر تو اے طالع واژون بدلے

ہے کہان قوس قزح ابر سیہ مین ظاہر
رنگ گرگٹ کے سے یہ تو نے ہین گردون بدلے

ناتوانی سے جو ٹک سانس نہ لے سکتا ہون
کیونکہ بستر پہ وہ پہلو ترا مفتون بدلے

آکے پروانے تو کس طرح سے دے شمع نہ جان
ہے شکل لیتے ہین خون کے جو یہان خون بدلے

وہ نہین ہم ہین جو جل جائین یہان جیسے مجنون
شرط اب ہمسے تو ہامون سے تو ہامون بدلے

زلف کو کھول کے آئینہ جو دیکھا تو نے
رنگ بدلی نے بھی کیا کیا لب جیحون بدلے

بن لیے بوسہ نہین چھوڑنے کا مین تمکو
دل و دین کیجیے تو مین اسکے تمھین دون بدلے

جز فنا یہ نہین ممکن ہے کہ اُس کوچے مین
اب مکان اور ترا عاشق محزون بدلے

کھینچتا ایسا ہوا ہے یہ جہت اب یہ دماغ
صید تک آہو سے تو دیدۂ پر خون بدلے

تب مرا نام ظفر اب جو نہ مین بدلے یون
دشمنون تجھنے ہین یان اپنے لیے یون بدلے

اشک غلطان کو دل پر یاس منھ مین ڈال لے
کان سے نکلا ہے یہ الماس منھ مین ڈال لے

کیون نہ کھاؤن زہر جب کچھ خیر دست غیر کی
بیٹھ کر تو آہ میرے پاس منھ مین ڈال لے

پھول تھے بلبل کے اے گل ہین یہ نقل فاتحہ
طرۂ شبنم تو بے وسواس منھ مین ڈال لے

اشک لخت دل ہین یون طفل دبستان جو کوئی
ٹکڑے ٹکڑے کر کے کچھ قرطاس منھ مین ڈال لے

ظفر ہی یہ جی میں کہ تصویر اُسکی
لگا رکھیے آئینۂ دل کے پیچھے

جبکہ دریا میں تو چھینٹوں سے لڑے پانی کے
موج کیوں مُنھ پہ طمانچے نہ جڑے پانی کے

عرق آلودہ ترے دیکھ دہن کو گرد
پڑ گئے لاکھوں ہیں غنچے پہ گھڑے پانی کے

مردماں ہیں یہ کہاں سینۂ دریا میں حباب
آبلے سے ہیں یہ کچھ دل پہ پڑے پانی کے

عکس خط آئینہ میں تیرا نہیں حضرت خضر
درمیان آن کے شاید ہیں کھڑے پانی کے

رو کے مژگاں سے کہاں جوش فرو گریہ
یعنے خس مُنھ پہ بھلا کیونکہ اڑے پانی کے

ہیں کہاں بحر میں ہر دم سر گرداب حباب
ہیں پڑے پاؤں میں ماہی کے کڑے پانی کے

تو وہ اب شیر زبان بحر سخن میں ہی ظفر
بجز ترے کون چڑھے مُنھ پہ کڑے پانی کے

راہ وہاں تک مری آنکھ جو پنہاں ہوگی
پھر ملاقات ظفر اُس سے کس عنوان ہوگی

شب تاریک نظر آویگی ہر صبح ہمیں
رخ پہ گر اُسکے کھلی زلف پریشان ہوگی

ہمسری کرنے سے اُسکے لب یاں خوردہ تجھے
خاک زنگت تری ای لعل بدخشان ہوگی

زلف مشکیں کی ہوئی جو کہ گرفتار بلا
ہمسے ایسی نہ خطا پھر کبھی جانان ہوگی

دل پر داغ کی دکھلائی جو یاں تجکو بہار
اس روش تو نے نہ کی سیر چراغان ہوگی

ایک پل ہی میں الٹ دیگی ہزاروں عشاق
روکش اب تیری جہاں یہ صف مژگان ہوگی

کیجیے کیا اس دل سودا زدہ کی خاطر جمع
بتو ہو جبہ پڑی زلف پریشان گلے

چھوڑتا دل کو مگر کب ہی ترا حسن ملیح
کیون نہ ہر چیز نمک کی ہو جہان کان گلے

سر بہ سا چشم مین دیکھو اُسکے کہ دم رکھتا ہی
اُسنے گھونٹے ہین بہت ای دل نالان گلے

تب ہی قمری تجھے باندھا ہی جو نیلا گنڈا
ہا پڑا ہی یہ ترے طوق گریبان گلے

نغمہ سنجی بھی جو اُسکی ہی حسد اسا ظفر
مطربون سے کہین کہان غیرت خوش الحان گلے

پاس داغ دل کے سوز غم سے ہین چھالے پڑے
متصل ساغر کے یا شیشے مین بُھلکے پڑے

دیکھ گر ای مردمان اس ابر مژگان کو مری
ہیٹ مین باقی ابھی کیونکر نہ بادل کے پڑے

اپنا ہی وہ سینہ سوزان کہ جسکی رشک سے
داغ انگار ون کے ہین سینے مین منقل کے پڑے

لیونگا مین آغوش مین کھینچون آ جسکی کمر
بو جھو سے لچکے یہان ہر لحظہ ہیکل کے پڑے

سب ہو سیراب آب تیغ ای قاتل و لے
تشنہ لب اک درمیان مین ہم ہی مقتل کے چڑھ

تو ہی گر بخواب ہو ہم سے نہ ای آرام جان
کل ہین تو فرش پر کس طرح مخمل کے پڑے

مت حباب انکو سمجھ گر ستے ہین تیر اشک گرم
آبلے دریا کی چھاتی پر ہین یہ جلکے پڑے

نبض سے خون کف پا کے ہمارے ای جنون
پارہ یاقوت ہین دامن مین جنگل کے پڑے ق

جب کہا مین نے چھپاؤ مت مجھے معلوم ہی
اتبلک سوتے تھے پیارے تم جہان کل کے پڑے

بوسے ماتھا کوٹ کر آخر کہا ہی پر کہا
نوج تیرے کان بات ای بیٹھے ہلکے پڑے

دیا ہون تصدق کو ترے مرغ دل اپنا | کیا خوب ہو پر اسکے اگر کھول اڑا دے

اس بت کا کہا مان نہ تو راہ خدا مین
دروازہ خبر اسنے کا ذرا کھول اڑا دے

ہوش گریہ سے نہ کچھ دیدۂ تر بیٹھ گئے
ہی یہ طوفان کی ہمسایونکے گھر بیٹھ گئے

دیکھتا ہم نہین اٹھنے کے میان حشر تلک
جس گھڑی در پہ ترے کھول کر بیٹھ گئے

کیا ہوا مت ہو خفا باد ل پر داغ جو ہم
تیرے پہلو مین ذرا رشک قمر بیٹھ گئے

دشت وحشت کو کر دنگا ہ مین مین سر گشت
آبلے پانون کے یہ تیرے اگر بیٹھ گئے

کیا کرین صاحب فن یارو بتاؤ مجکو
قدر دان اٹھ گئے سب اہل ہنر بیٹھ گئے

ترتے آتے نہین اب جو نظر او دیدۂ تر
آہ اشکو نین کہین لخت جگر بیٹھ گئے

بھوڑتا جان سے کب تیر نگہ وہ ہمکو
دور سے ہم بھی اسے دیکھ کے پر بیٹھ گئے

منزل عشق بہت دور ہی انشاء اللہ
ایک ہی گام مین تم تک کے ظفر بیٹھ گئے

کسے لاؤن مین سنون چشم تر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
جو وہ آوے مین نہ کرون نظر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
کبھی دل یہ چاہے ہی بوسہ لون کبھو جی مین ہی کہ گلے لگون
ولے کیا کرون بت لب شکر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

کچھ ہوش مین بھی آنے دے مجکو خدا کیلئے
ای بیخودی چلی ہی تو لیکر کدھر مجھے

مرتا ہون کہ تو بوسہ لب کچھو نہ بات پوچھے
بھاتا نہین ہی شربت قند و شکر مجھے

روز وفات کا تو خطر کچھ نہین مجھے
ای ہمنشین ہی پر شب ہجران کا ڈر مجھے

دریا کا پاٹ تختۂ دامن تو بن گیا
اور اس سے کیا دکھائیگی ای چشم تر مجھے

چاک قفس سے دیکھو رہا ہون رخ چمن
صیاد ہی نہین ہوس بال و پر مجھے

جلوہ اُسی کا دیر و حرم مین ہی ای ظفر
آتا نہین ہی اُسکے سوا کچھ نظر مجھے

جیسے وہ چھٹا ہاتھ سے دامان ہمارے
ہی تب سے جنون دست و گریبان ہمارے

بالین پہ دم نزع بھی آیا نہ ستمگر
سب رکھے رہے دل ہی مین ارمان ہمارے

ہم بسکہ ہین کشتہ ترے اس تیر نگہ کے
خوبان جہان جاتے ہین قربان ہمارے

کہتے ہین کہ تیغ کو دھر اسان پہ اُسنے
یہ سنتے ہی بس اُڑ گئے اوسان ہمارے

لخت جگر و اشک ہین حاضر ترے آگے
یہ لعل ہین وہ گوہر غلطان ہمارے

جمعیت دل ہی ترے سبب وہ ہین برہم
کیون ضد مین پڑی زلف پریشان ہمارے

آیا ہی ظفر پھینک کے پوشاک وہ گلگون
قاتل نے کیے قتل کے سامان ہمارے

افسون سراسر دل نالان مین پھونکے
ڈرتا ہون کہ دل اُسکے نہ کچھ کان مین پھونکے

ہی ہلاتا داغہ زنجیر کوئی آشنا
رشتۂ الفت میں جو باندھے لیے جاتا ہی وہ
جو مجھے اُس شمع رو سے آن میں ملا
آشنا اور غیر کی صورت نہیں رکھتا کوئی

آپ کا ہوگا اُسے دیکھو بلا دو کون ہی
یار وہ اُسکے پیچ سے مجکو چھڑاؤ کون ہی
یہاں بڑا دلسوز میرا اب بتاؤ کون ہی
اب تو ہے وسواس میرے پاس آؤ کون ہی

متہم کرکے ظفر کو پوچھتے ہی لوگ وہ
کسنے میرے در پہ دی دستک بتاؤ کون ہی

چاندنی کی سیر خوباں تا سحر دیکھا کیے
کیا کہوں کیونکر تجھے رشک قمر دیکھا کیے
شب تجھے کیا ہم ہی ای رشک قمر دیکھا کیے
کچھ ہوئی تسکین نہ تجھ بن اس دل حیران کو
وہ اشتیاق سے دل اور جگر جلتے رہے
تم نظر آجاؤ شاید اس ہوس میں آج ہم
مثل خاک و خون میں غلطان ہی رہے آٹھوں پہر
سچ ای گل رو تری آنکھوں کو چشم شوق سے
لالۂ گل ہی ترے رخسارۂ رنگین کو
نہیں ہی ربط کچھ باہم تو پھر محفل میں شب

اور ہم اُنکا رخ رشک قمر دیکھا کیے
وہ نظر آئے نہ جنکو بھر نظر دیکھا کیے
ماہ و پروین بھی ترا رخ تا سحر دیکھا کیے
گو تری تصویر ہم آٹھوں پہر دیکھا کیے
ہائے تم ای مردمان چشم تر دیکھا کیے
صبح سے تا شام سوے رہگذر دیکھا کیے
وہ تماشا ای دل خستہ جگر دیکھا کیے
کیا فقط گلہائے نرگس بھر نظر دیکھا کیے
باغ میں جب تک رہا تو جلوہ گر دیکھا کیے
تم اُنھیں اور وہ تمھیں کیوں ای ظفر دیکھا کیے

ہی مرہم کافور کہان داغ جگر پر	اعجاز سے سینے مین یہان آگ لگی ہی

دل توڑ ظفر کا نہ تو اب سنگ جفا سے
ای کافر بدکیش یہ شیشہ حلبی ہی

تیری نگاہ جو بت بے پیر پھر گئی	قسمت مری الٹ گئی تقدیر پھر گئی
ہم مر گئے تو بن کے ہواؤ نسیم سے	خاک اُس گلی مین اپنی بہ تدبیر پھر گئی
دیکھا جو کل اک عاشق و معشوق کو بہم	اپنی نظر مین بس تری تصویر پھر گئی
قاتل ترا جو ہاتھ رکا میرے قتل سے	ہو کر قضا بھی میرے گلو گیر پھر گئی

خط کا میرے جواب نہ اُسنے لکھا ظفر
کیا سرنوشت کی مری تحریر پھر گئی

بحر غم ہی نے دیا دیدۂ تر کا پانی	بھاتے ہر دم مجھے کیا اوسکے گہر کا پانی
خانۂ دل جو مرا ڈوب گیا ای یارو	نہین معلوم یہ آیا ہی کدھر کا پانی
بارش گریہ سے ہی چشم کا دالان ٹپکا	جلد جاروب مژہ یہان سے تو سرکا پانی
اس روش گل ہی بھرا دیکھو صبا شبنم سے	جسطرح رکھتے ہین چھاگل مین سفر کا پانی
چشم کی راہ بہا دل تو مرا ہو پانی	نکلے ہی شام و سحر اب یہ جگر کا پانی
چشمۂ مہر سے چلکے ہی دیا تونے صبا	ساغر گل پہ جو چڑھایا ہی یہ زر کا پانی
جو نظر آئی مرے چشم کے قطرہ کی آب	شرم کے مارے ہوا دل تو گہر کا پانی

چمن حسن کی رنگت گئی تازی بدلی
منھ کیا کعبہ کے رخ ابروئے جاناں سے پھرا
کیوں نہ اوراق دل اب سیر سے ہو ابر کی
کوئی رکھتا ہی بھلا صاف دلوں سے بھی غبار
ہم حقیقی سے سمجھتے تھے کہ تم کو اب
گرچہ پروانہ ہوا رات کو دلسوزی سے

گلبدن تونے جو پوشاک پیازی بدلی
جائے سجدے کی عبث تونے نمازی بدلی
گنجفے میں جو کچھ اُس شوخ نے بازی بدلی
شیشہ گر کیا روش آئینہ سازی بدلی
تیری تاثیر گئی عشق مجازی بدلی
شمع محفل کے نہ پر دل کی گذاری بدلی

لکھ بہ تبدیل قوافی غزل اک اور ظفر
ہمنے سلک در مضمون کی درازی بدلی

شرط رونیکی جو اُس چشم سے جھٹ بند بدلی
اُسنے شب کو یہ مرے ساتھ رکاوٹ بدلی
ہمسری زلف پریشاں سے کسی کی ابر
ابر و تیری ابھی خاک میں مل جائیگی
دیدۂ تر پہ مرے سایۂ مژگاں کو دیکھ
بندش اُس رشک قمر کی کہوں کیا جو رنگی
پڑھ کے میں سورۂ اخلاص نہ دم کیونکہ کروں
شوق سے گھر میں مرا آنکو آیا کیجھ

دل برسنے سے گھٹا گر گئی بھوہٹ بدلی
بائیں کروٹ سے نہ پھر داہنی کروٹ بدلی
اندنوں آہ نہایت ہی گئی لٹ بدلی
دیدۂ تر سے نہ روکش ہو پرکھٹ بدلی
حرز ماں بولے کہ آئی شب پنگھٹ بدلی
چاند کے پیچھے ہی مارے ہوئے جھوٹ بدلی
روز اُس مصحف رو کی ہی سجاوٹ بدلی
برق سی ہی لیے ہاتھوں میں ڈیوٹ بدلی

جلد اول دیوان ظفر

شبنم تری کب اشک فشانی سے بجھے ہی
کیا آتش گل ہی نہیں پانی سے بجھے ہی

کب حرص تری آب دم تیغ سے قاتل
میری فقط اس تشنہ زبانی سے بجھے ہی

بیمار ہوں پہ عشق ہیں می خوار پسر کے
پانی مرا لوہے کی بہانی سے بجھے ہی

کسطرح نہ بوسے لوں عزیزو کہ میری پیاس
چاہ ذقن یوسف ثانی سے بجھے ہی

دریان تپ عشق عزیزو نہ کرو تم
دل کی طپش اس دلبر جانی سے بجھے ہی

سوزش کوئی جاتی ہے بیخوار کی دل سے
ای ابر تری فیض رسانی سے بجھے ہی

وہ ماہ لقا کیوں نہ ظفر ہو عرق آلود
ہوتا ہی طلا گرم تو پانی سے بجھے ہی

کہوں کیا حال چشم و دل شکایت اسمین دو کی ہی
بیان عشق ہی مشکل شکایت اسمین دو کی ہی

جگر اور دل کی کیا پوچھے ہی بس یہ ذکر جانے دے
کہوں کیا خاک ای غافل شکایت اسمین دو کی ہی

الم اور غم سے جو گذرے جگر پر یہ نہ کھلواؤ
نہ پوچھو آہ کیا حاصل شکایت اسمین دو کی ہی

کہوں کیا شمع اور گلگیر کا مذکور میں تجھ سے
سراپا شاہد محفل شکایت اسمین دو کی ہی

کیونکہ دل پنجۂ مژگان سے رہائی پاوے	چنگل باز سے کب مرغ چمن چھوٹے ہی
کب تلک رہنے گی دل سوزی پروانہ	کوئی اس دل کی لگن شمع لگن چھوٹے ہی
صبح ہی ہوتی ہی مری آہ عزیز وچاہت	آہ یوسف سے وہ کب چاہ ذقن چھوٹے ہی
روبرو اس بت کافر کے ہوائی سب کو	منھ پہ مہتاب کے ای چرخ کہن چھوٹے ہی
لاکھو تو مجھ سے نہ مل پر تری الفت واللہ	کب مرے دل سے بت عہد شکن چھوٹے ہی

رشک سے شب کو ظفر سے ہی یہ لامدت مین
کیون تجھے دیکھ کے ای شمع جلن چھوٹے ہی

سنے نقط کو وہ الم کا اس بدن پر بار ہی	کچھ تو اپنے دل پہ ہی کچھ اسکے تن پر بار ہی
کب عرق سے عارض غنچہ دہن پر بار ہی	قطرۂ شبنم سے کیا برگ سمن پر بار ہی
کہدو شیرین سے کہ اپنا بار رکھو قدم تک اگر	گل کے رکھنے سے مزار کوہکن پر بار ہی
جنبش ابرو ہی کافی ہی ہمارے قتل کو	تیغ کے لینے سے دست یار تن پر بار ہی
تجکو فرش چاندنی پر دیکھ کر ای رشک ماہ	پھر دکھاتا پینہ چرخ کہن پر بار ہی
بار اسباب جہان سے کب ہی آزادون کو کام	کسنے دیکھا گردن سرو چمن پر بار ہی
دیکھ ای پروانۂ دلسوز تیرے عشق مین	سر کا دینا کچھ بھی شمع انجمن پر بار ہی
وہ سبک وہ ہوئین گے دریا جہان مین جو حباب	کچھ ہوا کا بھی نہ جسکے پیرہن پر بار ہی
ای ظفر کب تک کہون اُس سے وفا کے بار بار	یاد تک آتا بت پیمان شکن پر بار ہی

زلف یون روے عرق آلودہ پہ لہرائی ہی
صبح جون ناگن گلون پر جا کے اوس چاٹی ہی

سیل اشک تر مین ہی یہ لخت دل ہی مردمان
عشق یا سیر چراغان گھاٹ پر پھیلائی ہی

ہی قیامت کا نمونہ یہ قد موزون ترا
دیکھ کر جس سرو جسکا خاک مین گر جائی ہی

آہ کیا جانے طبیب عشق کس کی یاد مین
ہوک سی اُٹھ کر کلیجے مین مرے بھر جاتی ہی

یہ دل پر آبلہ دیکھا ہی جسکے خون سے
لیکے تنکا دانت مین انگور بھی رہ جاتی ہی

کچھ خدا کا بھی نہین ترس اُس بت ترسائی کو
وہ بت ترسا ہمین دیدار کو ترسائی ہی

جان شیرین نے ہی بس فرہاد کب شیرین پر آہ
کون مرتے کے ظفر پیچھے بھلا مر جاتی ہی

لخت دل یون چشم مین پھرتے تھے کل ترتے ہوے
جون کف دریا پہ جاتے مین کنول ترتے ہوے

ساحل الفت تلک پہونچے نہ ہم مانند کاہ
جسم لاغر ہو گیا یہ اپنا شل ترتے ہوے

دل جگر دریاے غم مین جبکہ بیدم ہو گئے
تا کنار وصل پہونچے بیخلل ترتے ہوے

بحر الفت کے تلاطم سے خطر ہی کیا ہمین
ڈوب جاتا ہی کوئی کب بے اجل ترتے ہوے

موج دریا سے حباب آبجو رکھو سر یہ خود
اسطرح کرتا ہی کچھ جنگ و جدل ترتے ہوے

بحر غم مین آ گیا یون اس دل ہی دم مین دم
جسطرح جاوے شناور پھر سنبھل ترتے ہوے

پڑھکے بسم اللہ مجریہا و مرسیٰہا ظفر
دم مین بحر غم سے ہم آئے نکل ترتے ہوے

تشنگی کا ہی بجھ رہین ای مت لا کر مین ڈرتا ہون
بجھتا ہی نہ بلنے سے اُبلے انکھین دو سکے
سیرا دل صد چاک اب رکو شانہ
کاکل تری ناگن تو سیکھے گی سلجھانے انکھین دو سکے
انکھ نہین دیتے ہین یہ تار و افغان
در پر ترے سایہ بیٹھا ہون بٹھلائے انکھین دو سکے
یہ عشق و محبت کا ہی کام ظفر پھر پوچھو
واللہ تم اپنے نہو سکھلائے انکھین دو سکے

منع دربان کو کردے کہ نہ روکے ہمکو	ورنہ اک روز ترے سر کی قسم ٹھوکین گے
نام لکھ رکھین گے ہم تیر انگین دل پر	نقش سکہ نہین بر روئے درم ٹھوکین گے
کہکشان سے نہین تھمنے کی ذرا سقف فلک	گر پڑیگی یہ جو ہم آہ کا خم ٹھوکین گے
اپنے ہوتے ترے گھر آوین گے اغیار اگر	ہم کہے دیتے ہین انکو اُسی دم ٹھوکین گے
تو چھوڑا تا ہی رہیگا یہ نچھوڑین گے وہ بھی	ہان بہت کہنے سے تیرے اُسے کم ٹھوکین گے

یون تو لڑتے نہین پھرتے ہین ظفر لیکن آہ
کوئی اُلجھے گا جو ہمسے تو صنم ٹھوکین گے

دیگر

آنکھین ہین یہ وہ بس مین دل آئے انکھین دو سکے
مارے سے دو عالم بھی مرجائے انکھین دو سکے
کب واعظ و ناصح اب چپ رہتے ہین بکنے سے
ملنے سے ہم ای یار و باز آئے انکھین دو سکے
گو کوہکن و مجنون تھے عشق کے کوچے مین
پر ہم بھی تو رہتے ہین ہمسائے انکھین دو سکے
بے وجہ تری زلفین ہین دام بلا یک سر
پھندے مین یہ مرغ دل الجھائے انکھین دو سکے
آنکھون نے نہ تبلایا اس جا وہ نخدان سکے
ہم ڈوب گئے یار و بہکائے انکھین دو سکے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

دیگر

[illegible]

یقین ہی یہ کہ قاصد نامہ لیکر آوے ہی آوے
کل آوے پرسون آوے پر مقرر آوے ہی آوے

خیال زلف ہو جسکو پریشان کیون نہ وہ رہوے
ضرر اُسکو اسی سودے مین یکسر آوے ہی آوے

یہی ڈر ہی سبب مجھے پل مین ڈوبو نامت دو عالم کو
ترے رونے سے طوفان دیدۂ تر آوے ہی آوے

نہین دیکھی ہی ای ابرو کمان تونے کشش دل کی
نہ آتا ہو اگر کوئی تو کھینچکر آوے ہی آوے

یہ سب جھوٹے ہین جو کہتے ہین راز عشق چھپتا ہی
جو ہووے بات دل مین سو وہ مُنھ پر آوے ہی آوے

یہ ہی وہ عشق کا میدان کوئی کیا خاک خم ٹھوکے
خراش دل سے میرے خون اب تر آوے ہی آوے

خلش کر نا نہ کر تو دمبدم پر نشتر مژگان
کہ اس جا گیو ورستم کو بھی اب ڈر آوے ہی آوے

ظفر اب یاد ہی ہمکو وہ تسخیر سلیمانی
پری بھی ہو پرستان مین تو اُڑکر آوے ہی آوے

[illegible]

دیگر

سکھائی تمکو جو ین گی باتین ہماری جانب سے آہ اُلٹی
اسی سبب سے ہی میرا صاحب تمھاری ہسنے نگاہ اُلٹی

ہوا ہے پھر کے دوبارا یکسر یہ تیرہ بختون کا روز روشن
تمھارے رخ سے جو اُڑکے شب کو ہوا ہے زلف سیاہ اُلٹی

کیا ہی خورشید خاوری کو سپہر گردان کے سر برہنہ
سحر تمامی کی اپنے سر پر جو رکھ کے اُسنے کلاہ اُلٹی

نہ کر تو کچھ دل مین لپنے ہرگز خدا جو چاہے گا وہی ہوگا
بس اپنی قسمت پہ رہ تو شاکر وہ خواہ سیدھی ہو خواہ اُلٹی

عمل کر اسپر ہو راستی یہ سُنا بزرگون سے ہی ہمیشہ
کبھو نہ منزل تلک وہ پہونچا چلا ہی جو کوئی راہ اُلٹی

رکھو ہو غیرون سے روز صحبت نہ پوچھو انکو کہ جو ہین عاشق
کہے نہ کیونکر تمام عالم تمھاری بانکی ہی راہ اُلٹی

تمھارے دشمن مدام روئین ظفر ہی تم پر نگاہ ابرو
نون کے سر سبز بھی نہ ہرگز گواہ دے ہین گواہی اُلٹی

شیشۂ دل ہی بہت نازک وہ کیونکر دون تجھے	ہو رہا ہی نشئہ جام مئے گلگون تجھے
اک دیا تقدیر نے ہی گوشۂ ہامون تجھے	پوچھتا ہی کون شہر عشق مین مجنون تجھے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

بالے سر تو نے ہین اس وجہ سے یکسر گوندھے — جیسے شیرازۂ مصحف کوئی دلبر گوندھے
چشم نے جوگ کسی کے ہی تصور مین لیا — سیلی تار سرشک اپنا وہ کیونکر گوندھے
موج دریا پہ ہی یون پڑتی شعاع خورشید — جیسے زنجیر طلائی کوئی زرگر گوندھے
کہکشان نکلی شب تیرہ مین ہی ای ہمدم — مانگ مین اُس بت مہوش نے ہین اخگر گوندھے
داغ حسرت سے یہان پھو گیا سینہ میرا — ہار پھولون کے جو تو نے بت کافر گوندھے
اشک کو لخت جگر سے ہی علاقہ اپنے — چشم کس طرح سے جوہر کا نہ زیور گوندھے

ہو ظفر کیونکہ نہ کوتہ شب ہجران میری
اپنے وہ شوخ فتح پیچ جو سر پر گوندھے

یہ جعد ہی بت عزت مآب کے پیچھے — سواد شام ہی یا آفتاب کے پیچھے
دل اُسکی چشم سے کیونکر بچے بھلا اپنا — کہ ہر صید ہی تنا ہین عقاب کے پیچھے
ہرب کعبہ ہوئے آہ ایسے ہم رسوا — جہان مین اُس بت خانہ خراب کے پیچھے
سرشک تر سے مری آستین مژگان نے — گہر کے تکمے ہین ٹانکے جناب کے پیچھے
نہ ایک گام لگا توسن صبا ہمراہ — چمن مین رہ گیا اُس مہ رکاب کے پیچھے
رُکے ہی چشم کے رو کے سے کب یہ طفل سرشک — ہزار سکورہ رکھے دابنا بہ کے پیچھے
نمود شام کی پہلے ہی رات سے یا دو — نہ کیون ہو زلف خط مشکناب کے پیچھے
ہزار جید کرے وہ برا نماق ظفر — رقم کر اُسکو بھی فرد حساب کے پیچھے

رو رو کر جو ہچکیاں میرا دل محزون لے
داغ سینے پر مجنوں سے کیوں نہ پھر جیحون لے

ہو گیا ہر دشت صد رشک گلستان عندلیب
گل جو صحرا میں گئے ہم دیدۂ پرخون لے

عشق ہی سنگ گران تجھ سے اٹھا نہیں
چوم کر بس چھوڑ دے سر پر نہ یہ ہامون لے

کس لیے عشق بتان میں تو پھرے ہی بیہودہ
ہاتھوں میں زاہد اک اپنے سبحہ زیتون لے

مفت میں بدنام ہو گا دیکھ اے قاتل تجھے
بے گنہ مت قتل کر سر پر نہ اپنے خون لے

کی جو کچھ عرض تمنا اس سے میں تو یہ کہا
بیٹھو رہ چل جا یہاں سے عقل کے ناخون لے

خاک کے ڈالے سے چھپتا ہی کہیں بھی ماہتاب
شعر کا تیرے ظفر کیا جان جو مضمون لے

اسلام و کفر سے ہی سروکار کیا مجھے
ہی بس تصور رخ و زلف دوتاب مجھے

کب دسترس ہو تا سر زلف دوتا مجھے
اس بخت نارسا نے رکھا نارسا مجھے

میں ہوں مریض عشق نہ کیوں ہو شفا مجھے
تعویذ درد سر ہی ترا نقش پا مجھے

کوچے سے تیرے اٹھ کے میں جاؤں بھلا کدھر
ہر موج سرشک چشم ہی زنجیر پا مجھے

میں کس طرح بتوں کے نہ جور و ستم سہوں
حق نے بنایا سہنے کو جور و جفا مجھے

ہو کر اسیر زلف کے ہی یہ دل مرا
دام بلا سے کیجیو یارب رہا مجھے

میری نظر میں رتبۂ اکسیر خاک ہی
اس سیمتن کا وصل ہی بس کیمیا مجھے

تڑپا نہ آب تیغ سے ظالم تو کر شہید
کوچہ نہیں ہی تیرا کم از کربلا مجھے

زنجیر موج بحر حوادث مین ہون پھنسا
اس سے نجات اب مجھے یا بو تراب دے

گلشن مین طفل غنچہ کو چپکا لگا ہی دیکھ
شبنم بجائے آب اسے تو گلاب دے

بوسہ کی اس سے کیونکہ تمنا رکھین ظفر
گالی بھی منھ سے جو کہ نہو بیحجاب دے

رفاقت کیا کہون آہ جگر اور داغ سوزان کی
ہماری قبر پر حاجت نہین ہی شمع گریان کی

بھلا کسواسطے دیکھو نہین ابصورت گلستان کی
مجھے اب یاد ہین کی اُسکی بھاتی ہی وطن تجھی

بیان کیونکر بھلا ہو وے حدیث اُس زلف پیچان کی
نہ تعجب یک جاکے کیجیے سیر گلستان سنبلستان کی

تمھاری پاسکے گرمی رکھوا ہی شاہد محفل
زبان الخرش مین آجاؤ نہ کیون شمع شبستان کی

جو سودا اُس لب یا خوردہ سے بوسے کا پھنسا ہی
تو قیمت خاک مین ملتی ہی پھر لعل بدخشان کی

فراق یار مین رونا ہی پیتا بی ہی وحشت ہی
خبر مجکو نہین ہی آہ ہر گز دین ایمان کی

ہمارے لخت دل کو دیکھو کر مژگان مین پیرون ہم
لگے کہنے کہ ہی روک دی کسنے چراغان کی

کہا قاصد نے کیا معلوم پر اُسکی زبانی ہی
وہ غافل آہ کیا جانے ہمارے درد پنہان کی

غزل ان قافیون مین اور بھی لکھو ظفر ایسی
کہ ہو ہر بیت جسمین رشک فردوسی کے دیوان کی

نہ کیون ہو قدر مجھ چشمون مین میری چشم گریان کی
کہ سینچی جھڑ لگی اک پل مین جس سے ابر نیسان کی

ظفر گرداب دریاے سخن کا تو شناور ہی
بدل اب بحر تا خوش ہو طبیعت ہر سخندان کی

ہی آنکھہ لگی زر سے یہان بادہ کشان کی
بیعت نہ کرین کیونکہ بھلا پیر مغان کی

باعث خفگی کا نہین معلوم بتان کی
پہونچی ہی صدا کیا مری فریاد و فغان کی

اس اشک کے قربان کہ مقراض مژہ سے
کی تن پہ مرے قطع قبا آب روان کی

ہنسنے کا یہ عالم ہی کہ ہوتا ہو نہین بھول
لے لیکے بلائین ترے دندان و دہان کی

مرجھائے ہی کیونکر یہ گل زخم دل اپنا
کہتے ہین کہ گلشن مین اب آمد ہی خزان کی

بیزار تری شکل سے ہوجاویگا ناصح
جون شمع جو محفل مین کبھی تونے زبان کی

ہو شب کو جو آگریہ کا دل سے یہ روشن
چھاتی نہ ترق جائے بھلا کیونکہ کتان کی

ہووے کہ کہین گم نکرین راہ مسافر
اک شخص نے کل میری کہانی جو بیان کی

سچ ہی کہ وہی جانے کہ جس شخص پہ گذرے
اُس بت کو خبر کیا ہی مرے درد نہان کی

آنکھون سے لگا کیونکہ بھلا اُسکو نہ رکھون
آئی ہی مرے ہاتھہ جو یہ خاک وہان کی

پائی نہ ذرا گل مین ظفر بوے محبت
جون باد سحر گرچہ بہت سیر جہان کی

ہمارا دل نہین اُسکے سرشست زنخدان ہی
عزیزو چاہ کنعان ہی یہ اور وہ ماہ کنعان ہی

کہان ہی خرمن گل ای صبا گنج شہیدان ہی
جو ہر یک شہپر بلبل بھی دست فاتحہ خوان ہی

تری مژگان کے آگے ای گل اندام
جہان دیتا ہی تو جنبش بھوون کو
بناد الخون سے دل ہی رشک گلشن
سر صحرا نوردی دیکھو کروہ
پھرے ہی تو جو ڈاواں ڈول ایسا
برنگ نقش پا تو در پہ جھکو
نہین خفہ پانون پہ پکڑ شرم سے اپنے

قلم نرگس کی مرفوع القلم ہی
زبان بھو نچال کا چرچا صنم ہی
یہ ان لالہ رخون کا بس کرم ہی
لگے کہنے کہ سچ کہہ کیا ستم ہی
کسیکی چاہ کا تجھکو الم ہی
ملامت خاک مین یہ کیا ستم ہی
کہ یہان سے اٹھو نہین سکتا قدم ہی

ظفر پیرون کا تجھکو ہی گا سایہ
کہ جنکی یاد مین تو چشم نم ہی

کوئی کہتا ہی یہ چین جبین موج سمندر ہی
کوئی کہتا ہی یہ ابرو نہین باب سکندر ہی
کوئی کہتا ہی اسکی مانگ کو ہی کہکشان کا خط
کوئی کہتا ہی پیشانی کو اسکی ماہ انور ہی
کوئی کہتا ہی اسکی جعد کو ہی یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہی اسکے رخ کو یہ خورشید محشر ہی
کوئی کہتا ہی وہ جوڑا نہین ہی مشک نافہ ہی
کوئی کہتا ہی بوے زلف کیا ہی بوے عنبر ہی

کوئی کہتا ہی وہ پتلی کمر تار رگ گل ہی
کوئی کہتا ہی نرمی مین شکم مخمل سے بہتر ہی
کوئی کہتا ہی اُسکی ناف کو ہی وہ گل نسرین
کوئی کہتا ہی سیلی شاخ نسرین اک سراسر ہی
کوئی کہتا ہی وہ زانو عجب ہی صاف آئینہ
کوئی کہتا ہی ساق سیمگون شمع منور ہی
کوئی کہتا ہی ہر انگشت پا ہی شاخ گل منفد ہی
کوئی کہتا ہی جو ناخن ہی وہ برگ گل تر ہی
کوئی کہتا ہی اُس قد کو قیامت کا نمونہ ہی
کوئی کہتا ہی وہ قامت قیامت سے بھی بہتر ہی
کوئی کہتا ہی اُسکی ہر ادا ہی اک بلا آفت
کوئی کہتا ہی جو غمزہ ہی اُسکا اک فسون گر ہی
ظفر جو اُس سراپا نازکی تعریف کی تونے
مقرر ہی مقرر ہی مقرر ہی مقرر ہی

اُسکے گل کوچے مین ہم ایسے ہنر سے گذرے	ایک نے دیکھا نہین سب کی نظر سے گذرے
کیا عجب تیر نگہ میرے جگر سے گذرے	بر وہ ہی تیر کہ آہن کی سپر سے گذرے

پھر رخ ٹیڑھا ہی رہا اور سیکڑوں بانکے جوان
ٹیڑھے ہو کر زیر چرخ پیر سیدھے ہو گئے

راستی پر کسکی قامت کی ہوا جو بید مشک
دست بستہ یا عاشق دلگیر سیدھے ہو گئے

سرنوشت اپنی نہ بدلی اور خط معکوس کے
حرف جو الٹے ہوے تحریر سیدھے ہو گئے

سیدھے وہ آئیں گے گریہ طالع واژون ہمارے
اک ذرا ای آہ بے تاثیر سیدھے ہو گئے

میری سیدھی بات پر ہوتے ہیں ٹیڑھے ای ظفر
جبکہ ٹیڑھی میں بنی کی تقریر سیدھے ہو گئے

شمع رو صبا کو تیرے وصل کی لو ہووے گی
اسکو پروانہ صفت کچھ تک و دو ہووے گی

چاند سی اسکی بنی ہے جو مصور تصویر
شکل ابرو کی بعینہ مہ نو ہووے گی

عقل و دین ہوش و خرد عشق میں ہم بیچ چکے
جنس دل ایک ہی سو گرو ہووے گی

دیکھو ناداں نہ بو تخم نکوئی کے سوا
کہ کبھی کشت عمل تیری درو ہووے گی

دل کو تم منع کرو جبکہ بھر آوے گا یہ دل
ناصحو آنسوؤں کی چشم میں رو ہووے گی

سنتے ہیں انکی رقیبوں سے ہوئی جب خفگی
ہے یقین لوگ جو یوں کہتے ہیں تو ہووے گی

ای ظفر ہے یہ زبان خلق کی نقارۂ حق
یعنے وہ بات کہیں گے جسے سو ہووے گی

عجب کیا گرچہ دریا صرف ساغر ہو تو پی جاوے
لیے ہی آشام دریا کیا سمندر ہو تو پی جاوے

اگرچہ آب تیغ یار آب زندگانی ہے
پیے پر کس طرح عاشق میسر ہو تو پی جاوے

ہوتے ہو اک بات پر تم کیون خفا
حال ابھی کہتا ہی سارا مجھے

ہمنفسو دلبر عیسی نفس
کیون نہ لگے دل سے پیارا مجھے

جس نے کہ ٹھکرا کے مری نعش کو
زندہ کیا آج دوبارا مجھے

سچ تو ظفر یون ہی کہ جز فخر دین
اور نہین کوئی سہارا مجھے

مریض عشق ترا کیا دوا سمجھکے پیے
جو گھونٹ زہر کی آب بقا سمجھکے پیے

جگر کے کرتے ہین ٹکڑے یہ بارۂ الماس
پیے جو اشک کوئی مبتلا سمجھکے پیے

کہان نصیب کہ قلیان ہمارے ہاتھو سے
ہمین بھی اپنا کوئی آشنا سمجھکے پیے

مرے لہو کا وہ پیاسا ہی پر اُسے کہدو
یہ خون سوختہ جان ہی ذرا سمجھکے پیے

شراب عشق سے کیفیت بقاے ابد
وہ دیکھے آپکو جو یان فنا سمجھکے پیے

تمھارے تشنۂ بوسہ کو دین جو شربت قند
تو ہی یقین کہ نہ وہ بجز سمجھکے پیے

تمھارے پانون بھی دھو کے پیے یہ عاشق زار
پر اُسکو فائدہ کیا اور کیا سمجھکے پیے

نہ اُسکو فہم کلام اور نہ تجکو ضبط کلام
کہو ظفر سے پیے گر نشا سمجھکے پیے

آنکھ دیدار کی بندوق دکھا تو دابے
کیا کرے دشت مین گر کان نہ آہو دابے

لوٹے میرا دل بیتاب ترے پانون پہ جیسے
رحم آئے نہ تجھے پانون تلے تو دابے

دکھا کر وہ مجھے تصویر مجنون کی یہ کہتے ہین
کہ جو ہوتے ہین عاشق اُنکی صورت ایسی ہوتی ہی

اُٹھا جو برقعِ فانوس مُنھ سے شمع محفل کے
ہوا پروانہ جل کر خاک غیرت ایسی ہوتی ہی

ظفر مت پوچھو جو کچھ ہم مین اُن مین ربط ہی باہم
کہ دو یار ایسے ہوتے ہین نہ الفت ایسی ہوتی ہی

اگر غفلت کا پردہ ہم اٹھاتے اپنی آنکھون سے
تو جو وہان دیکھتے یہان دیکھ جاتے اپنی آنکھون سے

ہمین رونے سے تو کیون روکتا ہی ہمدم ناصح
تجھے کیا ہم ہین اشک خون بہاتے اپنی آنکھون سے

بلا سے آپ ہی پیغامبر ہم اپنے ہو جاتے
کہ جاتے وان اور اُسکو دیکھ آتے اپنی آنکھون سے

ملائین گے نظر کس سے کہ وہ بیدید ہین ایسے
نہین آئینہ مین آنکھین ملاتے اپنی آنکھون سے

شب فرقت ہمین ای آسمان آنکھین دکھاتا ہی
ستارے یہ نہین ہمکو ڈراتے اپنی آنکھون سے

برنگ اشک سرمہ آلودہ ہم ای سیہ بختی
نظر کسکی جو چھین مین سب گراتے اپنی آنکھون سے

تمھاری شوخ چشمی سے جنے آہو نکیون تنکے
کہ تم انسان کو ہو وحشی بناتے اپنی آنکھون سے

جو وہ آنکھون مین آیا کون اُسکو دیکھ سکتا تھا
قسم آنکھون کی ہم اُسکو چھپاتے اپنی آنکھون سے

ظفر گریہ ہمارا کچھ نہ کچھ تاثیر رکھتا ہی
اُنھین ہم دیکھتے ہین مسکراتے اپنی آنکھون سے

ہی پری رخسار سے آنکھوں کی جو ابتر
تجھ پہ زلف
شیون کی صورت زنجیر آنکھوں میں
خواب میں دیکھا کیا میں قصر حسن
پھر گئی
رات بھر کی جو وہی تعمیر آنکھوں میں
ایسا پھری
تیغ کیا خورشید سے تھی پھر گئی
مری جب کی نظر اسکی شکل پر تنویر آنکھوں میں
اب تلک پھری
ہیں زیادہ شکار افگن کمر
آنکھوں کی تری نخچیر آنکھوں میں
سبزہ خط دیکھ کر

گل ٹکڑے ٹکڑے خط کو کیا نامہ بر کو آج
کرتے ہی روز گل یہ ستمگر نئے نئے

اک داغ دل کا کہنہ ہوا یہ تو ہو بجے
پیدا ہزار داغ جگر پر سے نئے نئے

کرتی ہی تازہ فتنہ بپا گردش فلک
لاتی ہی ہمسے روز یہ چکر نئے نئے

اک دل ہی اسکو دیجیے کس کس کو ای ظفر
آتے نظر ہیں سیکڑوں دلبر نئے نئے

مہاسہ کب خط رخسارہ دلبر کے نیچے ہی
لیے بیٹھے کو طوطی اپنے بال و پر کے نیچے ہی

تصور اسکی مژگان کا مجھے سونے نہیں دیتا
بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہی

طلب کرتا ہی آب خضر آب تیغ قاتل سے
غرض جو سبز بخت اس گنبد اخضر کے نیچے ہی

بنایا خال عارض کے تلے تل سونے کا جل کا
ہوا پیدا اک اختر اور اس اختر کے نیچے ہی

ہوا جیسے شاخ گل ہے اسطرح سینے میں
کف ساقی کو رعشہ دمبدم ساغر کے نیچے ہی

مری آواز زیر بام سنتا ہی تو پھر وہ بین
اتر جاتا وہ کوٹھے سے بہانا کر کے نیچے ہی

تعلق سے دمبدم گردن تری صید محبت کی
کبھی شمشیر کے اوپر کبھی خنجر کے نیچے ہی

خیال بالش پر سے ہر پر و نیند اٹھتی ہی
ترے جو آستان کا سنگ پیکر سر کے نیچے ہی

ظفر شیرین سنگین دل سے کیا جا لالا کہتی ہی
کہ دست کوہکن تو دب گیا پتھر کے نیچے ہی

کسکی ابرو کی مری تصویر آنکھوں میں پھری
میل سرمہ کی جگہ شمشیر آنکھوں میں پھری

آنکھوں میں
اک بہار گلشن
آنکھوں میں
آسمان پر
پھری
میں پھری

ظفر

فریفتہ جو رخ و زلف پریشان کے رہے	غرض رہی نہ ہمین کچھ بھی دین و ایمان سے

تھکانا جب نہ رہا کوئے یار مین اپنا
تو اے ظفر یہ بتا ہمکو ہم کہان کے رہے

ادھر تو موت کی خواہش مین بسمل ہاتھ ملتا ہے	ادھر کو نیم بسمل چھوڑ قاتل ہاتھ ملتا ہے
تمنا ہے جسے تیرے لب شیرین کے بوسہ کی	مگس کی طرح اے شیرین شمائل ہاتھ ملتا ہے
کسیکا دل جو لیکر اپنے تو ملتا ہے باہون سے	تو کیا کیا حسرتون سے تیرا بیدل ہاتھ ملتا ہے
چلا محفل سے کسکو چھوڑ کر بیتاب تو ایسا	کہ شعلہ شمع کا اے زیب محفل ہاتھ ملتا ہے
قدم اٹھتا نہین جب ضعف سے ہمراہ ناقہ کے	تو مجنون دیکھکر کیا سوے محمل ہاتھ ملتا ہے
کف افسوس تیغ ملتے ہین ہم محو تصور مین	قضا سے شغل مین جسطرح شاغل ہاتھ ملتا ہے
ہوا سے برگ گل ہلتے نہین اے غیرت گل اب	چمن مین گل بھی تجھ پر ہو کے مائل ہاتھ ملتا ہے
رکھا ہے عشق مین اُس راہ پر ہمنے قدم اپنا	کہ جس رہ مین خضر سا میر منزل ہاتھ ملتا ہے
دیا اللہ نے ایسا کمال عشق انسان کو	فرشتہ دیکھکر انسان کامل ہاتھ ملتا ہے

ظفر مشکل پسندی تیری سی اب کسکو آتی ہے
سخنور دیکھکر یہ طرز مشکل ہاتھ ملتا ہے

دبا لے دل کو جو مژگان یار ہاتھ تلے	اوچھل پڑے کہ یہ آیا شکار ہاتھ تلے
دبا نشے مین جو گیسو کا تار ہاتھ تلے	جھجک کے بولے کہ شاید ہی مار ہاتھ تلے

سمجھتے پختہ مغزان جنون ہین کب سمجھانے
ارے ناصح تجھے یہ کیا خیال خام انسے ہی

نہین سر چرخ پر نکلا چڑھے وہ بام پر کوٹھے
کہ یہ جو روشنی سی ہی کنار بام انسے ہی

ہو شکل طائر تصویر سے بے تعلق ہین
نہ زیب باغ ان سے ہی نہ زیب دام انسے ہی

بغیر انکے کہان ہی بستر آرام پر راحت
مرے آرام جان وہ ہین مجھے آرام انسے ہی

کبھی ہمکو کبھی اورونکو دیتے ہین دلاسے وہ
ادھر پیغام ہمسے ہی ادھر پیغام انسے ہی

بھڑے بیٹھے ہین وہ غصے مین بوسے مانگتے ہو تم
ظفر شاید کہ تمکو خواہش دشنام انسے ہی

جب کوئی کہتا ہی ہستی کو کہ ہستی خوب ہی
اسکی غفلت پر فنا اس وقت ہستی خوب ہی

تو کہہ ای ساقی نہین پینے کا مین جام شراب
مجکو اپنی بادۂ وحدت کی مستی خوب ہی

جسطرح مژگان سے میرے مین بندھے اشکونکی تار
اسطرح بدلی نہین کوئی برستی خوب ہی

خواب مین جلوہ دکھاتا ہی وہ مہوش جیسے
چشم میری دیکھنے کو جب ترستی خوب ہی

راہ بہتر ہی رہ ہموار رہرو کے لیے
نہ بلندی ہی بہت اچھی نہ پستی خوب ہی

خود پرستی چھوڑ دو یہ بت پرستی ہی صریح
غافلو حق مین تمھارے حق پرستی خوب ہی

ایک عالم کشتہ ابرو ہی اس سفاک کا
لاکھ خون مین چل رہی تیغ دو دستی خوب ہی

ملک دنیا کی تو آبادی ہی ویرانہ تمام
اور بستی ہی جہان اک خلق بستی خوب ہی

دین و دنیا دونون ہون قیمت محبت کی اگر
مین کہونگا ای **ظفر** یہ جنس سستی خوب ہی

ہستی کے باغبان کی ظفر پوچھتا ہی کیا
جو کچھ چمن مین جان عنادل پہ بنگئی

گلشن دل سے جو کچھ گل چیدہ چیدہ آئین گے
لخت دل یا قطرۂ خون چکیدہ آئین گے
دل مین ہی کیا کیا کدورت پردہ منھہ پر دیکھنا
آئینہ کی طرح ہوکر صاف دیدہ آئین گے
وحشیون کو اپنے کر رکھو رام گر رم کر گئے
ہاتھ تیرے یہ نہ آہوے رمیدہ آئین گے
منت خنجر نہ کھینچین گے ترے سرباز عشق
مثل ماہی صیدگہ مین سر بریدہ آئین گے
مین ہوتا اُنکا خاک رہ جو ہوتی یہ خبر
خاک پر بھی میری وہ دامن کشیدہ آئین گے
اس چمن مین مثل نرگس آنکھ ہووے گی جنھین
جب یہان آئین گے وہ گردن خمیدہ آئین گے
ای ظفر جبدم سنی آمد غم دلدار کی
پہلے استقبال کو آنسوے دیدہ آئین گے

دیگر

اُترتے ہین گلے مین گھونٹ آب زندگانی کے
چھُری جب حلق پر قاتل دم تکبیر پھرتی ہی

ظفر کو منزل مقصود پر تقدیر نے پہونچا
کدھر بھٹکی ہوئی سی عقل بے تدبیر پھرتی ہی

دیگر

جستجو اب اور ہی تدبیر پہلے اور تھی
گفتگو اب اور ہی تقریر پہلے اور تھی

مین کہون کیونکر نہ اپنے نالہا دل کو ضبط
اور ہی تاثیر اب تاثیر پہلے اور تھی

روز روز وصل تھا یا اب شب ہجران ہی روز
یا الٰہی کیا مری تقدیر پہلے اور تھی

زلف سے چھٹکر ہوا دل خط کے حلقہ مین اسیر
طوق یہ پیچھے ہوا زنجیر پہلے اور تھی

کر دل نے کر دیا مجکو سبک یہان و زیار
تیری محفل مین مری توقیر پہلے اور تھی

خاک ہوکر عشق مین ہم ہوگئے اکسیر سو
ورنہ ہمکو خواہش اکسیر پہلے اور تھی

اس بنا کا کیا بھروسا ہی کہ ای منعم جہان
ہی تری تعمیر وہان تعمیر پہلے اور تھی

ہوگئی قسمت سے تیری کند تیری وقت قتل
تیز ای قاتل تری شمشیر پہلے اور تھی

دیکھکر ہمکو ظفر بدلا ہی تو نے یہ ورق
ورنہ تیرے ہاتھ مین تصویر پہلے اور تھی

بھون کی جنبش سے اگر چین جبین ہل جائیگی
چین کی بھونچال سے یکسر زمین ہل جائیگی

جانا ظفر یہ ہمنے کہ اپنے کھلے نصیب
بن کھولے اُسکے در کی جو زنجیر کھل پڑی

اب ناز و نگہ در پئے آزار ہین دونے
بیمار تری آنکھون کے بیمار ہین دونے

کس دن ہوئے سیراب ترے چاہ ذقن کے
ہم روز ترے تشنۂ دیدار ہین دونے

جون جون کہ اُنھین پیار جتاتا ہون مین اپنے
ہوتے مری صورت سے وہ بیزار ہین دونے

گن اُنکی برابر نہ ستارون کے فلک کے
سینے کے مرے داغ نمودار ہین دونے

بدست رہین میکدۂ عشق کے میخوار
بیہوشی مین تو اور بھی ہشیار ہین دونے

ہی قند مکر رسے کسے کام کہ اُس سے
شیرین یہ ترے لعل شکر بار ہین دونے

افراط غم و رنج جدائی مین نہ پوچھو
شب جو کیے ہین دن کو اگر یار ہین دونے

زلفون سے تری ہوویگا سودا دل کا
اس جنس کے دام اب مجھے درکار ہین دونے

چتنی کہ ہی کمیاب ظفر جنس محبت
ہم اُتنے ہی اور اُسکے خریدار ہین دونے

جان دے اپنی جو ماہِ سیمتن کیواسطے
چادر مہتاب ہو اُسکے کفن کیواسطے

اس قدر ہی لاغری اُس خستہ تن کیواسطے
کم نہین اک برگ گل پیرہن کیواسطے

واسطے اُس جنبش مژگان کے ہی نوک جھوک
وہ کہان ہی نیزہ بازان دکن کیواسطے

چین ابرو پر تری کافر نہین کچھ جو تنہا
چین زیبا ہی تو زلف پر شکن کیواسطے

سیاہی مردمک کی داغ لالہ سے مشابہ ہی
زبس پرخون مراجون لالہ سیراب دیدہ ہی
ہمارا جوش گریہ بھی عجب یارو تماشا ہی
کہ ہر اک لخت دل غرقاب ہی تالاب دیدہ ہی
ظفر اُسکی جدائی مین ہی یہ حال دل و دیدہ
کہ رہتا رات دن بیتاب دل بیخواب دیدہ ہی

دیگر

کہان ہی چشم مین دنبالہ اُس ترک پری رو کی
نکل آئی زبان ہی مُنھ سے باہر مست آہو کی
کرے صدقے ہلال و بدر کو ہو کر بلا گردان
فلک پر چھائین بھی دیکھے گر اُس رخسار و ابرو کی
پھپھولے اشک شوریدہ سے ہون کیونکر نہ کانٹون پر
نہین تیزاب سے کم کچھ ہماری بوند آنسو کی
خدا گویائی دے گر رات دن کو تو قسم کھائین
تمھارے عارض پرنور کی اور تاب گیسو کی

ردیف ے

اٹھاتے ہیں وہ جھجک تیغ جب کر دست نازک سے
کبھی منھ پر سے مو خم بخم پیچھے نہیں پڑتے

تمہارا بس ہوائی سے میں نالہ نہیں کرتا
وگرنہ کب فقر درد و الم پیچھے نہیں پڑتے

ترا وحشی ترے کوچے کے جو یوں گرد رہتا ہے
سمجھ کر لوگ اسے صید حرم پیچھے نہیں پڑتے

یہ دل شیشے سے بھی نازک ہے ناحق ٹوٹ جاویگا
بتا ای عشق لیکر سنگ غم پیچھے نہیں پڑتے

ہوے جاتے ہیں نقد داغ چرخ ای عشق ای میں
جگر کو دوں کہاں سے کچھ درم پیچھے نہیں پڑتے

کہاں طاقت پڑے رہتے تری دہلیز کے آگے
کبھی دیوار کے بھی ای صنم پیچھے نہیں پڑتے

غزل یہ ایک کیا کتنی ہی ایسی دیں لکھکر
ظفر ہم لیکے قرطاس و قلم پیچھے نہیں پڑتے

یہ عکس زلف جنباں لب خط دلبر کے اوپر ہے
چمن میں لوٹتا کالا گیاہ تر کے اوپر ہے

سیہ کب عکس مژگاں اس رخ دلبر کے اوپر ہے
یہ پرچھائیں چکوروں کی مہ انور کے اوپر ہے

کسی سر باز تشنہ لب کی ہے آنکھ آب خنجر پر
نہیں یہ حلقہ جوہر ترے خنجر کے اوپر ہے

جگر کے آبلوں کے خیمہ گہ کوئی تماشا ہے
عجب رونق پیاری غم کی اس لشکر کے اوپر ہے

دلوں میں بات یہ سنگیں دلوں کے آ رہتی ہے
کہ جیسی نقش آجاتا کوئی پتھر کے اوپر ہے

سر ہستی ہے شہرت حسن کی وہ داغ چیچک کا
دہول الطبل سکندر رسد سکندر کے اوپر ہے

لب رنگیں پہ یوں ہے خال گویا چشم ساقی کا
یہ عکس مردمک جام مئے احمر کے اوپر ہے

سر ہنسی کہاں ہے ابروؤں میں خال کا جل کا
بلال آیا مگر مسجد میں یہ منبر کے اوپر ہے

پلا دے آب خنجر ہی مجھے جلدی سے اے قاتل
کہ مارے تشنگی کے تیغ کا گھائل پھڑکتا ہے

برنگ کعبہ و یا قبلۂ ابروئے جاناں میں
برنگ طائر قبلہ نما کیا دل پھڑکتا ہے

ظفر ہے عاشقانہ طرز میں تیرا سخن ایسا
کہ شاعر لوٹتا ہے سن کے اور قاتل پھڑکتا ہے

شباہت اس مژہ کی جب دل بسمل میں پھرتی ہے
سلائی زہر کی سی ایک زخم دل میں پھرتی ہے

پھری جو بزم میں تصویر بنکر وہ تو یہ کہتے
یہ پتلی چین کی دیکھو تو کیا محفل میں پھرتی ہے

جو عزم کعبۂ مقصد ہے دل سے راہ پیدا کر
کہ زیر راہ اس منزل کی اس منزل میں پھرتی ہے

نظر سے دور ہے لیکن تصور کی عنایت سے
سدا تصویر تیری دیدۂ مائل میں پھرتی ہے

اگر ہے پاس ایمان ترک کر حرص و ہوا غافل
کہ نیت آخرش اس فکر لاطائل میں پھرتی ہے

ظفر اس نے کہی تھی بات کچھ مجھ سے سو وہ ہرگز
نہیں آتی زبان پر اور ہمارے دل میں پھرتی ہے

عشق میں کیا ہم بھی اے تقدیر سیدھے ہو گئے
کتنے اس قالب میں پھر کر تیر سیدھے ہو گئے

آتش سودا نے میرے کر دیا آتش کو موم
کھل کے سارے حلقۂ زنجیر سیدھے ہو گئے

تو ہوا ہم سے نہ سیدھا اور دست شانہ سے
بال بل کھانے ترے تصویر سیدھے ہو گئے

کج ادائی سے تری قاتل تعجب ہے مجھے
تن پہ میرے کیوں خط شمشیر سیدھے ہو گئے

چرخ ٹیڑھائی رہا اور سیکڑوں بانکے جوان
ٹیڑھے ہو کر زیر چرخ پیر سیدھے ہو گئے

بجز تکلیف حاصل ہو نہ سرمایہ تکلف کا | ثمر لاتی ہی پیچھے شاخ ہوتی ہی قلم پہلے
نہ کر بد عہد یاں پیمان شکن انصاف کر دل مین | کیے تھے تو نے تیر ساتھ کیا تو نے ستم پہلے
آلہی وعدۂ دیدار کیا نزدیک آ پہونچا | کہ استقبال کو آنکھون مین آیا دم پہلے
ستم پر ہی ستم ہر دم جفا پر ہی جفا اتو | خدا جانے ہوے کیا وہ تیرے لطف و کرم پہلے

اگر غنچہ ہو دلگیر خندان گردش گل ہو
ظفر اس باغ مین پیچھے ہی شادی اور غم پہلے

ہمکو یہ حاصل ہوا کافر تری یاری مین ہی | چھوڑ بیٹھے دل ہم جو کچھ کہ دینداری مین ہی
کیون خیال زلف ڈالا دل مین ای بخت سیاہ | ہین بلا مین ہم بھی اور دل بھی گرفتاری مین ہی
فتنہ سے شاگرد کتنے طرز خونریزی مین ہین | چشم تیری طاق عالم مردم آزاری مین ہی
جنس گم گشتہ ہی بازار محبت مین وفا | ایک عالم گرچہ سرگردان خریداری مین ہی
چار عنصر سے بنایا کسنے یہ آدم کا جسم | کوئی تو پردہ نشین اس چار دیواری مین ہی
تیری آنکھونکا تصور آہ جنکو بندھ گیا | عالم صحت مین بھی وہ عین بیماری مین ہی

دل اگر آگاہ اور ہشیار ہو تو ای ظفر
خواب مین بھی ہو وہی عالم جو بیداری مین ہی

دل پہ دست نوردی کے تو ہر چند رہے | پر تھکے ضعف سے ہم ایسے کہ پابند رہے
کھلے رہتے تھے فلک جنکے بیان بانشاط | قفل غم ایسا لگا انپہ کہ یہ بند رہے

تاب رخ تیری جو دیوانہ کرے کیونکر یے — پنجۂ مہر گریبان سحر کے ٹکڑے
آج نو خط نے مرے اور نیا گل کترا — کیا قینچی سے مرے خط کو کترکے ٹکڑے

دیتے ہین توڑ کے ٹکڑا اسا مجھے صاف جواب
ای ظفر کھا کے پلے ہو مرے گھر کے ٹکڑے

عقل پرباز ہی قدرت پہ نظر کسکو ہی — سبکو فکر آج کی ہی کل کی خبر کسکو ہی
رات بھر نشۂ پندار مین ہین سب بدمست — توبہ اب کون کرے خوف و خطر کسکو ہی
دیکھ ہر غنچہ لیے دوش پہ ہی رخت سفر — اس گلستان سے نہین عزم سفر کسکو ہی
شعلہ ہو برق ہو مہتاب ہو یا ہو خورشید — لاتا خاطر مین مرا رشک قمر کسکو ہی
بحر الفت مین ہر اک موج ہی کو موج خطر — ہاتھ دھو بیٹھے ہین ہم جان سے خطر کسکو ہی
اللہ اللہ ری درازی شب ہجران تیری — صبح محشر تلک امید سحر کسکو ہی

دیکھتا عیب و ہنر اور کا ہی سب کوئی
اپنا معلوم ظفر عیب و ہنر کسکو ہی

رونق گلشن بہار گل جو کم ہوتی چلی — اشک شبنم سے نسیم صبحدم روتی چلی
وہ ہوس کیا خاک پہونچے منزل مقصد کو — جو قدم رکھتے ہی کانٹے راہ مین بوتی چلی
تھی شمیم زلف جو اب اور جان ناتوان — اُس گلی کو دوش باد صبح پر سوتی چلی
خاک کوئے یار پر شاید کہ ہی قصد نثار — بھر کے دامن مین جو موج گریہ ہی ہوتی چلی

چھپائے لاکھ زلف یار رخ کے تل کو پردے مین
کہ مجھپر کھل چکا ہی میرا قاتل ہی تو بس یہ ہی

ملے دانے سر شک خون کے اور غنچے پھپھولون کے
ہمین کشت محبت سے جو حاصل ہی تو بس یہ ہی

سوا دل کے جگر کس کا جو ٹھہرے منھ اُسکے مژگان پر
کہ اس فوج صف آرا سے مقابل ہی تو بس یہ ہی

اگر ہی دیکھنا اُسکو اُٹھادے اپنی ہستی کو
اگر تجھمین اور اُسمین پردہ حائل ہی تو بس یہ ہی

ہوئے صید محبت سب تڑپ کر سرد لیکن دل
وہ ہی گرم طپش اک نیم بسمل ہی تو بس یہ ہی

کنارے گور کے جب عشق مین پہونچے تو یہ جانا
کہ اس دریاے بے پایان کا ساحل ہی تو بس یہ ہی

دل انسان نہ کیونکر مسند آرائے محبت ہو
کہ یہ منصب ہی اعلی اسکے قابل ہی تو بس یہ ہی

محبت مین کمال ایسا ظفر پہونچا گئے مجنون
کہ فن عشق مین اُستاد کامل ہی تو بس یہ ہی

شمشیر برہنہ مانگ غضب بالون کی مہک پھر ویسی ہی
جوڑے کی گندھاوٹ قہر خدا بالون کی مہک ویسی ہی

آنکھین ہین کٹوری ہی وہ ستم گردن ہی صراحی دار غضب
اور اُسمین شراب سرخی پان رکھتی ہی جھلک پھر ویسی ہی

ہر بات مین اُسکی گرمی ہی ہر ناز مین اُسکے شوخی ہی
قامت ہی قیامت چال پری چلنے مین پھڑک پھر ویسی ہی

گر رنگ بھبوکا آتش ہی اور بینی شعلۂ سرکش ہی
تو بجلی سی کوندے ہی پڑی عارض کی چمک پھر ویسی ہی

نوخیز کچین دو غنچہ ہین ہی بزم شکم اک غنچہ مین گل
باریک کمر جون شاخ گل رکھتی ہی لچک پھر ویسی ہی

ہی ناف کوئی گرداب بلا اور گول سرین رانین ہین صفا
ہی ساق بلورین شمع ضیا پانؤن کی کفک پھر ویسی ہی

محرم ہی حباب آب روان سورج کی کرن ہی اُسپہ بٹ
جالی کی کرتی ہی وہ بلا گوٹے کی دھنک پھر ویسی ہی

وہ گالے تو آفت لاے ہی ہر تال مین لیوے جان نکال
ناچ اُسکا اُٹھاوے سو فتنہ گھنگرو کی جھنک پھر ویسی ہی

شوق سے گالون پہ تیرے سر کو رکھ کے سوئیے / کس لیے گل تکیہ رکھتے آپ ہین سر کے تلے

عشق سے اُس سنگدل کے ہاتھ کیونکر کھینچیے / دب گیا ہی ہاتھ اپنا اب تو پتھر کے تلے

مُنھ سے افعی کے گرا ہی کوئی قطرہ زہر کا / در نہین نیلم کا اُس زلف معنبر کے تلے

سر برابر رکھ کے تکیہ پر سے کب بوسہ لیا / تھم رہے پہلو مین تکیہ سے کیونکر سر کے تلے

تمکو حاجت کیا فسون سازی کی خود جادو ہو تم / کس لیے تعویذ گاڑا آپ نے در کے تلے

شوق بیتابی کوئی کافر بلا ہی دیکھنا / لوٹتا بسمل ہی قاتل تیرا خنجر کے تلے

ای ظفر دود جگر تیرا اگھتا ہی اسقدر / چرخ اخضر دوسرا ہی چرخ اخضر کے تلے

اُٹھ کے شعلے دل کے جب افلاک مین ملجائینگے / انجم افلاک جل کر خاک مین ملجائینگے

وہ جو پیکان ہو گئے گم تیرے ای ناوک فگن / ڈھونڈھیے سینۂ صد چاک مین ملجائینگے

ہیچ ہی نخل دنیا را لا انار آتشین / کچھ ہماری آہ آتشناک مین ملجائینگے

آنسو و نکو غیر کے دیرے نہ اشکون مین ملا / قطرۂ ناپاک آب پاک مین ملجائینگے

دیکھنا وحشت گریبان کو کری گی اتنا چاک / تا بدامن چاک جا کر چاک مین ملجائینگے

ایک سیل غم تو کیا الفت مین سو سیلاب غم / آکے دریائے دل غمناک مین ملجائینگے

اُن سے ملنا ای ظفر تجکو اگر منظور ہی / تو پھر اگر روز اُنکی تاک مین ملجائینگے

دیگر

قصد جا کا نہ کر دیکھ کے جون شمع سحر
اخر ای دم بن ترا سوختہ جان ہوتا ہی

طاق ابرو پہ رکھا شیشۂ دل کو تو نے
کہین ایسا نہو یہ ای ظفر اوپر سے گرے

پیام لیکے صبا وان اگر پہونچ جاتی
تو مثل بوے گل اڑکر خبر پہونچ جاتی

شفق کی جا ابھی لگجاتی آگ گردون کو
جو ایک آہ مری پر شرر پہونچ جاتی

مری نظر کی نہین پر تو آگیا دیکھو
پری خیال سے پرہی نظر پہونچ جاتی

نہ جلتی شمع جو شب بھر یہ تو پھر کیونکر
سحر کو منزل مقصود پر پہونچ جاتی

جلاتی ایک زمانے کو گرمی خورشید
جو میری گرمی داغ جگر پہونچ جاتی

نہ آتا لب پہ جو ایک حرف شکوہ کا
بلا سے لب پہ مری جان اگر پہونچ جاتی

بہاتی کتنے ہی دریا ہماری سیل سرشک
جو خون دل سے مدد چشم تر پہونچ جاتی

بہار جب تھی کہ پہلے بہار سے صیاد
چمن مین بلبل بے بال و پر پہونچ جاتی

دل انکو بھیج ہی دینا ظفر مناسب تھا
امانت انکی تھی یہ انکے گھر پہونچ جاتی

قلق ہجر مین آرام کہان ہوتا ہی
ہول دل رات کو دن کو خفقان ہوتا ہی

کون دل سوختہ سرگرم فغان ہوتا ہی
روز کیسا تر کوچے مین دھوان ہوتا ہی

صدمۂ اس یک تصور کے نہون مین کیونکر
یہ وہین پہونچتا ہی یار جہان ہوتا ہی

مجھے ڈر ہی کہین ہمسایہ نگھر بیہوجا
ایک دریا مری آنکھون سے روان ہوتا ہی

ہنگامہ ساتھ کیا ہی کیا کس کو اُسنے قتل
ہی آج کوسے یار مین خلقت بھری ہوئی

اشکون سے کب بجھے ہی مری سوزش جگر
اک آگ ہی جگر مین بشدت بھری ہوئی

ای آسمان ابھی نہو آخر شب وصال
ہی دل مین لاکھ طرح کی حسرت بھری ہوئی

بتخانے کیون نہ دل مین پرین ہر نفس کے ساتھ
اُف دل مین ہی اک آتش فرقت بھری ہوئی

ہی یون تو چرخ شیشۂ ساعت کی طرح صاف
لیکن ہی اُسکے دل مین کدورت بھری ہوئی

ظاہر تو شرمگین ہی وہ پر نگاہ مین
شوخی بھری ہوئی ہی شرارت بھری ہوئی

لاکھون صنم حسین ہین کس کس کو دیکھیے
اللہ کی جہان مین ہی قدرت بھری ہوئی

تیرے سوا نہ دیکھین گے اب آنکھ بھر کے ہم
ہی اپنی سب طرح سے طبیعت بھری ہوئی

بھر آئے اشک چشم مین سنتی ہی انکا نام
دل مین کوئی بلا ہی محبت بھری ہوئی

پہونچے سخن کو تیرے سخن کس کا ای ظفر
تیرے کلام مین ہی بلاغت بھری ہوئی

کرون خط مین کیا حال تحریر پہلے
وہان چاک خط کی ہی تدبیر پہلے

جو مجنون کی تصویر کھینچے مصور
رکھے سامنے میری تصویر پہلے

کوئی اُسکا دل پہلے جا کر ٹٹولو
محبت کی چھیڑو نہ تقریر پہلے

سزا ہوگی گر مجکو جرم وفا پر
تو ای دل تجھے ہوگی تعزیر پہلے

مرے دل کے قاتل ہین وہ دونون ابرو
چلے دیکھیے کس کی شمشیر پہلے

دیگر

دنیادار

دنیا دار و دنیا چھوڑو دنیا مین بدنامی ہی
اس دنیا کے ترک کیے سے ہوتی نیک انجامی ہی
رنج و قلق ہی درد و الم ہی حسرت ہی ناکامی ہی
دوری مین اُس راحت جان کے کیا کیا بے آرامی ہی
روے آتشناک پر اُسکے زلفین جو لہراتی ہین
لوٹ رہا انگارون پر دل مثل کباب شامی ہی
غنچۂ گل ہی شکل زبان گلبرگ نہین گویا ہی زبان
ہوتی چمن مین کسکی بیان توصیف سمن اندامی ہی
میکدہ بھی ہی مدرسہ مجکو ساقی ہی تحصیل سے شوق
جام پیالہ ہی میرے حقین درس شرح جامی ہی
مُنھ جو اپنا کھولے ہوئے سوفار ہین اُسکے تیرونکے
کون سے صید عشق کا یا رب قصد خون آشامی ہی
ہمکو ہوا یہ نکتہ روشن صاف نگین کندہ ہی یہ
یعنے بغیر از کاوش دل کب ہوتا کوئی نامی ہی
آہ و فغان کے ساتھ دھوان سا ہر دم مُنھ سے نکلے ہی
دل تو جل کر خاک ہوا پر اب بھی جگر مین خامی ہی

جبکہ بوندین سے عرق کے تیرے سیارے بنے ۔ قطرۂ خون جگر سے تیر انگارے بنے

تار مژگان مین مرے جھولین نہ کیونکر طفل اشک ۔ ہین یہان لڑکون کے جھولنے کو گہوارے بنے

داغ سینے ہی سے میرا کیا بنا اک آفتاب ۔ درد دل سے آسمان اشکون سے ہین تارے بنے

تیرے سر پر ان بھوؤن سے اک کشاکش ہی رہی ۔ دشمن جان اپنے تو یہ آپ ہی بارے بنے

غیر کی صحبت کا تمکو بھی ہوا آخر اثر ۔ حاسد و قاتل مگر آپ ہی بیچارے بنے

جوش پر جس دم کہ خون آیا شہیدون کا ترے ۔ جتنے تھے مو تن پہ سب وہ خون کے فوارے بنے

وہ ہی اچھے ہین جو اچھا ہمکو کہتے ہین ظفر
ورنہ ہین ہم تو جہان مین سب سے ناکارے بنے

کوئی لاتا نہین یہانتک اسے تدبیر رہی ۔ کھچ کے وہ آپ ہی آیا مری تقدیر سے ہی

دیکھو تصویر نہ مجنون کی ادھر کو دیکھو ۔ مری تصویر بھی ملتی اسی تصویر سے ہی

گر ملے آب بقا بھی تو کبھی منھ نہ لگائے ۔ جو کہ سیراب ہوا آب دم شمشیر سے ہی

حلقۂ زلف مین دل کیونکہ گرفتار نہو ۔ کہ یہ حلقہ نہین کم حلقۂ زنجیر سے ہی

دم مین خورشید قیامت ہو جو قرص کافور ۔ تو عجب کیا نفس سرد کی تاثیر سے ہی

کھولا منھ زخم جگر نے جو بزنگ سوفار ۔ کچھ کہا چاہتا شاید کہ ترے تیر سے ہی

آتش عشق سے جو خاک ہوے ہین جل کر
خاک بھی انکی ظفر کم نہین اکسیر سے ہی

اپنی ابرو کی مری تصویر رکھو دو سامنے
ورنہ کاٹونگا گلا شمشیر رکھو دو سامنے

غنچۂ گل رشک گل کی ہت رکھو پیش نظر
میرا دل پہلو کو چیر رکھو دو سامنے

کون کہتا ہی کہ اس کو مخطوطہ کے سوا
دوستو قرآن مع تفسیر رکھو دو سامنے

گر اسی مین اُس ستمگر کی ہی جلاد و خوشی
کاٹ کر سر میرا بے تقصیر رکھو دو سامنے

کہتا ہی روز جنون مجکو کہ زندان سے چلو
توڑ کر پانوؤن کی تم زنجیر رکھو دو سامنے

گر مصور پوچھے کھینچون کیونکہ مژگان کی شبیہ
تم برابر صف بصف سو تیر رکھو دو سامنے

آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھین دل غنی ہی اسقدر
گر ظفر سونے کا اکسیر رکھو دو سامنے

نہ ہنسو دیکھو کے تدبیر کو پلٹے کھاتے
دیر لگتی ہی نہین تقدیر کو پلٹے کھاتے

دل کو دیکھو مرے بیتاب نہ دیکھا ہو گر
تہ خنجر کسی نخچیر کو پلٹے کھاتے

یون نظر یار کی پلٹی کہ نہ دیکھا ہمنے
اس طرح برق کی شمشیر کو پلٹے کھاتے

سانپ سا لوٹ گیا سینہ پہ جسدم دیکھا
باد سے زلف گرہگیر کو پلٹے کھاتے

محو حیرت ترا اس طرح سے بدلے کروٹ
کہ نہ دیکھا کبھی تصویر کو پلٹے کھاتے

بخت برگشتۂ عاشق نے کھایا پلٹا
عمر گذری فلک پیر کو پلٹے کھاتے

ای ظفر اُس سے نہ کر بات کہ دیکھا سو بار
ہمنے اُس یار کی تقریر کو پلٹے کھاتے

برنگِ شامِ غربت کیا کہون کیا دشتِ غربت مین
گلیم تیرہ بختی سے گذاری شب غریبون نے

بسوے تختگاہِ دل کہین سلطانِ عشق آیا
کیا ہی شور برپا آہ و نالہ کے نقیبون نے

گل و لالہ کو کیا کیا دیکھنا خون مین لٹا ئینگے
اُڑائے طرزِ نالہ کے مزے گر عندلیبون نے

تمھارا حال مین نے دیکھو محرابِ دو ابرو مین
نہ رکھا پھر قدم مسجد مین منبر پر خطیبون نے

مرا افسانۂ غم گوشِ دل سے وہ سنے کیونکر
بھرے ہین کان اُس کانِ ملاحت کے رقیبون نے

سرِ محفل ہر اک کو بے گنہ دشنام دیتے ہین
ادب اچھا سکھایا ای ظفر انکو ادیبون نے

دیگر

ہوا ہین پھوٹے ہو کیا حرص و ہوا کے لیے
غرور چھوڑ دو ای غافلو خدا کے لیے

گرا دیا ہی ہمین کسنے چاہِ الفت مین
ہم آپ ڈوبے کسی اپنے آشنا کے لیے

جہان مین چاہیے ایوان و قصر شاہون کو
یہ ایک گنبدِ گردون ہی بس گدا کے لیے

شانہ مین حال پریشان ہے سودائی کا کیا کہے دیکھ کے زلفون کو تری شانہ ہلے

ای ظفر چاہیے انسان کو کہے ایسی بات
کہ برا بھی نہ کہے کوئی گر اچھا نہ کہے

سجدہ وان کرتا ہر اک اہل صفا کب ہی
خاکسارون کو ہی معلوم کچھ لطف اسکا
خاک مین ملگئی بارود شہوار کی قدر
کون کہتا ہی کہ صحرا مین بگولا اٹھا
خاکساری کا اسی شخص نے پایا رتبہ

جس جگہ تیرا نشان کف پا خاک پہ ہی
چین بستر پہ نہین جو یہ مزا خاک پہ ہی
اشک آنکھون کا مرے جبکہ گرا خاک پہ ہی
روح مجنون ہی کہ یہ سر بہوا خاک پہ ہی
جم کے اُس کوچے مین جو بیٹھ گیا خاک پہ ہی

کشتۂ زلف کے مدفن کا پتا ہی وہ ظفر
جس جگہ مار سیہ بیٹھا ہوا خاک پہ ہی

جام ہی شیشہ ہی ساقی بھی ہی برسات بھی ہی
اندنون بادہ کشی دن بھی ہی اور رات بھی ہی
کچھ تو ہی اپنی طرف سے طلب ساغر می
اور ساقی کی کچھ امداد و مدارات بھی ہی
شیشہ خالی ہو تو خم پاس دھرا ہی لبریز
خم جو خالی ہو تو نزدیک خرابات بھی ہی

لطف مستی بھی ہی ہنگام ہم
آغوش بھی ہی [illegible] وصل بھی ہی جام
ملاقات بھی ہی [illegible] سر انداز کا انداز
[illegible] کا [illegible]
کار [illegible] بھی ہی [illegible] ہی اور سامنے
دست [illegible] ساغر [illegible] دانون بھی ہی
آنکھون سا ساغر [illegible] لگاوٹ بھی ہی ساز و مطرب بھی ہی اور نغمہ بھی ہی
رقص بھی ہی ساتھ سرشار سا آنکھون کے اشارات بھی ہی
وہ بھی سرمست ہی اور ہم بھی نشہ مین سرشار

ظفر [illegible]
[illegible] اور لطف عنایات
[illegible] لطف [illegible]
[illegible] بات بھی ہی

[illegible]

کس غضب کی ناله آتشین مین آگ ہی
جسسے پہونچی جون شفق چرخ برین مین آگ ہی

اشک خون کس تشنہ جان کی تونی پیچھی ہی آج
لعل سی تیری جھلکتی آستین مین آگ ہی

خاک سے آخر نکلتے ہین گل لالہ کی جا
تیرے دل سوزون کے مدفن کی زمین مین آگ ہی

زلف مشکین پر پڑا کیا اُسکے ہوالی ہین گلا
لگ گئی گویا سراسر ملک چین مین آگ ہی

ہر تبسم مین ہی اُسکے موج آب زندگی
پر غضب یہ ہی نگاه خشمگین مین آگ ہی

جلسے بتخانہ ہی کب سے ہر نفس شعلہ بلند
کیا تپ غم سے دل اندوہگین مین آگ ہی

جنبش دامان مژگان سے کسی کے ای ظفر
عشق کی بھڑکی ہوئی جان حزین مین آگ ہی

آتش الفت دل بیتاب مین روشن ہوئی
آگ کیونکر معدن سیماب مین روشن ہوئی

چشم تر مین مردمان پر لخت دل تر تے نہین
صف چراغون کی اگر تالاب مین روشن ہوئی

آئینہ مین اُسنے دیکھا اپنا رخسار و تشیر
کیا تماشا ہی کہ آتش آب مین روشن ہوئی

ساقی مہوش کا عکس تابِ دندان جو پڑا
طرفہ بجلی سی شراب ناب مین روشن ہوئی

غفلت دنیا مین کی جسنے کہ عقبے پر نظر
اُسکی چشم کور گویا خواب مین روشن ہوئی

یاد کر کر مین دل سوزان کو روتا صبح تک
شمع شب جو محفل احباب مین روشن ہوئی

ماه اُس مہوش کے آگے جب ہوا خجلت سے زرد
ماہتابی سی ظفر مہتاب مین روشن ہوئی

دیکھنا کیا ضرب نالہ میرا اپنے تاثیر ہی
اور چلی آندھی مین کس دیوانے کی تصویر ہی
کہتے ہین نافہم جسکو چرخ پر تیر شہاب
عشق کے ہاتھون سے وہان ہوویگی جاری نہر خون
یار گو دل کو کریگا صید ای دریائے حسن
ہی کہان سونیکی ٹیکی اُن بھوونکے درمیان
حضرت دل لیجلے ایسے سے لڑوانے ہمین

ابتلک پھوٹی نہین وہان ایک گئی تکبیر ہی
بنگئی موج صبا جسکے لیے زنجیر ہی
وہ کسی تفتہ جگر کا نالہ شبگیر ہی
بستیون مین کوہکن جسبن جا کہ جوئے شیر ہی
طرۂ پرپیچ تیرا دام ماہی گیر ہی
برج میزان مین مگر خورشید پر تنویر ہی
نازہ کا برچھا ہی جسکی گفتگو شمشیر ہی

ای ظفر مجھسے وہ سرکش کیا کریگا سرکشی
میرا نالہ ناک مین دیتا فلک کے تیر ہی

دیکھنا خالِ ذقن کو رخ جانان کے تلے
کاجل آنکھونکا بہا یار کی مژگان کے تلے
کب مہاسے ہین خط عارض جانان کے تلے
نیش سے چھیڑتا ہی مار سیہ کو کژدم
نیچے خورشید کے ہین تار خطوط خورشید
وہ سہی قد جو دکھادے ذرا فندق پا
دل سیپارہ کو رکھوے تو لٹون پر اپنی

کوکب سوختہ ہی مہر درخشان کے تلے
پھول سوسن کا کھلا نرگس و ریحان کے تلے
ہین یہ بیٹھے پر طاؤس گلستان کے تلے
گونج بالے کی نہین زلف پریشان کے تلے
خط نعلون کی یہ داغ دل سوزان کے تلے
پھولے گلمنہدی ابھی سرو گلستان کے تلے
دیکھو یہ رحل ہی زیبا اسی قرآن کے تلے

زبان تیغ قاتل نے مری یا ہی کیوں دراز ای [illegible] کم کر دی
بہت اچھا کیا تو نے جو اے ظالم کم کر دی
ذرا صورت جو تو نے عالم تصویر دکھلائی [illegible] کم کر دی
تو صورت گر دون [illegible] قطع کی زلف درازی کم کر دی
کبھی ہاتھ [illegible] زنجیر کم کر دی
ازرہ کا دور اسود اگر کیوں [illegible] روشن [illegible] کم کر دی
نقاب رخ اٹھایا جلوہ [illegible] تنویر کم کر دی
فلک پر نالہ کش خورشید [illegible] کم کر دی
ترا مجنون ہوا وحشت سے زندان [illegible] کم کر دی
نشہ وحشت نے [illegible] جا کے کم کر دی
دکھایا جلوہ [illegible] سارون نے
[illegible] دل سے [illegible] کم کر دی
نظر میں عشق [illegible] کم کر دی
بہت اچھا [illegible] نقل کی [illegible] کم کر دی
ظفر کی دوسری [illegible] غزل [illegible] کم کر دی
خلاصہ کر سکا مطلب [illegible] کم کر دی

حلقهٔ در گر ہلایا بھی تو بولے کون ہی
اب بتائیں کیا کہ نام اپنا بتانا منع ہی

آنکھ اٹھا کر بھی اگر دیکھا تو وہ دیکھیں ہی
سامنے بے پردہ ہو کر آنکھ آنا منع ہی

نام بتلایا جو ہم نے تو وہ سنکر چپ رہے
پھر پکاریں کس طرح سے غل مچانا منع ہی

غل مچا کر گر پکارا بھی تو جھنجھلا کے کہا
جاؤ کیوں آئے تمھیں گھر میں بلانا منع ہی

اور بلایا بھی تو پھر جائیں وہاں ہم کس طرح
وہ جہاں ہیں ہمکو وہاں تک بار پانا منع ہی

بار پا کر کچھ اگرچہ ہم گئے بھی وان تلک
آنکھ اٹھا کے کیونکہ دیکھیں آنکھ اٹھانا منع ہی

سامنے بھی وہ کسی صورت سے گر آئے تو پھر
بولنا ہنسنا تو کیا وان مسکرانا منع ہی

مسکرائے بھی تو کچھ چپکے ہی چپکے غنچہ وار
دل میں کیا کیا مدعا اور لب ہلانا منع ہی

لب ہلائے بھی تو کی کچھ بات منہ سے اور ہی
پر بمعنا ہر مطلب یہ شعر عاشقانہ منع ہی

عاشقانہ شعر بھی کوئی پڑھا تو پڑھ چکے پھر
آہ بھرنا منع ہی آنسو بہانا منع ہی

آہ بھر کر کچھ اگر آنسو بہائے بھی تو پھر
وہ جو دل کی بات ہی اسکا جتانا منع ہی

بات گر دل کی جتائی بھی تو پھر ہوتا ہی کیا
ای ظفر ایسی جگہ دل بھی لگانا منع ہی

دیگر

خدا نے ایسی نالوں کی میرے تاثیر کم کر دی
خطوں کی اس نے تو خط کی بھی تحریر کم کر دی

شب فرقت ذرا تو نے تو چرخ پیر کم کر دی
ہمارے نالہ شب کی فقط تاثیر کم کر دی

نہ مارا مجھکو کسی کو میرے بعد از قتل قاتل نے
ورے لوہے نے ایسی برش شمشیر کم کر دی

[illegible]

نہیں پاس رخ پہ زلف اور زیر زلف اُس لب کا نشانہ
نہ بھولا بعد مردن بھی تری شمشیر کا احسان
کبھی بھوچھ ٹا اُس برہم نہین اُسکی الفت کی
مشبک ہو گیا ہی دل یہ ٹوٹے تیر قاتل کے
ترا جو دانت ہی زنگ مسی مین اک تماشا ہی
کٹے ہی سر جو بشکل شمع تیرے تغتہ جانون کا
ہم آغوشی پر اُسکے اب ہماری زندگانی ہی

چمن مین داگ سا لرزتا ہوا اگن سے نکلے ہی
صدا شاباش کشتے کی تیرے مدفن سے نکلے ہی
کہ جیسے بوے گل باہر صبا گلشن سے نکلے ہی
کہ اک پیکان زہر آلودہ ہر روزن سے نکلے ہی
کہ غنچہ سوتیا کا سا گل سوسن سے نکلے ہی
تو جاے خون اک آتش رگ گردن سے نکلے ہی
نکلتا ہی وہ جب آغوش سے جان تن سے نکلے ہی

دم بخیہ مرے چاک جگر کی دیکھ کر حالت
ظفر تار آنسوؤن کا دیدۂ سوزن سے نکلے ہی

جاے تدبیر جہان اپنا قضا کام کرے
مرض عشق اطبا ہی وہ مہلک آزار
سرمہ کسواسطے آنکھونمین لگاؤن اپنے
تشنہ کام ہونکو ترے چاہیے آب خنجر
کوہکن کوہکنی کا نہیں کرتا کچھ کام
دم بدم عشق یہ ہی عشق عاشق کا کام کو آج
تیر کا بھی ہو گذر وان تو گرے ٹوٹ کے پر

عقل بھی اپنی وہان گیسے تو کیا کام کرے
کہ نہ تشخیص جہان ہو نہ دوا کام کرے
جبکہ سرمہ کا وہ خاک کف پا کام کرے
قاتل اس پیاس کو کیا آب بقا کام کرے
جانکنی کوئی کرے ہان تو برا کام کرے
لائی اُس گل کی جو بو باد صبا کام کرے
ای ظفر تیری جہان آہ رسا کام کرے

اشک جا کر جبین کیا ای دیدۂ تر کھاتے ہیں — روتے روتے سر ہمارا اب جگر کھاتے ہیں

پنجہ مژگان میں دل اس چشم نے گانٹھا ہی یون — داب کر چنگل میں جیسے شاہین کبوتر کھاتے ہیں

پارۂ دل نوک مژگان پر کہاں ہی جلوہ گر — مرغ آتش خوار یہ مستی میں انگر کھاتے ہیں

ہم لہو پیتے ہیں اپنا گو ہیں پیچ اشک سے — ہان جب غیرون کے گھو کا وہ شکر کھاتے ہیں

کیا عجب اس خال پیشانی سے ہو رخ پر خجل — رشک اس رخسار سے جب مہر انور کھاتے ہیں

سوز غم خور اک دل کس طرح سے میری شمع — گو کہ آتش تیز ہی لیکن سمندر کھاتے ہیں

یون خط میں جبین پر پیچ و تاب اس کے ہیں — جس طرح سے سانپ بچے اپنے چن کر کھاتے ہیں

ایک دن وہ تھا کہ ہم کھاتے تھے غم ای شعلہ خو — ایک دن یہ ہی کہ غم ہمکو جلا کر کھاتے ہیں

جب کبھی کرتے ہیں ہم منھ سے بیان احوال غم
ایک عالم ای ظفر افسوس سنکر کھاتے ہیں

ناز سے گر ٹکٹکی تیری ادھر لگجائیگی — اور کو کیا میں کہوں میری نظر لگجائیگی

کھنچے جائیں گے یونہیں ہر دم جو آہ سرد ہم — کنپکپی تھر تھرا ابھی باد سحر لگجائیگی

دیکھے خط جلدی پھر آنا و نہ مر جائینگے ہم — دیر گر تجکو ذرا ابھی نامہ بر لگجائیگی

میری آنکھوں نے مجھے رو رو کے رسوا کر دیا — دیکھیے کس کس جگہہ اسکی خبر لگجائیگی

سینے سے لگجاؤ میرے اک پہر کو آج تو — باتوں ہی باتوں نہیں دیکھو دوپہر لگجائیگی

سرخ جوڑے کو پہنکر گھر سے تم نکلے تو ہو — پر جدھر جاؤگے اک آتش ادھر لگجائیگی

دردمندوں کی شکستہ دلوں کو ستاتا ہو دشمن
الٰہی کی آہ اسکو ای ظفر لگجائیگی

دیگر

کھاتا نا حرا دل کا دعوا ہی
کہ پہنچے آسمان سے آسمان ہی

جلد اول دیوان ظفر

تمہارے عاشق کو کیا ہوا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے
وہ مست مجذوب بنگیا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

ہزار کوئی سیانے لائے کوئی بلائے کوئی کھلائے
بھے کہ آسیب زلف کا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

کیا جسے تو نے محو حیرت دکھا کے آئینہ دار صورت
وہ تیری صورت کو تک رہا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

تمھاری وہ بات ہی دہن مین ہزار انداز ہر سخن مین
چمن مین یہ غنچہ کیا بلا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

طمانچہ سو کوئی منھو پہ مارے چلین ہزار اسکے سر پہ آرے
جو اس لب لعل پر فدا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

کھلی ہی جسپر کہ کچھ حقیقت وہ کھول کر دیدۂ بصیرت
تماشے قدرت کے دیکھتا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

جو درد ہوتا تو غل مچاتا جو سایہ ہوتا تو سر ہلاتا
الٰہی دل کو مرض یہ کیا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

کرین نکیرین قبر مین گر سوال سو سو طرح سے آکر
جو کشتۂ چشم سرمہ سا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

غوطہ دریائے محبت میں لگانے کو ظفر
آشنا ہمت تو کرتے ہیں مگر دم چاہیے

قاصد وہ نہ کیونکر خط و پیغام سے چونکے
جو خط کے لفافے پہ ترے نام سے چونکے

شب بھر وہ پڑے رہتے تھے منہ اپنا لپیٹے
کیا وجہ کہ ہیں آج سر شام سے چونکے

اللہ رے غفلت کہ بستر پہ ذرا بھی
وہ نالۂ آہ و دل ناکام سے چونکے

اس تلخ کلامی پہ دل اپنا تجھے کیا دیں
ہم پہلے ہی ظالم تری دشنام سے چونکے

تھا شام سے تا صبح بغل میں جو دل آرام
آرام سے شب سوئے نہ ہم آرام سے چونکے

ساقی ترے میکش ہیں وہ مستی میں کہ کبھی
جو خندۂ مینا و لب جام سے چونکے

اس شور قیامت کا برا ہو کہ عدم میں
سوتے تھے پڑے ہم عجب آرام سے چونکے

سوتے میں سیاہی نے ڈرایا نہیں مجھ کو
ہم ڈر کے تری زلف سیہ فام سے چونکے

یوں مرغ دل اس زلف کے پھندے سے ڈرے ہے
جس طرح ظفر صید کوئی دام سے چونکے

لکھوں گا میں جو خطوں میں شکایتیں دونی
پڑھیں گی اور بھی قاصد عداوتیں دونی

نمک چھڑک کے جو زخم میں لگانے وہ قاتل
اٹھاؤں زخم کے کھانے میں لذتیں دونی

تری نگاہ وہ ہے الحفیظ کی ہے جا کے
اگرچہ دل کی کروں میں حفاظتیں دونی

رقیب نے تجھے بھڑکا دیا ہے آتش خو
کہ بات بات میں اب ہیں شرارتیں دونی

دیگر

اُس راہ پر جو ایک جگہ جمکے بیٹھ جاے | مانند نقشِ پا سرِ رہ جمکے بیٹھ جاے

دیتی نہین صفائی گہر نے نگہ کا پانون | اُس رخ پہ ذرہ میری نگہ جمکے بیٹھ جاے

نم گریہ کی ہماری جو پہونچے تو پھر ابھی | گرد ونکے تہِ ورق کی بھی تہ جمکے بیٹھ جاے

خیاط اتو بہار کی صنعت نہو تو پھر | غنچہ کے سر پہ کیونکہ کلہ جمکے بیٹھ جاے

ٹانکے سے سیونے کے وہ بہتر ہی چارہ گر | گر زخم دل پہ اُسکی تہہ جمکے بیٹھ جاے

اُس رخ پہ حلقہ زن خطِ مشکین ہی یون ظفر
دولت پہ جیسے مارِ سیہ جمکے بیٹھ جاے

جو تماشا دیکھنے دنیا کے تھے آئے ہوے | کچھ نہ دیکھا پھر چلے آخر وہ پچتائے ہوے

فرشِ مخمل پر بھی مشکل ہے جنھین آتا تھا خواب | خاک پر سوتے ہین اب وہ پانون پھیلائے ہوے

جو مہیاے فنا ہستی مین ہین مثلِ حباب | ہوتے ہین اول ہی سے آمادہ کفنائے ہوے

غنچے کہتے ہین کہ ہوگا دیکھیے کیا اپنا رنگ | جب چمن مین دیکھتے ہین پھول کملائے ہوے

غافلو اس اپنی ہستی پر کہ ہی نقش بر آب | موج کے مانند کیون پھرتے ہو بل کھائے ہوے

بے قدم نقشِ قدم کب بیٹھ سکتا ہی کہ ہم | آپ سے بیٹھے نہین بیٹھے ہین بٹھلائے ہوے

اے ظفر بے آبِ رحمت اُسکے کیونکر بجھ سکے
نفسِ سرکش کے جو یہ شعلہ ہین بھڑکائے ہوے

ہر کہین مجکو تماشاے جہان ایک سا ہی | کہ تصور ترا اے راحتِ جان ایک سا ہی

[illegible]

دیگر

پروانہ شمع الفت مین ظفر تجھ سا نہین ہی
[illegible]

رو کشی کرتا ہی تو ماہ جبین سے لیکن	اسمین نقصان ہہ کامل تجھے کچھ ہوتا ہی
خواب غفلت مین پڑا سوویگا کب تک بےبست	ہو تو ہشیار جو غافل تجھے کچھ ہوتا ہی
خاک ہنچے سے دلا پہلے ہو تو خاک کہ بعد	نہ ہوا ہی نہ تہ گل تجھے کچھ ہوتا ہی

ای ظفر پیش نظر یار کی تصویر کو رکھو
اُسکے ہونے سے مقابل تجھے کچھ ہوتا ہی

یہ جہان کا آئینہ خانہ پری خانہ سا ہی	جو یہان ہوشیار آتا ہی وہ دیوانہ سا ہی
کوئی اس سے بادہ کش ہی کوئی ہی خوشنابہ نوش	یہ جو گردون رات دن گردش مین پیمانہ سا ہی
آشنائی گر ہنو تجھ سے تو ہی کون آشنا	آشنا نا آشنا ہی اپنا بیگانہ سا ہی
جسکو تونے اپنا جلوہ شمع رو دکھلا دیا	گرد پھرتا تجھ پہ جی سے گرد پروانہ سا ہی
تو کہے تو زلف انگشتون سے تری سلجھائین ہم	یہ ہمارا پنجہ مژگان بھی اک شانہ سا ہی
علم سینہ ہو تو رشک بوعلی سینہ ہی تو	یہ جو سینہ مین ترے دل ہی کتب خانہ سا ہی

ای ظفر رونا پڑے دولت سے اُسکے عشق مین
جو ہر قطرہ اشک کا موتی کا اک دانہ سا ہی

راہ صحرائے جنون کی جب کہ ہم لینے لگے	ہر قدم ہر خار صحرائے جنون لینے لگے
ذائقے سب ہو گئے معلوم دل کی لاگ سے	جب مزے ہم بند کرکے چشم نم لینے لگے
اور بھڑکی آتش غم اور دل جلنے لگا	سانس جو ہم ٹھنڈی ٹھنڈی دمبدم لینے لگے

دیگر

[illegible]

شغل میں دل کے جو مشغول ہی اپنے ہر دم
اس سے بہتر ہی کہ جو شاغل آئینہ ہی

اُس کا رخ آئینہ میں دیکھو کے حیران ہوں میں
کیونکہ آئینہ ظفر داخل آئینہ ہی

ملک فنا اور ہی ملک بقا اور ہی
یہاں کی ہوا اور ہی وہاں کی ہوا اور ہی

زندگی و مرگ کا ذائقہ میں کیا کہوں
اُس کا مزا اور ہی اسکا مزا اور ہی

قالب مصفا سے کیا آئینہ روکش ہو دل کا
اُسمیں صفا اور ہی اسمیں صفا اور ہی

ہو ترے بیمار کا چارہ طبیبوں سے کیا
اُسکو مرض اور ہی اُسکی دوا اور ہی

میرا لہو پانوں سے مل کے چھپاتے ہو کیا
سرخی خون اور ہی رنگ حنا اور ہی

نالۂ زمین کہاں دل کی فغاں کا اثر
اُسکی صدا اور ہی اسکی صدا اور ہی

اُسکے ستم کو ظفر کیوں کہ ادا چاہیے
طرز ستم اور ہی طرز ادا اور ہی

لپٹی ہے یہ جو آتش عصیاں وجود سے
ٹھنڈی نہ ہوگی مگر آب سجود سے

مٹ جائیگی نمود تری دم میں ای حباب
کیوں باندھتا ہی اپنی ہوا تو نمود سے

ظالم نہ کھول تو رخ روشن پہ اپنے زلف
تاریک کر جہاں نہ مرے دل کو دود سے

سودائے عشق میں وہی ہوتا ہی کامیاب
بہتر زیاں کو اپنے جو سمجھے ہی سود سے

دیکھی ہے جس نے گردش چشم سیہ تری
ڈرتا نہیں وہ گردش چرخ کبود سے

رہی اتنی بھی طاقت وتاب نہین کہ زمین سے اب اُٹھے یہ خاک نشین
ترے کوچے کی سمت بلا سے کہین مرا اگر یہ شوق بہا دے مجھے

کئی زخم تو کھائے پہ آج تلک ملی لذت عشق نہ زیر فلک
مرے زخم جگر پہ چھڑک کے نمک مزہ عشق و وفا کا چکھا دے مجھے

لگے بات کا میری ٹھکانا کہان کہ جب ایک سخن ہر وہ سحر بیان
کبھی عرش برین پہ چڑھا دے مجھے کبھی فرش زمین پہ گرا دے مجھے

ہو دام علائق جسم اگر کرون گلشن قدس کی سیر ظفر
کوئی ایسا ہو کامل پاک نظر کہ جو قید ہو اس سے چھڑا دے مجھے

دیگر

شوق خار دشت دامنگیر ہی — اور جنون پائے در زنجیر ہی
جذبۂ دل مین جہان تاثیر ہی — بس وہین جب ہی وہین تسخیر ہی
فرق مجھ مین اور مجنون مین نہین — ایک صورت ایک سی تصویر ہی
کیا شگفتہ کر سکے باد بہار — دل نہین یہ غنچۂ دلگیر ہی
غفلت دنیا ہی خواب ای غافلو — عاقبت اس خواب کی تعبیر ہی
مصحف رخ پر ترے خط ہی کہان — وہ کلام اللہ یہ تفسیر ہی
دل سمجھ جائے ہمارا ناصحا — دیکھین کیسی آپ کی تقریر ہی

مرگ ہی صحت ہی اُسکی مرگ ہی اسکا علاج
عشق کا بیمار کیا جانے دوا کیا چیز ہی

دل مرا بیٹھا ہی لیکر پھر مجھی سے وہ نگار
پوچھتا ہی ہاتھون مین لیکے بتا کیا چیز ہی

خاک سے پیدا ہوئے ہین دیکھو رنگا رنگ گل
ہی تو یہ ناچیز لیکن اسمین کیا کیا چیز ہی

جسکی تجھکو جستجو ہی وہ تجھی مین ہی ظفر
ڈھونڈھتا پھر پھر کے تو پھر جا بجا کیا چیز ہی

دوستی مین جسکی اپنی جان پر ای دل بنی
وہ بھی دشمن بن گیا افسوس کیا مشکل بنی

بھر گئے اس آرزو مین سیکڑون شمشیر زن
تیرے ابرو سی نہ کوئی تیغ ای قاتل بنی

کوہکن کا کام کیا پتھر بتا کاٹے ہی وہ
ہان مگر چھاتی پہ رکھنے کو کوئی ہی سِل بنی

ملک ہستی سے ہوئے جو راہ پیماے عدم
کچھ نہین معلوم اُنپر کیا سر منزل بنی

آدمی ہونے سے ہوتے کاش ہم وہی سنگ ہم
جس سے اُسکی تختی تعویذ حمائل بنی

اس عداوت گاہ مین ہی ہر درستی پر شکست
جو بنی یہان سے بگڑنے ہی کے وہ قابل بنی

محو حیرت ای ظفر ہو وین نہ کس صورت سے ہم
آرسی اب اُس پری رخسار کی حائل بنی

جب دم غسل اُسکے گیسو آب مین لہرا گئے
موج بنکر سانپ سے تالاب مین لہرا گئے

اُسکے خط سبز سے سرسبز ہونے کے نہین
لاکھو سبزے گلشن شاداب مین لہرا گئے

اُس رخ روشن پہ گر زلفین ہوا سے ہل گئین
خوب کالے جلوۂ مہتاب مین لہرا گئے

بوالہوس عشق کا دم بھر کے [illegible]
امتحان کا جو لیا نام تو اوسان گئے

[illegible]

ساکن کنج عدم مسکن ہستی مین ظفر
آئے یون جیسے کہ دو دن کہین مہمان گئے

دیگر

برنگ غنچہ و گل اس چمن مین آ کے جو دیکھا
دل شگفتہ پہلے خاطر سرور پیچھے ہی
ظفر کیونکر بدل ہو سکے تقدیر کا لکھا
کہ جو منصور پہلے تھا وہی منصور پیچھے ہی

دیگر

ترا خیال نہ بھولے خیال ہی تو یہ ہی
زہے خیال کو راہ وصال ہی تو یہ ہی

مثال آئینہ ہم سے کبھی ہوا نہ صاف
ہمارے دل مین جو گرد ملال ہی تو یہ ہی

دکھا دے تو رخ تابندہ و خم ابرو
کہ ماہ ہی تو یہ ہی اور ہلال ہی تو یہ ہی

اُتارین دختر رز کو نہ کیونکہ شیشہ مین
خرابی ڈالنے والی چھنال ہی تو یہ ہی

گرے ہی قتل مین سر کی تری شمشیر
جھکائے کیونکہ نہ سر انفعال ہی تو یہ ہی

دکھائے گر نہ کنعان کو جلوہ تو نبا
تو وہ کہے کہ جو حسن و جمال ہی تو یہ ہی

ظفر دم آنکھون مین ہی اور نگاہ جانب در
اب انتظار مین اُسکے جو حال ہی تو یہ ہی

جسکی تصویر ہی یہ سامنے ہم جان گئے
خواب مین دیکھ چکے تھے ابھی پہچان گئے

ہی غضب جوہر شمشیر قضا پر قاتل
چین ابرو کی تری دیکھ کے چین مان گئے

اس گلستان مین ہزارون رنگ غنچہ و گل
آگئے با خاطر دلگیر و پریشان گئے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

کہان تھا جور ناحق قہر جو کیدار پر ٹوٹا
ظفر ٹوٹی ہوئی ہی وہ تو زنجیر اپنے ہاتھوں کی

نکل کے آنکھوں سے آنسو کچھ آستین پہ ٹکے
اور آستین سے گرے وہ تو پھر زمین پہ ٹکے

پھنسے حلاوتِ دنیا مین کسطرح نہ حریص
مگس کب اُٹھے ہی جب پاؤن انگبین پہ ٹکے

اُچھل کے آتشِ سوزان سے جا لگتا ہی سپند
عجب ہی خال ترے روے آتشین پہ ٹکے

زمین پہ ہاتھ سے دنیا کے ٹک سکے نہ مسیح
اور اتنے دن جو کہ چرخِ چارمین پہ ٹکے

یہ خانہ باغ ہی موجود سینہ پر داغ
جو سیر دیکھیے تو وہ دل کی نشستین پہ ٹکے

مجال اتنی مرے مرغ نامہ بر کو کہان
کہ اُسکا پنجہ ذرا بام مہ جبین پہ ٹکے

وہ مضطرب ہون کہ مانند موج بر سر آب
کوئی نہ حرف مرے نام کا نگین پہ ٹکے

جو تجھ سے ہون وہ مقابل صبا سے کہدے ہان
کہ وہ پھول اک سر نسرین و یاسمین پہ ٹکے

کبھی نہ لغزش پا ہو کے استقامت کو
اگر عصا کے توکل رہ یقین پہ ٹکے

نہ کھینچے سر بفلک کیونکہ وہ ظفر جسکا
سر نیاز قدم گاہ فخر دین پہ ٹکے

پاس جانان کے کہا کسنے کہ جانا منع ہی
دل کو پر اُس دشمن جان سے لگانا منع ہی

ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر سر کے بل
جھک کے چلنا چاہیے یہان سر اُٹھانا منع ہی

گل کھلایا تازہ یہ خون شہید ناز نے
ہو نہ جبتک پھول اُنکو پان کھانا منع ہی

چہرۂ ساقی جو ہوگا عکس افگن ای ظفر
صاف ساغر سے پری بنکر شراب اڑ جائیگی

دیگر

اُن سے اگر کسی دن ہو گفتگو ہماری
تقریر پھر تو کیا کیا ہو دو بدو ہماری

اُس شوخ نازنین کے مقتول نازہین جو
تربت پہ جائے سبزہ ہو ناز بو ہماری

شب تجھ بن اشک خون سے روئے ہمی اقدر ہم
ٹپکے ہی آستین سے ابتک لہو ہماری

عشق و جنون کی ہمکو منظور ہی رفاقت
ای عقل اب ہم ہین تیرے نہ تو ہماری

ہم خاک منہو کو ملتے ہین خاکسار اپنے
جون آئینہ اسی مین ہی آبرو ہماری

تم ہو گے لاکھ برہم چھیڑین گے زلف کو ہم
گر وہ ہی خو تمھاری تو یہ ہی خو ہماری

پایا تو اُسکو ہمنے دل کے مکان مین پایا
دیر و حرم مین بیجا تھی جستجو ہماری

نازان ہی غیر ناحق اپنی مصاحبت پر
رہتی تھی یون ہی صحبت اُنسے کبھو ہماری

اُس گل کے تا بدامن پہونچے نہ ای صبا ہم
برباد خاک تو نے کی کو بکو ہماری

سر جا ہی پہونچا اپنا قدمون پہ فخر دین کے
بر آئی ای ظفر تھی جو آرزو ہماری

جیسے ہم یار وفادار ہین ایسے ہوتے
جیسے تم شوخ جفاکار ہین ایسے ہوتے

رفتہ رفتہ تری رفتار سے ہو خبر ہیا
ہمکو معلوم کچھ آثار ہین ایسے ہوتے

جلد اول دیوان ظفر

خوشبو ہے پسینے کی یہ مین کیا کہون کہ ہر
ہر قطرہ ایک شیشہ لبالب گلاب سے

بیتاب ہجر کا ہیکو یون لوٹتی تھی برق
سیکھی ہی یہ سحر دل پر اضطراب سے

تم جھاڑ دو وہانکے ذرا اپنے سر کے بال
پھر دیکھو کیا برستے ہین موتی سحاب سے

کرتا ہی قتل وقت جواب سخن مجھے
ہنس دینا اُنکا اور نہ کہنا حجاب سے

مارے سے ڈر نہین اتنا کہ جس قدر
ڈرتا ہون اُسکے طرہ پر پیچ و تاب سے

گر ساتھ سوز عشق رہے بعد مرگ بھی
کوئی نہین عذاب سوا اس عذاب سے

ابتک خمار آنکھون سے جاتا نہین ظفر
لیٹے تھے رات خواب مین کس مست خواب سے

یہ دیوانہ ہی دل جو اُنکے ملنے کو ترستا ہی
کہ ظاہر کی یہ دوری ورنہ وہ تو پاس بستا ہی

مجھے رونا تو یہ ہی مثل شبنم ای گل خندان
کہ جب روتا ہون میرے روبرو تو وہ ہنستا ہی

ادھر الائی ہوا ابر دیدہ وہ زلف عنبر افشان
طرف قبلہ کے دیکھو ابر جھٹ کیا برستا ہی

جو دیکھا ہی مزار کشتہ چشم مفتن کو
کہ جب دیکھو سر بالین پہ اُسکے نرگس گلدستا ہی

اگر ہوش و خرد دیگر وہ تار زلف ہاتھ آوے
پھنسو اے دل کہ یہ سودا تجھے اس سے سستا ہی

لکھا خط مین نے قاصد اس لیے خط شکستہ مین
کہ تا معلوم ہووے اُسکو حال دل شکستا ہی

ظفر کیا پوچھتا ہی راہ مجھسے اُسکے ملنے کی
ارادہ ہو اگر تیرا تو ہر جانب سے رستا ہی

زلف ای کافر تری ہی کیا کمند فتنہ بند	ہر گرہ مین ہی دل شوریدہ سر باندھے ہوے

معنی تازہ کی رہتی ہی ہمین ہر دم تلاش
باندھتے ہین ہم کوئی مضمون ظفر باندھے ہوے

کافر تجھے اللہ نے صورت تو پری دی	پر حیف ترے دل مین محبت نہ ذری دی
دی تو نے مجھے سلطنت بحر و بر عشق	ہونٹون کو جو خشکی تری آنکھون کو تری دی
خال لب شیرین کا دیا بوسہ کب اسنے	اک چاٹ لگانے کو مرے نیشکری دی
کافر ترے سودا سر زلف نے مجھکو	کیا کیا نہ پریشانی و آشفتہ سری دی
محنت سے ہی عظمت کہ زمانے مین نگین کو	بے کاوش سینہ نہ کبھی ناموری دی
صیاد نے دی رخصت پرواز پر افسوس	تو نے نہ اجازت مجھے بے بال و پری دی
کہنا ترا کچھ سوختہ جان ہیکہ اجل نے	فرصت نہ اسے مثل چراغ سحری دی
قسام ازل نے نہ رکھا ہمکو بھی محروم	گرچہ نہ دیا کوئی ہنر بے ہنری دی
اس چشم مین ہی سرمہ کا دنبالہ آشوب	کیون ہاتھ مین بدمست کے بندوق بھری دی
دل دیکے لیا ہمنے تری زلف کا سودا	اک آپ بلا اپنے لیے مول خریدی

ساقی نے دیا کیا مجھے اک ساغر سرشار
گویا کہ دو عالم سے ظفر بے خبری دی

ہی ڈوبتہ سرخ جو وہ رنگ گل اوڑھے ہوا	باغ مین گل برقع خجلت مین گل اوڑھے ہوے

ظفر لب خشک ہین تو دیدہ ہی نم دیدہ عاشق کا
زمین ہی اس خرابی کی کہین سوکھی کہین گیلی

دل اتنا طیش مین کیون لاکے تو بگڑتا ہی
کہ جوش کھاکے جگر مین لہو بگڑتا ہی

چمن مین کہدو نہ چلاے عندلیب اتنا
کہ خوش گلو ہی وہ اُسکا گلو بگڑتا ہی

جو ہاتھ بھی کرے آتا ہی نسخہ اکسیر
نصیب سے کبھو بنتا کبھو بگڑتا ہی

سوال بوسہ کرون کیا بگاڑ مین اُس سے
کہ اور سنکے وہ یہ گفتگو بگڑتا ہی

جو رو برو کرے بولے تو مُنھ بگڑ جاے
تمھارے سامنے کیا کیا عدو بگڑتا ہی

گیا نہ بعد فنا بھی بگاڑ قسمت کا
کہ میری خاک سے بنکر سبو بگڑتا ہی

خدا نہ سے تجھے ناخن جنون تیرے ہاتھون
ہمیشہ چاک جگر کا رفو بگڑتا ہی

سنوار بیٹھا ہوا زلف تو تجھے کیا کام
کسو کا کام گر اے حیلہ جو بگڑتا ہی

خدا ہی ہو کہ بنے اُس سے اے ظفر اپنی
کہ بات بات پہ وہ تندخو بگڑتا ہی

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہی تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بیقراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

اُسکی آنکھون نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

عکس رخسار نے کس کے ہی تجھے چمکایا
تاب تجھ مین مہ کامل کبھی ایسی تو نہ تھی

راہ ہستی و عدم الکدم مین طی ہو نہ شین برق | ذرہ چمکانے جو سیر گرم جولانی مجھے

ایک جہان زیر نگین ہی تیرے داغ عشق سے
ای ظفر کیا چاہیے مہر سلیمانی مجھے

تیرے حق مین اُسکی یہ تدبیر کیا خالی پڑی | تیر کیا خالی پڑا شمشیر بھی خالی پڑی
کیا نکل بھاگے ترے دیوانے زندان سے کہ ہی | طوق بھی خالی پڑا زنجیر بھی خالی پڑی
فائدہ ہوویگا کیا تجھ دوا مین ای طبیب | اُسکی گر لی خاک پا اکسیر بھی خالی پڑی
تیشۂ آہ سحر سے کیا نہ ٹوٹا کوہ غم | بلکہ ضرب نالۂ شبگیر بھی خالی پڑی
مدرسے مین عشق کے ہی اور ہی درسی کتاب | شرح بھی بیکار ہی تفسیر بھی خالی پڑی
نی جواب خط ملا قاصد کو نی منہ سے جواب | ساتھ زبان تقریر کے تحریر بھی خالی پڑی
گاہ دیکھا منعمون نے مال و زر سے گو بھرے | اور کبھی دیکھا کہ ہی تعمیر بھی خالی پڑی
گر گیا جسم سے وہ ناوک فگن بہلو تہی | ہی مگر پہلو مین جانے تیر بھی خالی پڑی

شاہد مقصود ہی کس کی بغل مین ای ظفر
دیکھو ہی آغوش چرخ پیر بھی خالی پڑی

دیگر

وان ارادہ آج اُس قاتل کے دل مین اور ہی
اور یہان کچھ آرزو بسمل کے دل مین اور ہی

وہ مانگ جبکہ نکالے ہی سر کے بالون کی
کمان ابر مین کیا خوشنما نکلتی ہی

کہان ہی تاب و توان یہ کہ دل سے نکلے ہی
نکلتی بھی ہی تو لیکر عصا نکلتی ہی

نسیم خلد پہ کرتی ہی کس طرح کا ناز
تری گلی سے جو ہو کر صبا نکلتی ہی

کہون مین کیا ترے احسان تیغ اے قاتل
کہ زخم زخم کے منھ سے دعا نکلتی ہی

بھری ہی دل مین کسی کے ہوا ہی حسرت وصل
نہ جیتے جی نہ وہ بعد فنا نکلتی ہی

ظفر چھپانے سے کیونکر چھپے یہ سوز درون
کہ زخم سینہ سے آتش سدا نکلتی ہی

چل گیا کوئی ترا تیر نظر اور بھی ہی
آج اک زخم سر زخم جگر اور بھی ہی

مجھسے کیا پوچھتے ہو غم سے ہی کیا پوچھو کہ
جیسا مین غمزدہ ہون کوئی بشر اور بھی ہی

قید ہو جائیگا قاصد ہی کہ ڈر کیا ہی مجھے
خط بھی پکڑا نگیا ہو یہ خطر اور بھی ہی

جی مین ہی ابر کو مین اپنا دکھاؤن رونا
کہ وہ جانے کوئی بادیدۂ تر اور بھی ہی

چہ شد احد سے نزاکت کہ اگر زلف کا عکس
بوجھ ڈالے تو لچکتی وہ کمر اور بھی ہی

گذرے دنیا سے تو کیا گر نہ خودی سے گذرے
ابھی در پیش ہمین ایک سفر اور بھی ہی

کہا مجنون نے بگولے سے اور اے خاک نہ تو
آج اس قرشتہ مین اک خاک بسر اور بھی ہی

اسنے کس لطف سے پوچھا دم بسمل مجھسے
کہدو کچھ دل مین تمنا ترے گر اور بھی ہی

ہم انھین لینے کو جائینگے وہ آئین کہ نہ آئین
ابکی بار ہی تو ارادہ یہ ظفر اور بھی ہی

تصور سے سوا دیکھا نہ کوئی راہبر کامل
جہان در پردہ تھا یار وہان بے پردہ ہم پہونچے

کہا نامے مین رکھ کر مین نے لعل لخت دل اپنا
کہ ای قاصد مری جانب سے اسکو یہ رقم پہونچے

دم گم گشتگی پہونچے نہ میری گرد کو عنقا
وہ گو معمورۂ ہستی سے تا ملک عدم پہونچے

بلا زلفین فسون آنکھین نگہ فتنہ ادا آفت
پری مکھڑا قیامت قد غضب بازو ستم پہونچے

ظفر کیا پوچھتا ہی اُس سراپا ناز کا عالم
یہ زیبائی وہ رعنائی بھلا کس کس کو ہم پہونچے

دیگر

ہر سر مژگان نظر لخت جگر آنے لگے
ان درختون مین ثمر کیا طرفہ تر آنے لگے

پیر رونے سے ہنسی انکو اگر آنے لگے
ایک عالم برق و باران کا نظر آنے لگے

اشک آوے یا دم پرشور پہ کوئی آہ کے
پر کچھ ایسا ہو کہ دل کی خبر آنے لگے

تجھ پہ عاشق ہونے سے ایسی ہوئی بیطاقتی
غش پہ غش ہر دم ہین ای عشوہ گر دینے لگے

ایک پرچہ بھی نہ آتا تھا پر اب ہی کچھ خبر
خط جو نے لے کر تو اتر تا نامہ بر آنے لگے

نظر میان خواب مین بھی شیشہ و پیمانہ آتا ہی	کیا بدست ہمکو جب سے چشم مست ساقی نے
جو سمجھے کفش پائے فخر دین کو تاج سر اپنا	
پسند اسکو ظفر کب افسر شاہانہ آتا ہی	

دیگر

ہائے ان آنکھون کی سیری کیا وہ بینائی ہوئی
چھپ گئی آنکھون سے اک صورت نظر آئی ہوئی
ہی جہان تیرے لب لعلین کا ای قاتل شہید
جامۂ پرخون سے نعش اسکی ہی کفنائی ہوئی
تیری صورت جام کی ہی جام ہی کا دور ہی
تجکو گردش اس لیے ای چرخ مینائی ہوئی
عارض روشن دکھایا کسنے جسکے رشک سے
روشنی ہی شمع محفل تیری کجلائی ہوئی
رقص بسمل ہووے اور نغمہ بھی ہو فریاد دل
جانے جب قاتل کہ ہان کچھ محفل آرائی ہوئی
آئینہ جب دیکھتا ہی یار زلفین کھول کر
دیکھتا ہون صاف دریا پر گھٹا چھائی ہوئی

مجھکو نہ گریبان سے نہ دامان سے گلہ ہے | پر دست جنون کو تن عریان سے گلہ ہے
دیکھی نہ کبھی خواب مین بھی زلف پریشان | آنکھون کو مرے خواب پریشان سے گلہ ہے
دو پھول بھی لایا نہ سر گور شہیدان | تا حشر یہ اس رشک گلستان سے گلہ ہے
شکوہ نہین بسمل کو تری تیغ قضا سے | البتہ تری خنجر مژگان سے گلہ ہے
مین زلف و رخ یار سے رکھتا ہون شکایت | ہندو سے نہ شکوہ نہ مسلمان سے گلہ ہے
شکوہ ہی اگر مجھکو تو وحشت سے ہی اپنی | نہ دشت سے نے خانۂ زندان سے گلہ ہے

رو رو کے کیا راز دل اُسنے طرافشا
مجھکو ظفر اس دیدۂ گریان سے گلہ ہے

تو نے سب کے دل و دین ای بت بے دین لیے | آپ سے کس نے دیے جس سے لیے چھین لیے
چشم مین اُسکے کہان سرمہ کا دنبالہ ہے | دل حذر کر کہ یہ ہے مست قرابین لیے
گالیان دین ہمین ہر بوسہ پہ اُسنے دو چار | بوسہ اُسکے دہن و لب کے جو دو تین لیے
کون دل شاد گیا غمکدۂ دنیا سے | جو گیا یہان سے گیا خاطر غمگین لیے
اپنے دامن مین بجائے گل تر پارۂ دل | ہین ہمیشہ چمن عشق مین گل چین لیے
دل لیا پنجۂ مژگان مین تری چشم نے یون | جسطرح صید کو چنگل مین ہو شاہین لیے

ای ظفر بحر تفکر مین لگا کر غوطہ
ہم نکلتے نہین سب در مضامین لیے

انصاف کی آنکھون سے دیکھا جو ظفر نے	
دو چار سے بہتر ہی دو چار سے بدتر ہی	

آشنا ہو تو آشنا سمجھے	ہو جو نا آشنا تو کیا سمجھے
ہم اسی کو بھلا سمجھتے ہین	آپ کو جو کوئی برا سمجھے
وصل ہی تو جو سمجھے اس سے وصل	تو جدا ہی اگر جدا سمجھے
زہر دیوے جو اپنے ہاتھ سے تو	تیرا بیمار غم دوا سمجھے
تو ہی کعبہ مین تو ہی بتکدہ مین	ہی وہ مشرک جو دوسرا سمجھے
ہو وہ بیگانہ ایک عالم سے	جسکو اپنا وہ دلربا سمجھے

ای ظفر وہ کبھی نہو گمراہ
جو محبت کو رہنما سمجھے

تو جو کاغذ کا چمن مین گل کتر کر پھینک دے
اپنے پر منقار سے بلبل کتر کر پھینک دے
باغ مین آوے جو تو اپنی کتر کر بیڑیان
موے زلف اپنے ابھی سنبل کتر کر پھینک دے
یون اڑا دیتے ہین سر عاشق کا وہ بیداد گر
شمع کا گلگیر جیسے گل کتر کر پھینک دے

گر زمین سوز اپنی برق و نالہ ہوگی عندلیب — جل کے خاکستر ہزارون آشیانے ہوئینگے

سبحہ گردانی کرینگے عشق مین آنکھون سے ہم — تار مژگان مین جو یہ گوہر تسبیح کے دانے ہوئینگے

شام ہی سے وہ جو کھٹکے دیکھو میرا حال نزع — گھر مین یہان گھی کے چراغ انکے جلانے ہوئینگے

سنکے ای قاصد جو وہ جیسے ہین پیغام وصل — ڈھونڈتے دل مین نہ آئینگے بہانے ہوئینگے

اپنے انجم مجکو دکھلا کر فلک کہتا ہی دیکھ — عشق مین اتنے ہی تجکو داغ کھانے ہوئینگے

ادہم خاکی مین ہی جو یہ زر حسن ای ظفر — کر دیے اس خاک مین پنہان خزانے ہوئینگے

بر آ روشنی دل ہی دل مین داغ اوسے — درون خانہ تاریک ہی چراغ اوسے

بہار دیکھ لگا اپنے دست و پا مین حنا — نہین ہی اس سے تماشائے چار باغ اوسے

مجھے دکھاوے خدا اپنی چشم میگون تو — کہ میرے حق مین ہی ساقی یہی ایاغ اوسے

زیادہ ہی رتبہ بدگو ہو خوش کلام سے کیا — کہ ہو سکے کبھو طوطی سے کیونکہ زاغ اوسے

نہ وہ ملا نہ ملے گا سوا کو یہ زلف — جو ہی پنہان دل گم گشتہ کا سراغ اوسے

سمجھ نہ سلطنت جم سے کم قناعت کو — ہزار ملک سے یک گوشہ فراغ اوسے

ظفر ہو کیون کہ نہ عالم پسند تیرا سخن — کہ تیرا فکر رسا دل صفا دماغ اوسے

خط سبز اسکا گیا زیب ذقن ہی — برہا کعبہ جنت کا چمن ہی

جلد اول دیوان ظفر

داغ حسرت جو دل فرمانبر جانان پہ ہی
عشق کی مہر تزک فرمان والاشان پہ ہی

ہنسنے جانا آج پھر آیا ہی عقرب مین قمر
اس طریقے سے کہ زلف اُسکی رخ تابان پہ ہی

دیکھ پیشانی پہ جنبان تیر اُسکا یہ جبین
مہر سرگردان سدا گردون گراون ہی

ابر تو بھی نانک دعوی کہ مقراض صبا
دیکھ تو کیا کیا کترنی ابر گستان ہی

یار کی لعل حیات افزا پہ دیکھ خط سبز
خضر آبیو بجا یہ گویا چشمہ حیوان پہ ہی

ناتوانی سے گران ہی وہ بھی مجنون کو ترے
تار آنسو کا اگر کوئی تن عریان پہ ہی

اک تبسم سے کریگا تیرا سو ٹکڑے جگر
غنچہ تو کس منہ سے ہنستا اس لب خندان پہ ہی

جسکی گردن پر پھرا مانگا نہ پانی اس نے پھر
آبداری ختم تیرے خنجر بران پہ ہی

ہی تو مشت خاک یہ ناچیز پر کچھ چیز ہی
ای ظفر جس سے فرشتون کو بھی رشک انسان پہ ہی

زندہ یون عشق مین ہین مائل گیسو جلتے
جسطرح سے کہ پس از مرگ ہین ہندو جلتے

گرمی دل سے ہین یہ سینہ و پہلو جلتے
کہ نکلتے مری آنکھون سے ہین آنسو جلتے

آدمی میرا ترے گھر مین کہان جا کے کرو ان
پر فرشتون کے ہین وان شوخ پری رو جلتے

پارہ دل کو ہوا گریہ سے مژگان پہ فروغ
دیکھ پانی سے چراغان ہین لب جو جلتے

شعلہ سے برق تلک شمع سے خورشید تلک
دیکھ کر سب ہین یہ تیرا رخ نیکو جلتے

سرد ہو گرمی بازار تری ای خورشید
داغ سینہ مین مرے دیکھے اگر تو جلتے

ڈر ہی خوبان کمان ابرو سے یہ ناوک فگن
پاس خاطر تھا اسیری مین ہمین صیاد کا
سرکشی کرتے تھے سیکرو بروائی شعلہ خو
فتنۂ محشر ہزارون ہیشن پا افتادہ ہین
دمبدم کرتا ہی ہمپر تیز تو تیغ ستم
کچھ تو منھ کھولا ترے آگے کہ جھجکے بانکے
خیر گذری تونے دکھلائی نہ اپنی چشم مست

تیر مژگان دل پہ ہین سو سو برابر مارتے
ورنہ ہوتا دام سو ٹکڑے اگر پر مارتے
شمع کو محفل مین یان گردن نہ کیونکر مارتے
پر نہین بندا سے وہ ایک ٹھوکر مارتے
اور ہر گز ہم نہین دم ای ستمگر مارتے
ہین طمانچے دمبدم منھ کے برابر مارتے
ورنہ میکش شیشہ اب ساقی کے ساغر مارتے

لکھے تو ایسی غزل کوئی قلم برداشتہ
ای ظفر لاف سخن ہین کیا سخنور مارتے

دیگر

یہان تدبیر گشت و خون و قصد ظلم رانی ہے
یہان ہی صبر و شکر اور آرزوے جانفشانی ہی
نہین ہم ڈرتے گر قاتل کو قصد تیغ رانی ہی
ہمین پاس وفا ہی جان دینی شادمانی ہی
تری آب دم شمشیر آب زندگانی ہی
شہیدون کے لیے تیرے حیات جاودانی ہی

مبصر کہتے ہین دیکھو اُسکی چین ابروے پر خم
کہ یہ جوہر بھلا کاہیکو تیغ اصفہان پر ہی

نظر سے مہر کی کب دیکھتے ہین خاکساروں کو
دماغ ان مہ جبینوں کا ہمیشہ آسمان پر ہی

پھنسایا تو نے جو دل کیا طرۂ شمشاد مین قمری
ہماری جان ہی جاتی کسی سرو روان پر ہی

یہی ہی عین ایمان طاق سمجھو عشق مین اُسکو
رکھا ایمان جسنے طاق ابروے بتان پر ہی

قفس سے چھوڑتا ہی جبکہ اُڑنیکی نہین طاقت
ستم صیاد کیا کرتا اسیر ناتوان پر ہی

پہونچتا ہی جہان پیک تصور اپنا در پردہ
پرندہ مار سکتا ہی پر پر وکیوہان پر ہی

کرے ہی ناز کیا کیا سرفرازی پر محبت کی
شہید ناز کا تیرے جو سر نوک سنان پر ہی

نہ کعبہ سے غرض نے بتکدہ سے کام ہی اُسکو
جُھکایا ای ظفر سر جسنے دل کی آستان پر ہی

حضرت دل عشق کے رنج و تعب مین پڑ گئے
ہی غضب بیٹھے بٹھائے کس غضب مین پڑ گئے

اوس نے کیسی قہر کی آنکھوں سے دیکھا آئینہ
تہلکے یکبارگی شہر حلب مین پڑ گئے

کار دنیا ہووے یا ہو کار دین محنت ہی شرط
اُنسے کیا ہوگا کہ جو عیش و طرب مین پڑ گئے

بلبے سوز دل کہ مین سر و چراغان بنگیا
داغ اتنے میرے تن پر ایک شب مین پڑ گئے

کیون ادھر چشم عنایت سے نہین پڑتی نظر
پردے کیا آنکھون پہ رنج بے سبب مین پڑ گئے

ای محبت دور ہی مطلب کی منزل اور یہان
چلتے چلتے آبلے پائے طلب مین پڑ گئے

عقدۂ دشوار ہی ای دل یہ کھلنے کا نہین
آپ کیون فکر دہان غنچہ لب مین پڑ گئے

بجا ہون تیری آنکھون سے دل بیتاب کیونکر اونر	نہین چلتی کوئی تدبیر ان آنکھون کے آگے ہی

نہین ہی اعتبار گلشن ہستی کہ رنگ اسکا
ہوا کیا کیا ظفر تغییر ان آنکھون کے آگے ہی

اُن سے شب جو ابنی ہوتی جو ملاقات سی ہی	صبح بھی چشم تصور مین مرے رات سی ہی
سوزش عشق مین آنکھون سے رواں ہین آنسو	عین گرمی بھی مرے واسطے برسات سی ہی
زندہ کر دیتا دل مردہ کا اے عیسی دم	آگے تیرے لب جان بخش کے اک بات سی ہی
روک سکتا نہین مین اپنی درفشانی تنک	کہ بدولت ترے اے عشق یہ خیرات سی ہی
صید کرنیکو مرے دل کے وہ چشم قاتل	دیکھیے کیا ہو لگائے ہوے پھر گھات سی ہی
کوئی ہشیار نہین جو ہی سرمست و خراب	بزم دنیا عجب اک بزم خرابات سی ہی

جنکو ہر لحظہ و ہر دم ہی الی اللہ رجوع
بات بھی اُنکی ظفر ایک مناجات سی ہی

دیگر

خط و پیغام اُنکو نامہ بر پہونچا ہی جائین گے
پہونچکر لا کو ڈھب سے وہان خبر پہونچا ہی جائین گے
نچھوڑا ہی نچھوڑین گے ہم اُنکی زلف کا سودا
بلا سے وہ اگر ہمکو ضرر پہونچا ہی جائین گے

جائینگے محکمہ میں اگر تیرے دادخواہ
مایوس لیکے ہاتھوں میں محضر پھر آئینگے

جسکو وہ منھ لگائینگے ہنگام میکشی
کیا کیا اُسے وہ صورت ساغر پھر آئینگے

ہرجائی پن ہے اپنی یہ خورشید رو ہمیں
مانند ماہ شہر میں گھر گھر پھر آئینگے

گویا خدا کے گھر سے پھرینگے وہ ای صنم
جتنے کہ تیرے کوچے سے جاکر پھر آئینگے

جھوٹے ہمارے سر مرِ نالہ سے کے دیکھنا
بھونری کی طرح کو بکو پھر کر پھر آئینگے

وصل اُسکا آب خضر ظفر ہو کہاں نصیب
پیاسے بہت مثال سکندر پھر آئینگے

ضبط نالہ ہو اِدھر گرمی اُدھر پہونچے ہی گی
دل کو ایسی راہ ہوا اُن کی خبر پہونچے ہی گی

مثل شمع صبحدم ہوویگا ٹھنڈا آفتاب
ٹھنڈی ٹھنڈی گر مری آہ سحر پہونچے ہی گی

دور ہی گرچہ نگاہ چشم ظاہر بیں سے یار
دور ہیں دل سے مگر میری نظر پہونچے ہی گی

کچھ اگر تاثیر رکھتا ہی مرا مضمون شوق
تجھ سے وان پہلے خبر ای نامہ بر پہونچے ہی گی

برق تو ہنستی ہی کیا دیکھ اپنے دامن کو بچا
آسمان پر اپنی آہ پر شرر پہونچے ہی گی

بال بھی رکھتا نہیں پر اس گلی میں میری خاک
دیکھنا چڑھ کر ہوا کے دوش پر پہونچے ہی گی

فخر دین فخر جہان کی دولت الطاف سے
دولت ہر دو جہان تمکو ظفر پہونچے ہی گی

دیگر

دیگر

دھرے ہی دست شانہ چین زلف یار مین اُنگلی
وگرنہ کون دیتا ہی دہان مار مین اُنگلی

کہا مین نے کہ گل سے بھی زیادہ کوئی نازک ہی
اُٹھائی شاخ نے تیری طرف گلزار مین اُنگلی

جنون کو شوق چاک جیب اور یہان ناتوانی ہی
کہ ہل سکتی نہین اُلجھی جہان یکتار مین اُنگلی

سلائی گر نہین پیکان تو ہی اُس ناوک افگن کا
نہ پھیر اے چارہ گر زخم دل افگار مین اُنگلی

دکھائین جائین گے اپنے جو زیر بار حسرت ہم
دبائے کوہکن دانتون تلے کہسار مین اُنگلی

بتایا تھا کہین اونگلی سے اس نے شاہ خوبان کو
کٹے ہی شمع کی جو حسن کے بازار مین اُنگلی

نجھے کس آنکھ سے دیکھا کہ جو تار شعاعی سے
فلک نے کی ہی چشم مہر پر انوار مین اُنگلی

کاروان حیات سے تن زار — ہی مگر گرد کاروان باقی
سینہ کاوی نگر نگین کہ رہا — کس کا یان نام اور نشان باقی
دم محبت کا زندگی ہی مری — ورنہ ہی مجھ مین دم کہان باقی
کچھ کھٹکتا ہی دل مین ای جراح — کوئی پیکان ہی یا سنان باقی
خال خال اس زمانے مین ہوگا — ای ظفر کوئی نکتہ دان باقی

نہ دل خوشی ہی نہ رنجیدہ سچ تو بس یون ہی — جو ایک نفس کبھی درون ہی تو ایک نفس یون ہی
فغان سے اپنی دل اہل قافلہ ہی دو نیم — جگر خراش کہان نالۂ جرس یون ہی
قفس کے تنکے اڑا دون پھڑک پھڑک کر آج — ارادہ سیر اسیران ہم قفس یون ہی
خدا نکر جو لگے آستین سے اشک فرہ — نکالا تیرے لیے ہمنے عطر خس یون ہی
کسی کے خال لب شکرین پہ ہی اسے رشک — یہ دونون ہاتھون سے سر پیٹتی مگس یون ہی
یہ سر ہو اور ظفر آستان فخر الدین — اگر ہوس ہی تو کیسی مجھے ہوس یون ہی

جو زخم دل کو مرے صاف کر کے دو ٹانکے — تو اس مین کچھ نمک سودہ بھر کے دو ٹانکے
ہزار تار شعاعی کو تاب دے خورشید — لگین نہ چاک مین جیب سحر کے دو ٹانکے
تمھاری سوزن مژگان سے فائدہ کیا — جو زخم دل مین نہ تار نظر کے دو ٹانکے

گر پڑے پانوٴن پہ مثل سایہ اس خوش قد کے سرو
کیا مجال اُگے کھڑا رہوے قدم گاڑے ہوے

حسرت و درد و الم رنج و تعب اندوہ و یاس
ساتھ دل کے دیکھا مین نے جمع کیا دھاڑے ہوے

تھے عدم مین جب تلک واقف نہ تھے جھگڑون سے ہم
آکے ہستی مین یہ سب معلوم جھنجھاڑے ہوے

اوڑ گئی صیاد اب دل سے ہوس پرواز کی
بیٹھا رہنے دے قفس مین ہمکو پر جھاڑے ہوے

گرم نالون سے ہوئی ہین یون تو کیا کیا گرمیان
سرد آہون سے ظفر لیکن بڑے جاڑے ہوے

دیگر

جب دل سوزان کی مژگان سے کئی تارے چھوٹے
کیا کہون کیا آگ برسی کہ پسینے انگار چھوٹے

قطرے پانی کے جھڑے گیسو سے تیرے بعد غسل
کیا تماشا ہے شب تاریک مین تارے چھوٹے

خوب ہنس ہنسکر سنائین تو نے ہمکو گالیان
پھول کیا کیا واہ وا منھ سے ترے پیارے چھوٹے

جھڑ پڑے مژگان سے میرے اشک کے قطرے اگر
ساری شیخی ایک دم مین تیری فوارے چھوٹے

کفش پا سے اُس مہ مہوش کے ہنگام خرام
سب ستارے کیا چھڑے گویا کہ سیارے چھوٹے

آہ سوزان کا مری چرخ پہ انجم ہی حریف
آبلے سینے پہ جل جل کے نہ کیونکر پڑتے

تشنۂ خون وہ نہو تا جو مرا ای سفاک
کاٹتے جوہر سے نہ خنجر کی زبان پر پڑتے

خاک اُڑ جائے نہ کیون مزرع دل کی میری
غم و حسرت کے یہان ورنہ لشکر پڑتے

ای ظفر کس کے یہ عارض سے ہوا تھا روکش
کہ طمانچے ہین ہوا اسے رخ گل پر پڑتے

ہوگئے تیر و شکر وہ یار بھی ایسے ہوے
تلخ کڑوی زندگی بیمار بھی ایسے ہوے

قد قیامت کیا بنا فتنے بنے وہ ناز بھی
اس قیامت کی نمود آثار بھی ایسے ہوے

جو ہوئے مفتون تمھاری نرگس بیمار کے
پھر وہ جانبر ہجر سے بیمار بھی ایسے ہوے

برق تھرائی کہ دامن کے کہین ٹکڑے نہون
تیز وادی کے ہمارے خار بھی ایسے ہوے

میرا کہنا تو نمانا حضرت دل نے ہوے
خوب پچتائے ذلیل و خوار بھی ایسے ہوے

ہمیشہ جو صدمے ہوے لاکھون محبت مین تری
غیر پر اب تک نہین دو چار بھی ایسے ہوے

کنج تنہائی مین مونس ہی ہو تو رنج و غم
میری قسمت سے مرے غمخوار بھی ایسے ہوے

برسے بادل لاکھو بار پس چشم تر کے سامنے
پر کہو یارو کبھی خونبار بھی ایسے ہوے

شکوۂ رنجش نکرین اب تو لطف انکی ظفر
گر عتاب ایسے ہوئے تو پیار بھی ایسے ہوے

دل ہی میرا داغ دل کی یون سیاہی کے تلے
بادشہ ہو جیسے چتر بادشاہی کے تلے

کھلتے کھلتے رک گئی وہ آنکھ تو سنے ای ظفر
سچ بتا کس آنکھ سے دیکھا کہ چاہت کھل گئی

پھر بہار آئی ہی لو اور ہوا پھرتی ہی	جھاڑتی صحن چمن باد صبا پھرتی ہی
نہ چھُری پھیر کہ ہم ذبح یونہین ہوتے ہین	ابھی ظالم جو تری آنکھ ذرا پھرتی ہی
مین شبیہ مہ کنعان کو بھلا کیا دیکھون	صورت آنکھون مین تری مہر لقا پھرتی ہی
لاکھ تدبیر سے پھیرین مجھے میرے احباب	کوچۂ یار سے پر میری بلا پھرتی ہی
کوچہ گردی کی جو کچھ دل مین ہوس تھی ہاے	خاک بھی اُڑتی مری بعد فنا پھرتی ہی
دے کے دل قاتل بے رحم کو پھیرون کیونکر	کہ نہ تقدیر پھرے ہی نہ قضا پھرتی ہی

ای ظفر گردش چشم اُسکی ہی کچھ اور بلا
آسیا چرخ کی پھرتی ہی تو کیا پھرتی ہی

قدسی صفات ہو کے بشر کیونکہ ہو گئے	ہم تھے اُدھر اُدھر سے ادھر کیونکہ ہو گئے
کیا عاشقون سے پوچھے ہی قمر گان سے اپنی پوچھ	یک لخت ٹکڑے اُنکے جگر کیونکہ ہو گئے
دیکھا اُنھین جو ہنستے تھے ہستی مین آنکر	کم ہنستے ہنستے مثل شرر کیونکہ ہو گئے
ڈر موت سے کسی کا نہین ہی زیادہ تر	پوچھو تو غافلون سے نڈر کیونکہ ہو گئے
پرتو پڑا ہوا ہی ترے نور حسن کا	روشن و گرنہ شمس و قمر کیونکہ ہو گئے
کی گر کمی نہین ہی تری آب تیغ نے	تو خشک میرے زخم جگر کیونکہ ہو گئے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

مصحف رخ پر ترے خط ہی کہاں — وہ کلام اللہ کی تفسیر ہی

دل سمجھ جائے ہمارا ناصحا — دیکھیں کیسی آپ کی تقریر ہی

خانۂ زنداں ہی تجھ بن صحن باغ — موج رنگ گل ہمیں زنجیر ہی

کوچہ گردی جہان کی ای ظفر

خاک کی چٹکی بھی بس اکسیر ہی

جب قفس کی سمت گلشن سے ہوا آئی گی — ہم صفیران چمن کی اک صدا سی آگئی

کھول کر زلف سیہ اُسنے جو دیکھا آئنہ — صاف دریا پر نظر کالی گھٹا سی آگئی

کیا ہوا ہتی نہیں کہنا کہے دیتی ہی آنکھ — لے کے دل کو کچھ ترے دل میں دغا سی آگئی

تھے بزنگ گل شگفتہ غیر کی محفل میں وہ — دیکھتے ہی مجکو چہرہ پر اداسی آگئی

ای قناعت کر دیا ہی تونے مستغنی مجھے — تیری دولت ہاتھ میرے کیمیا سی آگئی

آنکھ نیچی باغ میں نرگس کی کیجو ای صبا — روبرو شاید کسی گل کے حیا سی آگئی

اس شب ہجران کا منہ کالا کہ ای بخت سیاہ — سر پہ میرے یہ کہاں سے اک بلا سی آگئی

آگے تو شیوے نہوں گے ایسے چرخ پیر کے — شاید اب پیری کے باعث بیحواسی آگئی

دل ہی وہ آئینہ پھر پھر کر نہیں ہوتا ہی صاف

ای ظفر اسمیں کدورت جب ذرا سی آگئی

ہم اگر جیتے اگر اُس صنم کے در سے پھر — کہینگے لوگ ہمیں یہ خدا کے گھر سے پھر

ہمارے دل و قسم کا کچھ اعتبار نہیں

کہ عہد کر کے بھی یار ظفر سے پھر

[illegible]

مزا تبدیل کرنے سے ہی کیا ہوتا مزا حاصل
مزا اسمین ہی کھائے بامزہ اور بیمزہ سمجھے

جو اپنی جان دینے کو حیات جاودان جانے
وہ اسس آب دم شمشیر کو آب بقا سمجھے

بچھائین زیر پا آنکھین ہین وہ تو خاکسارون نے
کہ جنکو خاک رہ پر اپنے ہو تم نقش پا سمجھے

انھون نے خط جو میرا کھولتے ہی پھاڑ کر پھینکا
کوئی پوچھے پڑھا کیا آپ نے کیا مدعا سمجھے

ترے بیمار غم کا حال یہ ہی ناتوانی سے
اگر ہاتھ آئے پائے مور تو اسکو عصا سمجھے

امید زندگانی اپنی آخر قطع کر بیٹھے
ظفر عشق و محبت کا یہی ہم انتہا سمجھے

دیگر

ہی دل کو جو یاد آئی فلک پیر کسی کی
آنکھون کے تلے پھرتی ہی تصویر کسی کی

گریہ بھی ہی نالہ بھی ہی اور آہ فغان بھی
پر دل مین ہوئی اسکے نہ تاثیر کسی کی

ہاتھ آئے ہی کیا خاک سے خاک کف پا
جب تک کہ نہ قسمت مین ہو اکسیر کسی کی

سرکشی سے آج تک مجھ سے کشیدہ ہی وہ یار
کچھ تو ای دل کی کشش تاثیر کرنی چاہیے

مخبرون نے میری جانب سے لکھا ہی کچھ اسنے
ابکی بھی کوئی خبر تحریر کرنی چاہیے

عشق کہتا ہی کہ جاری یاں نہر خون کی کبھی
جب وہان فرہاد جو شمشیر کرنی چاہیے

گر غم یار آئے دل مین کیونکہ مین سوا کرون
ایسے مہمان کی تو ہان توقیر کرنی چاہیے

شمع کا سر کیون قلم کرتا ہی سینے کیا کیا
زیادتی اتنی نہ ای گلگیر کرنی چاہیے

آگیا آنکھون مین دم بیان کرتے کرتے انتظار
جلد آؤ اتنی کیا تاخیر کرنی چاہیے

دُعا دیے گردون نے گنبد سیکڑون جون گرد باد
بس بلند اتنی نہ یہان تعمیر کرنی چاہیے

خاک پاے مخمورین ہی اپنے حق مین کیمیا
ای ظفر کیون خواہش اکسیر کرنی چاہیے

جب ہمارے لگنے سب شکوون کے دفتر پھٹ گیے
پھر کلیجے اپنے بدخواہون کے سارے پھٹ گیے

جلیے سوز عشق بھڑکی ہی پس مردن بھی آگ
گور پر تفتہ دلون کے سارے پتھر پھٹ گیے

ہاتھ سے جوش جنون کے اور خار وحشت کے
جیب و دامن آخرش دونون سراسر پھٹ گیے

نالہ کش اتنی ہوئی گلشن مین تو ای عندلیب
پردے گوش گل کے تیرا شور سنکر پھٹ گیے

خوب دیوانے جو دیکھا جلوہ تیرے حسن کا
سب کے سینے جون کتان ای ماہ پیکر پھٹ گیے

ای ستمگر لے مبارک ہو کہ تیرے روبرو
سب تیرے فریادیون کے آج محضر پھٹ گیے

ہو گئے پیدا ہری قسمت سے دریا مین پہاڑ
تختے کشتی کے مرے کھاتے ہی ٹکر پھٹ گیے

یہ تو نہیں معلوم ہمین کون آسے گا مہمان آج نیا
لیکہ جو بلی اُنکی ظفر یان سنتے ہین ہم جھڑتی ہی

دیگر

وہان سر عارض جو ہوے زلف خم کھا جائینگے
تو بنا کر سانپ یان اپنے کہے ہم کھا جائینگے

بوسہ لب کے سوا تیرے نہو گا فائدہ
گر یہ یاقوتی ترے یا غم کھا جائینگے

وہان ٹھہرنے کے نہ دیوانے ترے جون گرد باد
سیکڑون چکر سر دشت عدم کھا جائینگے

ہاتھ مین رنج والم کے وہ غضب جا کوہ مین تیر
استخوان کو بھی یہ مانند قلم کھا جائینگے

دعویان رانق پر نہین کیفے بہت کشتے ہین [illegible]
کھا جائینگے پھر کیا جو یہ دام و درم کھا جائینگے

گر یہی ہی اضطراب دل تو بسمل ترے
کتنے ہین ہم تیر شمشیر ستم کھا جائینگے

سینہ وا کر کر نکالین اُن سینہ مجنون کی جان
جو تمھاری زلف کی جھوٹی قسم کھا جائینگے

روز جو کھائین گے رنج و غم محبت مین ظفر
دیکھ لینا اُنکو اک دن رنج و غم کھا جائینگے

نگاہ یار یون داغ جگر پر جھکے بیٹھے ہی
کہ جیسے ضرب تیغ اچھی سپر پر جھکے بیٹھے ہی

ارادہ خاک مین کرتا ہی جو اپنے ملانے کا
وہ شل نقش پا اُس رہگذر پر جھکے بیٹھے ہی

لب شیرین پہ ہے اُسکے خال کو یہ ہوشنگی یون ہی
مگس جسطرح سے شہد و شکر پر جھکے بیٹھے ہی

لگا رہتا ہی تیرا باغ مین ای باغبان کھٹکا
کہان مرغ چمن شاخ شجر پر جھکے بیٹھے ہی

تو دل کی مشعل راہ سراغ گل ہو جائے	خدا نخواستہ مجھ جائے گر یہ شعلۂ آہ
جو تیری طرح سے نازک دماغ گل ہو جائے	چمن مین کون سنے عندلیب کی فریاد

ظفر بعید نہین اشک خون سے مجنون کے
نمود گر سر ہر خار راغ گل ہو جائے

بتون نے حسن پر نخوت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
مکرر ہو کے بد خصلت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

نہین میری طرح برق جہان کو یاد بیتابی
وہ میری دیکھ کر حالت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

جو کھینچے یار کو اپنی طرف ہم اسکے قائل ہین
کسی نے کھینچنی صورت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

ترے کام آئے عقبیٰ مین جو سیکھے کام سیکھ ایسا
پئے دنیا کوئی صنعت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

کتابین دیکھ دیکھ آنکھون کو پھوڑا اپنی واعظ نے
یہ کج بحثی یہان محنت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

تری طینت مین بے مہری ہے اب تو نے سکھائی ہے
کوئی رسم رہ الفت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

نپایا اُنسے جو ہمنے کلام کا یارا
ہمارے رہ گئے لب ای ظفر کھلے کھلے

سوے جس رات کہ ہم ہجر مین روتے روتے
خواب مین وصل ہوا صبح کے ہوتے ہوتے

شمع کی طرح سے ہم رات کو رہتے رہتے
بہہ گئے آنسوؤن مین صبح کے ہوتے ہوتے

جسکے ملنے کی تمنا تھی نپایا اُسکو
ہو گئی عمر بسر جان کو کھوتے کھوتے

نہ ملی عشق مین فرہاد کو مزد محنت
مر گیا مفت وہ پتھر کو یونہی ڈھوتے ڈھوتے

تیرے دامن سے مرا خون نہ چھٹے گا قاتل
گرچہ دامن ترا پھٹ جائیگا دھوتے دھوتے

موت یار آئی تو غفلت سے ہوئے یون ہم ہشیار
ڈر کے جون خواب مین چونکے کوئی سوتے سوتے

ای ظفر گریۂ بارش سے مرے کیا ہی عجب
سبزہ ہو دانہ اگر خاک مین بوتے بوتے

اشک کے شورابہ سے کیا آستین گلجاتے ہی
بلکہ چپکے ہی زمین پر تو زمین گلجاتے ہی

دل ترا ہی سخت پر یہ آہ وہ ہی جانگداز
اس سے تو فولاد بھی ای نازنین گلجاتے ہی

رہتا کیون غیرون سے سرگرم ہم آغوشی ہی تو
جو پسینے سے ترے جامے کے چین گلجاتے ہی

عشق ٹپکاتا ہی جسدم قطرۂ زہراب غم
گوشت کیا تا استخوان تن وہین گلجاتے ہی

ہو گیا گریہ سے بدتر یہ تن لاغر کا حال
جیسے لکڑی رہ کے پانی مین کہین گلجاتے ہی

اور بھی دلتا زیادہ ہی مری چھاتی پہ مونگ
دال جب ہان غیر کی ای ہمنشین گلجاتی ہی

ذکر نہ لا تو ہم سے ناصح ہر دم ترک محبت کا
کون سنے ان باتوں سے جی تیری قسم گھبراتا ہے

پوچھتے کیا ہو مجھ سے باعث دل کی میری گھبراہٹ کا
دیکھتا ہے جس وقت ہجوم رنج و الم گھبراتا ہے

راہ نورد دشت جنوں ہو کس میں ہے ہمت میرے سوا
قیس بھی گر اُس وادی میں رکھتا ہے قدم گھبراتا ہے

آگے ظفر یہ حال تھا اپنا ہم غم سے گھبراتے تھے
ہو گئے غم کش ایسے اب ہم سے غم گھبراتا ہے

دیگر

دشت گردی تیرے دیوانوں نے پھر کیا خاک کی
خاک اُڑا دی گریہ نے سارے دشت وحشت ناک کی

باگ لی جس وقت اپنے توسن چالاک کی
کیا کہوں برباد کیا کیا اسنے میری خاک کی

جب گل صد برگ کو وہ لیکے گلباری کرے
دیکھے پھر حالت کوئی تیرے دل صد چاک کی

کون کہتا ہے کہ یہ نکلے ہے جگنو کہکشان
ہے اگر کوئی طناب اس خیمۂ افلاک کی

جامۂ آب رواں ہو جب ہجوم تار اشک
چشم عریاں کو مری حاجت ہو کیا پوشاک کی

کہہ دو حاضر ہے ابھی سر عاشق جانباز کا
ہے اگر لو ہمیں خوشی اس قاتل سفاک کی

خاک میں مل جائیگی اے ابر تیری آبرو
دیکھ تو بھیجتی ہے گر اس دیدۂ نمناک کی

حصہ اول دیوان ظفر

سموم آہ سے میرے چمن مین
ہوے گل سو کھو کر سنبل کے کانٹے

رہے ہی پر خلش دشمن دم جنگ
نہین یہ مرغ لڑتا کھل کے کانٹے

جو بیٹھین دشت مین ہم اور مجنون
نکالین پانوون سے مل جل کے کانٹے

بجز مژگان چشم یار ہمنے
نہ دیکھے گرد جام مل کے کانٹے

خلش سے عشق کے نالان ہین عشاق
کر بوئے اُنسے حق مین گل کے کانٹے

ظفر پڑتے ہین گرمی سے فغان کے
زبان پر وقت شور و غل کے کانٹے

دیگر

تار اشک خون مین جو دیکھی مژہ اولجھی ہوئی
تھی رگ برق ورگ ابر مژہ اولجھی ہوئی

تیری مژگان کو کہان تسخیر دل سے ہی فراغ
کام مین اس ملک کے ہی یہ سپہ اولجھی ہوئی

تار دامن میرے کب کانٹون سے اولجھی دشت مین
ہی جنون دستار میری ہر جگہ اولجھی ہوئی

کیونکہ چھوٹے دیکھیے اُس زلف کے پھندے مین ہی
جان میری باعث تار نگہ اولجھی ہوئی

[illegible]

ولہ

[illegible]

جب چمن میں اُسکے آنے کی خبر اُڑ جائیگی
گل کی رونق دم میں ای باد سحر اُڑ جائیگی

ایک کیا جائیگا گر خواب میں آؤگے تم
نیند آنکھوں سے ہمارے رات بھر اُڑ جائیگی

کھولدے صیاد تو کھڑکی قفس کی شوق سے
بلبل بے بال و پر ظالم کدھر اُڑ جائیگی

خون کو مل لیگا ہے تو کف پا سے ترے
سرخی رنگ حنا ای فتنہ گر اُڑ جائیگی

آئیگا وہ مہروش ای دل تو شبنم کی طرح
تاب طاقت تیری اُسکو دیکھ کر اُڑ جائیگی

یہ صبا سے کوئی پوچھے تیرے کیا آئیگا ہاتھ
خاک میری اُسکے کوچے سے اگر اُڑ جائیگی

شعلہ رخسار ساقی گر ہوا پر تو فگن
مے جو ہی ساغر میں تیرے ای ظفر اُڑ جائیگی

کیا جانئے کیا وہاں دل نالان پر بنی
جسکے قلق سے یہاں ہی مری جان پر بنی

پہلے تو عشق میں دل و ایمان پر بنی
پھر ایسی بن گئی کہ مری جان پر بنی

ناصح نہ پوچھ مجھ سے کہ فصل بہار میں
ہاتھوں سے کیا جنون کے گریبان پر بنی

منظور ایسا پردہ ہی کس سے کہ بیچ میں
دیوار اور کوٹھے کے دالان پر بنی

دیتا ہی اک نگاہ پہ میں دل کے ساتھ جان
قیمت نہ اُنسے اپنی بھی نقصان پر بنی

وحشت میں جتنی خاک پڑی اُڑ کے جسم پر
پوشاک وہ ہو کر تن عریان پر بنی

جون آئینہ نہ کہہ سکے دل کی جو بھید ہیں
مشکل ہی ابتو عاشق حیران پر بنی

خط کا جواب لائیگا قاصد یقین تھا
اُس سے نہ بات پھر کسی عنوان پر بنی

[illegible]

جو ہوتا ظرف ساقی ہمکو معلوم — تو منت کش نہ جام مل کے ہوتے

ہمارے وقت مین فرہاد و مجنون — جو ہوتے دن بسر ان چل سکے ہوتے

خلاف شرع سے ناداں نہوتا — غریق بحر عصیاں چل سکے ہوتے

جتاتے مست گر نازک دماغی — تو بر ہم شور سے قلقل کے ہوتے

لگاتے شمع ساں گر لو نہ تجھسے — تو یون آخر نہ ہم گھل گھل کے ہوتے

نہوتے حضرت دل پا بہ زنجیر — جو سودائی نہ اُس کاکل کے ہوتے

ظفر سنتے جو تیرے شعر بیہودہ
نہ قائل طالب آمل کے ہوتے

ہاں عقل تو کہتی ہی تدبیر چلی جاے — پر تیری کمک بھی کچھ تقدیر چلی جاے

گو ہمکو جواب خط بھیجیں نہ وہ ای قاصد — پر اپنی طرف سے کچھ تحریر چلی جاے

ہم ساکن و ہم مسکن فانی ہی او پیر بھی — دل چاہتا ہی ہوتی تعمیر چلی جاے

منظور بہر صورت ہی کلک تصور سے — تصویر یہ ہیاں کھینچے تصویر چلی جاے

مین زخم کے قابل ہوں اتنا کہ چلا ہر بار — کھینچی ہوئی گر آئے شمشیر چلی جاے

جاں آ گئی ہونٹوں پر تو اتنا لک آتا ہی — افسوس تری اب بھی تاخیر چلی جاے

وہ خانۂ دل میرا ہی غمکدہ گر اسمیں — آ جاے خوشی ہو کر دلگیر چلی جاے

گر تیر چلے تیرا جان صید محبت کی — ہو نے کو ہدف آئے سو تیر چلی جاے

بے خبر تو اُسکی اے بیٹھے نفس جلدی کہ آج
ہی ترے بیمار کی حالت سوا بگڑی ہوئی

آدمی کہتے ہین جسکو ایک پتلا گل کا ہی
پھر کہان گل اُسکو گر گل ہو ذرا بگڑی ہوئی

کھل گئی ہمپر کہ رندون سے کہین بگڑی ہی آج
سر پہ ہی پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

دیکھیے کیسی بنے ہر بات پر بگڑے ہی تو
ہی تری خو بے طرح اے دلربا بگڑی ہوئی

ہین سبھی باتین بناتے پر ہین قائل اُسکے ہم
اے ظفر جو بات دے کوئی بنا بگڑی ہوئی

گر دل وابستہ زندان ہوس مین بند ہی
مرغ وحشی ہی کہ وہ گویا قفس مین بند ہی

آئے دنیا کے فریبون مین کوئی کیا تیز ہوش
شعلہ ہو سکتا کہین بھی خار و خس مین بند ہی

ایک پل مین جسکو توڑا ہے جوش گریہ نے
ٹوٹتا دریا سے کب وہ سو برس مین بند ہی

ہی گرفتاری مین دنیا کے حلاوت بس حریص
یعنے ذوق انگبین پائے مگس مین بند ہی

ساتھ دل کے دمبدم ہی انبساط و انقباض
کھلتا ہی یکدم مین ہوتا اک نفس مین بند ہی

گر مقید شرع کا ہی کوئی بد مذہب بزور
یہ سمجھیے دزد زنجیر عسس مین بند ہی

دیگر

مضطرب ہو کر جو مارا اپنے سر دیوار سے
ای ظفر بنیاد تک بھی اُنکے گھر کی ہل گئی

ہی یہ ڈر دل کو یہ چشم مست مہوش کھینچلے
اپنے مذہب مین نہیں صوفی کو پیہ سرکش کھینچلے

شمع کی جذب محبت مین نہو ویسے گر اثر
کون پروانے کو پھر یون سوے آتش کھینچلے

پھینک دے وہ کھینچکر جانے کہ شاید مرگیا
دم کو عاشق اپنے گر کھا کر ذرا غش کھینچلے

وہ کماندار اپنے عاشق پر ہو گر ناوک فگن
خالی ترکش چھوڑ دے سب تیر ترکش کھینچلے

کھینچکر قشقہ جبین کا نقشہ کھینچا ہی جو یار
تو مصور صورت نوح منقش کھینچلے

زلف ہی ای شوخ کافر کیش تیری کاہ کمند
صد دل مغموم صد جان مشوش کھینچلے

دم محبت کا ظفر دیکھیں بھر بھر تا ہی کون
گر ذرا تیغ ستم وہ شوخ سرکش کھینچلے

دیگر

اشک خون سے ہین گے مژگان پر چمن پھولے ہوے
ہین شگوفے عشق کے ای گلبدن پھولے ہوے

گر نہین منھ مین بھرا ان کے صبا خون جگر
ہین یہ کیون گلشن مین غنچون کے دہن پھولے ہوے

قشقہ سرخ اس جبین پر دیکھ دیکھے ہی زلا
کیا شفق کو تو سر چرخ کہن پھولے ہوے

نہ تو روتے ہین نہ ہنستے ہین نہ بکتے منھ سے
دل پہ جو گذرے ہی ہم کہہ نہین سکتے منھ سے

بیٹھے ہین مارسیہ حسن کے گنجینے پر
ہنین وہ گیسوے مشکین جو سرکتے منھ سے

ہلو منھ تر کرنیکو بھی لب ہین ترستے ساقی
یا لگاتے تھے کبھی جام چھلکتے منھ سے

ٹوٹتے رات کو تارے ہین کہ مہوش سرِ زلف
قطرے ہین تیرے پسینے کے ڈھلکتے منھ سے

سوز دل خاک چھپاؤن کہ نکلتے ہین سدا
ساتھ ہر آہ کے شعلے ہین بھڑکتے منھ سے

دیکھو زلف عرق افشان کو نہ دیکھا ہو اگر
تمنے زہراب کو افعی کے ٹپکتے منھ سے

منھ لگانے کوئی کیا ایسے اُچکون کو ظفر
ہین جو کمبخت تو اسلے کو آ چکتے منھ سے

مین ہون نحیف و ناتوان دوری یار کی گلی
اسکی ہواے وصل پر مجکو اڑا کے لے چلی

حال عدم نہ کچھ کھلا گذرے ہی رفتگان پہ کیا
کوئی حقیقت آنکر کہتا نہین بری بھلی

جب کفِ پا مین یار کے غیر نے دبان ملی حنا
سیان دل پائمال بس کرنے لگا تلاملی

خاک پہ کیسے کیا قدم رکھے وہ شوخ نازنین
چبھتا ہی خار زیر پا گرچہ ہو فرش مخملی

میرا علاج دردِ سر یہ ہی جو تجھ سے ہو سکے
سر سے تو میرے باندھو دے اپنا دوپٹہ صندلی

گل سے وہ غنچہ لب مرا مجھسے جدا جو ہو گیا
جان کو اضطراب ہے دل کو ہے بے کلی

رہتے ہوے ظفر یہ تا کجا رنج و الم مین مبتلا
اسکی مدد شتاب ہو وقت مدد ہی یا علی

توجو کہے کچھ ہمسے بجا تو ہم بھی لائین حکم بجا
تالی دو ہتی بجتی ہی اک ہاتھ سے کب ای یار بجے

عشق تو ساز عشق ہی بلبل تو نہ اگر ہو نغمہ سرا
چٹکے غنچہ گل کے پھر بے لطف بجے بیکار بجے

دل جو ہمارا گھر ہی بتون کا کیون نہ جگر فریاد کرے
ہو وسے جہان بتخانہ وہان ناقوس بھی وان سو بار بجے

ہر رگ جان لبریز فغان انگشت سے تو گر مژگان کے
چھیڑ دے اُسکو ایک ذرا طنبور کا جیسے تار بجے

پہونچے جبس دم نوبت راز عشق کے افشا ہونے کی
کیا کہون کیا رسوائی کے نقارے سر بازار بجے

زلف سیہ کو دیکھ کے سر کش آج ظفر اُس کافر کی
دل ہی میرا یون نالان جیسے تو ہی بیش مار بجے

ہم اطرح ہین ہجر کی راتون کو کاٹتے
سینہ مین اپنا کوٹتے ہاتھون کو کاٹتے

گر تم نہ قطع آپ اگر مجھ سے دوستی
بزم عدو مین کیون مری باتون کو کاٹتے

چڑھتی جو لہر زلف کی انکی تو خط موج
دریا مین سانپ بنکے نہ اتون کو کاٹتے

کوچے مین اونکے پہونچے فر ہنجر رفیق
ورنہ وہ کوچے دیکھ کے ہاتھون کو کاٹتے

دو لب دو چشم دو ابرو دو عارض اور دو زلف	یہ کیون ہین قاتل [illegible] ہمارے لیے

ظفر بنایا ہے اسی واسطے بشر ہمکو
کہ ہو بنا سے ہوا و ہوس ہمارے لیے

ناخن غم ہمکو ایذا بیشتر پہونچائینگے	دیکھ لینا زخم دل کو تا جگر پہونچائینگے
دل نہ دیتے انکو ہم اپنا اگر یہ جانتے	وہ ہمین صدمون پہ صدمے اسقدر پہونچائینگے
یہ تو ممکن ہی نہین پہونچین نہ تا تاثیر تک	نالۂ دل آپ کو گر عرش پر پہونچائینگے
دل نہ جلنے دینگے سوز غم سے ہم لیکن بھلا	دیدۂ تر آپ کچھ پانی اگر پہونچائینگے
زلف کے کوچے مین اے دل تجکو جانا ہی پڑا	یون نہ جائیگا اگر تو باندھ کر پہونچائینگے
قاصد اشک اسکے کوچہ تک نہ جائینگے اگر	خیر دل کی تو بھلا تجکو خبر پہونچائینگے

بیچکر دل انکے ہاتھون رکھو نہ تو امید سود
دیکھنا وہ اے ظفر تجکو ضرر پہونچائینگے

دیگر

لگاتے مفسد ہین روز اگر ہماری تمسے تمھاری ہمسے
یقین ہی بگڑے گی اب مقرر ہماری تجسے تمھاری ہمسے
سدا جو باہم ہو شور افزا تمھارے حسن اور عشق اپنا
تو ہو نہ شہرت جہان مین کیونکر ہماری تجسے تمھاری ہمسے

اہل ریا کے منھ پہ ہیں ٹیکے کلنگ کے
سمجھو نشان نہ اُسکی جبین پر سجود کے

باندھے ہی اپنی ہستی اک دم پہ تو ہوا
قائل نہیں حیات تری ہم نمود کے

پڑھتا ہوں ایک مطلع و مقطع میں جب حال
دیکھے تماشے میں نے جو مالک وجود کے

اک دن وہ تھا کہ ٹوٹے نہ تھے انت (؟)
پھر یہ ہوا کہ ڈرنے لگے کھیل کود کے

اب ہے یہ حال عالم پیری میں ای ظفر
باقی نہیں حواس بھی گفت و شنود کے

ہم قریب مرگ جنکے عشق میں غم سے ہوئے
دیکھ کر ہمکو وہ اور اُلٹے خفا ہم سے ہوئے

شانہ ساں گستاخ کب ہم زلف پر خم سے ہوئے
ہو کے برہم اسقدر زخم رو جو تم ہم سے ہوئے

دیکھ کر گلشن میں اُس رو کے عرق آلودہ کو
لالہ و گل غرق آب شرم شبنم سے ہوئے

فتنہ ای دمساز تیرے آگے کیا مارا گیا
سیکڑوں فتنے یہاں پیدا ترے دم سے ہوئے

عشق میں مر ہم گئے لیکن کبھی ای چارہ گر
زخم دل اپنے ذرا واقف نہ مرہم سے ہوئے

باغ بھی اُس سرو قد بن کیا ہوا ماتم کدہ
نخل بھی معلوم مجکو نخل ماتم سے ہوئے

کیا ہوا گر یہ فرشتوں سے ہوئی اک بندگی
کام پر سارے خدائی کے تو آدم سے ہوئے

یہ غضب دیکھو نہیں وہ بھی ہمیں تکتے بھلا
واسطے جنکے بُرے ہم ایک عالم سے ہوئے

آتش غم دل میں بھڑکی ہی وہی اب تک ظفر
کتنے ہیں دریا رواں گو چشم پر نم سے ہوئے

خون کی بوندین ہین جو ٹپکتی چشم حلقۂ جوہر سے
دیکھ کے اپنے بسمل کو کیا خنجر قاتل روتا ہی

ہوتے ہین اشک گرم سے پیدا آبلے جا بجا چھالون کے
بیٹھ کے تیرا سوختہ جان یہ جب لب ساحل روتا ہی

دیر نہ کر بھر مے سے پیالہ دیکھ تو ابر بہاری کو
جان کو تیری کب سے یہ ای ساقی محفل روتا ہی

اشک کے دریا جن سنے بہائے اور نہ بجھائی سوزش دل
رونے سے کیا حاصل اُسکے وہ لا حاصل روتا ہی

ہاتھ مین جسکے تیرا دامن آ کر قاتل چھوٹ گیا
ہائے پھر اپنے نصیبون کو وہ کیا کیا بسمل روتا ہی

پونچھو کبھی تو اشک ظفر کے قاتل اپنے دامن سے
آٹھ پہر وہ غم مین تیرے ای حور شمائل روتا ہی

یہ جو تیزی تیری ای بیداد گر خنجر مین ہی
کچھ تری تھوڑی سی تاثیر نظر خنجر مین ہی

کام کیا قاتل ہمین جب مر گئے ہم تشنہ کام
آب آب زندگی تیرے اگر خنجر مین ہی

کون ہمسر ہو سکے اُس ابروے خمدار سے
دم نہ اتنا تیغ مین نی اسقدر خنجر مین ہی

جام تجھ بن تشنۂ خون ہی ہمارا ساقیا
شکل موج بادہ ملتی شیشۂ خنجر مین ہی

جو مرد جانتے ہین کہ دنیا ہی فاحشہ
کہتے ہین وہ نہ آئے یہ مردار سامنے

حیران اسیہ ہین ہون وہ جوہری کونسا
جلدی ہو جس سے یار کے سو بار سامنے

یہ چشم اشکبار وہ طوفان ہین ظفر
آسکے نہ جس کے ابر گہربار سامنے

صاف ہین ہون پاک ہونا صاف تمکو چاہیے
اپنے دل مین آپ یہ انصاف تمکو چاہیے

داغ ہین سینہ مین میرے غم کے سکے بے درم
ہر نظر یک ذرہ ہی صراف تمکو چاہیے

جانتا ہون مین کیے مجنون سے جو تمنے سلوک
عشق میرے روبرو کیا لاف تمکو چاہیے

زاہد و ہم اور وہ کوچہ سلامت تمکو ہو
یہ بہشت و دوزخ و اعراف تمکو چاہیے

کیونکہ ہمسے سیدھے سادھون سے نبے کب آپکی
جیسے تم حرّاف ہو حرّاف تمکو چاہیے

آسمان حاضر کرے لاکر خطوط مہر کو
گر زریکا مہروش سو باف تمکو چاہیے

اوس پری کے عشق مین ہم ہون اگر دیوانہ وار
ای ظفر تو سیر کوہ قاف تمکو چاہیے

خاکساری کر کہ روشن اس سے دل ہو جائے ہی
خاک وہ شئ ہی کہ دیکھو آئینہ کو چمکائے ہی

ای صبا ہون بلبل تصویر مجھکو کیا خبر
اب بہار آئے ہی گلشن مین خزان کب جائے ہی

تم وہان چلا چڑھاتے ہو کمان پر اور یہان
کوئی صید عشق ہو کر مضطرب چلائے ہی

کاہیکو میری سمجھ مین آئیگی ناصح کی بات
ہی وہ دیوانہ کہ جو دیوار کو سمجھائے ہی

ترے دیوانے کو تجھ بن جو گھر ہو خانۂ زندان
تو ہر موج سر شک چشم تر زنجیر پا ہووے

اُگے کیا خاک اُسکی خاک سے جز نرگس شہلا
کہ جو اُس شوخ کا مفتون چشم سرمہ سا ہووے

ترا ہو تشنہ آب دم خنجر ہوا ای قاتل
لگا لے وہ نہ منہ گو ساغر آب بقا ہووے

شال موج و دریا مجھ کو اُس میں شنا کی ہی
زمین اُس سے جدا ہوں اور نہ وہ مجھ سے جدا ہووے

ظفر جسکو تمنا ہو حیات جاودانی کی
فنا ہونے سے اُسکو چاہیے پہلے فنا ہووے

کیا ہے بیخبر دل کو خبر داری بہت سی کی
ہوئے ہیں ہوش گم ہر چند ہشیاری بہت سی کی

اگرچہ پیکے دل تو نے دل آزاری بہت سی کی
تری اُس پر بھی ہمنے ناز برداری بہت سی کی

غلط سمجھے تجھے ہم یار اپنا یار ہم سمجھے
کہ یاری تو نے کی تھوڑی سی عیاری بہت سی کی

ہماری چشم گریاں کی نہ پہونچا در فشانی کو
اگرچہ ابر نیسان نے گہر باری بہت سی کی

فروغ اصلا نہ پایا رو بروئے اُس مہ طلعت کے
سر کنعان نے اپنی گرم بازاری بہت سی کی

نہ دیکھی جام مے میں تیری آنکھوں کی سی کیفیت
اگرچہ میکدوں میں ہمنے میخواری بہت سی کی

سزا ہی گر رہی بیمار تیری نرگس فتان
کہ ہی اس فتنہ گر نے مردم آزاری بہت سی کی

نہ آیا حرف شکوہ جب زبان پر سادہ لوحوں کے
تو اُس نے اور بھی مشق ستمگاری بہت سی کی

ہزار دیکھیں ملے گی کیا ظفر روز قیامت کو
کہ ہمنے آگے دنیا میں گنہگاری بہت سی کی

ترے زخمی سے کہتا چارہ گر یون تھا سُنا یون ہی
کہ پہلے تو نہ شق تیرا جگر یون تھا سُنا یون ہی

مری قسمت سے باز آیا مرے تو قتل سے ورنہ
ارادہ آج تیرا فتنہ گر یون تھا سنا یون ہی

پریشان حال دیکھا ہمکو تیرے عشق مین سب نے
بھلا مجنون کہان آشفتہ سر یون تھا سنا یون ہی

لگے کیون رکنے آنسو سے بہلتے کیون نہین دریا
تجھے منظور تو ای چشم تر یون تھا سُنا یون ہی

نہ یون باور نہ یون باور خدا جانے کہ ہی کیونکر
کھون مین کیا کہ حال ای نامہ بر یون تھا سنا یون ہی

نہوتا اس سے گر جرم وفا تو قتل کیون ہوتا
وہ کہتا میر الاشہ دیکھ کر یون تھا سنا یون ہی

خدا جانے ہوا اب کیا جو اُس نے پھیر لین آنکھین
کہ پہلے تو نہین مد نظر یون تھا سنا یون ہی

وہ آوے یا نہ آوے پر کہا تھا رات آنے کو
کیا اقرار تو اُسنے سحر یون تھا سُنا یون ہی

ابھی ہین وہ مرے ہمدم ابھی ہوجاینگے دشمن
نہین اک وضع پر صحبت کبھی یون ہی کبھی ووں ہی

جو شکل شیشہ گریان ہون تو مثل جام خندان ہون
یہی یاران کی کیفیت کبھی یون ہی کبھی ووں ہی

کسی وقت اشک ہین جاری کسی وقت آہ اور زاری
غرض حال غم فرقت کبھی یون ہی کبھی ووں ہی

کوئی دن ہی بہار گل پھر آخر ہی خزان بالکل
چمن ہی منزل عبرت کبھی یون ہی کبھی ووں ہی

ظفر اک بات پر دایم وہ ہووے کسطرح قایم
جو اپنی پھیر تا نیت کبھی یون ہی کبھی ووں ہی

جب تلک دنیا نے ہمسے کچھ برائی کی نہ تھی
ہمکو آگاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی

یہ توقع ہمکو تمسے بیوفائی کی نہ تھی
آشنائی کی تھی ہمنے کچھ برائی کی نہ تھی

تجھے بکدر تم ہی ورنہ پہر دل کا آئینہ
بیکدورت تھا اسے حاجت صفائی کی نہ تھی

لگ گیا تھا جن دنون کنج قفس مین اپنا دل
ہمکو اے صیاد کچھ پروا رہائی کی نہ تھی

تونے کس کے دیدۂ پرآب سے پوچھے تھے اشک
آج وہ سرخی ترے دست حنائی کی نہ تھی

دل فرو ہون جو اس ناآشنا کے آگیا
ایسی کیا لگے کسی سے آشنائی کی نہ تھی

اگر ہو عشق کا دعویٰ تو ساتھ اُسکے وفا بھی ہو
لہو دیکھا کام آخر اسی تیر دو دی [illegible]
ظفر مین جانتا ہون دیکھنے ہین جبی ہوتی ہی
گفتگو سے وہ کرون کیا ہر سا زبان درمیان ہو
وہی ہوتی ہی [illegible]

جو دست شوق یار چھم دست یار مین چھوٹے
جنون کا وہ نشان [illegible] مین چھوٹے
[illegible]

موم مین کیونکر کرون ای کوہ تر ای سنگدل	آہ و نالہ مین تو جو تاثیر ہی ایک ہی سی ہی
قتل گر منظور ہی میرا تو میرے واسطے	ابروئے قاتل ہی یا شمشیر ہی ایکسا ہی سی ہی
مرگ میرے درد کا چارہ ہی نا حق طبیب	سب کے نزدیک اسکی جو تدبیر ہی ایک ہی سی ہی
دل اسیر غم ہی میرا مین دل غم کا اسیر	پانون مین دونون کے زنجیر ہی ایک ہی سی ہی

ہو گئے جو خاک راہ عشق اُن کے سامنے
ای ظفر ہی خاک پا اکسیر ہی ایک ہی سی ہی

جو دل مین بات ہوتی ہی زبان پر وہی ہوتی ہی
اُسے ہین پھیرتے پھر پھر کے تان پر وہی ہوتی ہی
کل اس غمزے سے دل تو بچ گیا پر دیکھیے کیا ہو
کہ آفت آج جان ناتوان پر وہی ہوتی ہی
فلک کے آئینہ مین عکس افگن مانگ ہی اُسکی
نظر سب کہکشان پہ آسمان پر وہی ہوتی ہی
کہان ہی می کہ ساقی سیر دریا کی ہو کیفیت
مجھے تو یاد اس آب روان پر وہی ہوتی ہی
کہان ہین اشک کوئی بوند ہی دل مین جو لہو کی
مری مژگان چشم خونفشان پر وہی ہوتی ہی

[illegible]

سرد مہری یار پر ظفر تم عشق کی مت جائیو
رکھتا اس سردی میں آتش کا شرار عشق ہی

وان کمان ابرو ہی اور ہر سو مژگان تیر ہی
یان ہی لب شکل کمان اور آہ سوزان تیر ہی

موج رنگ گل مجھے تجھ بن ہی موج خونچکان
شاخ گل سرتا سرا ای رشک گلستان تیر ہی

کیا کہا ای صید افگن صید ناوک خوردہ نے
جو لب سوفار سے اسطرح خندان تیر ہی

سرکشون کو چڑتی ہی آہن لون سے احتیاج
دیکھ گر باور نہین محتاج پیکان تیر ہی

جانتا ہی جو حلاوت زخم تیر عشق کی
نیشکر کی طرح سے کھاتا وہ انسان تیر ہی

سرو گلشن رشک سے ہی قد رعنا کے ترے
سینۂ گلشن مین ای سرو خرامان تیر ہی

رات بھر مجکو تصور مین ترے ناوک فگن
شعلہ گر پیکان ہی تو شمع شبستان تیر ہی

نوبت بھر تا تھا سرکش کہکشان نے اسلیے
ناک مین تیرے دیا ای چرخ گردان تیر ہی

سمجھتا ہی جی نشانا دل ہو جاوے کہین
ای ظفر اسکی نگاہ چشم فتان تیر ہی

دل مین آگ آواز نے از خود نہین بھڑکا گئی
ہمدمو ن گرمی دم نائی کی نی مین آگئی

تیری چشم مست کی گردش وہ ہی ای مست ناز
عقل ہشیارون کی جسکو دیکھ کر چکرا گئی

دل ہوا سوز محبت سے جو سرگرم طپش
شعلہ کانپ اٹھا فقط کیا برق بھی تھرا گئی

خانۂ تن سے کرے کیا جان نکلجانیکا قصد
کیا کرے انبوہ غم وہ دیکھ کر گھبرا گئی

کسی کے جب تصور کی نظر بندی لگی ہونے — تو ہوکر چشم بندی گھر کی در بندی لگی ہونے

آلہی خیر ہو پھر چشم میں تحریر سرمے کی — سپاہ ناز و غمزی کی کمر بندی لگی ہونے

یہاں مشتاق نے آنکھوں سے باندھا تار اشکو کا — وہاں کانوں کے بالوں پر گہر بندی لگی ہونے

جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے طفل اشک نکلے ہی — ہمیں معلوم اب اسکی جگر بندی لگی ہونے

کمینے بھی لگے اب شعر کہنے کیا تماشا ہی — کہ مضمون بندی ان حرین چھپر بندی لگی ہونے

کہاں مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہونچے — کہ تار اشک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہونے

کسی نے کچھو نہ کچھو بہتان باندھا کھل گیا ہمپر
جو اپنی اُنکے کوچے مین ظفر بندی لگی ہونے

ترے جوڑے کا او کافر جو کوئی نام لیتا ہی — تو عاشق کھا کے ٹکا سا کلیجا تھام لیتا ہی

کھلا رنگ شفق سے یہ کہ ہر روز اپنی گردن پر — ہزاروں خون ناحق چرخ نیلی فام لیتا ہی

شب فرقت میں نیند آتی نہیں اور بیقراری سے — سحر تک کروٹیں بستر پہ یہ ناکام لیتا ہی

وہ مرغ ناتوان صیاد کیا نالہ کرے جس کا — ہوا ہوتا ہی دم گر دم بھی زیر دام لیتا ہی

نماز فجر و مغرب ہی یہ عاشق کی کہ ہو اُٹھکے — بلائیں اس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہی

گریبان ہون ساتھ ہو چاک جیب کے مین چاک سینہ بھی — جنون کے کام دیکھو کام میں یہ کام لیتا ہی

پیون کیونکر نہ خون اپنا ظفر میں وقت بیہوشی
کہ اس لعل لب میگون کے بوسے جام لیتا ہی

اگر روتی ہی اے شبنم چمن میں جا کے باہر رو	ترے اشکون سے پانی گل کا زخم دل چھوڑتا ہی
چھڑا کر ہم سے غم بیچا ئینگے کیون ساغر پر دو	عبث تو ہمسے آنکھ اے ساقی محفل چھوڑتا ہی
اُٹھا لیتا ہی یا ہتون ہاتھ وہ نزد خدا لکو	چھوڑتا بھی ہی گر کوئی بصد مشکل چھوڑتا ہی
چھڑائے کوئی کالا چور دل کو پر جو تو پوچھے	کھون منھ پر کہ تیرے رخ کا کافر تل چھوڑتا ہی
نہین ہونے کا موزون اُس سے اُس انداز کا مصرع	تری قامت کا مضمون سرو لا حاصل چھوڑتا ہی

ظفر اک عاشق جانباز ہی ہر نے پہ دم دیتا
وگرنہ جان یہان نادان سے ناعاقل چھوڑتا ہی

باس جانان کہے کہا کس نے کہ جانا منع ہی	دل کو پر اُس دشمن جان سے لگانا منع ہی
ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر کر بل	جھک کے چلنا چاہیے یہان سر اُٹھانا منع ہی
گل کھلا یا تازہ یہ خون شہید ناز نے	ہون جھنبک پھول اُنکو یان کھانا منع ہی
کر کے منھ اُس در کی جانب آ کھینچون کسطرح	تیر قبلے کی طرف اے دل لگانا منع ہی
اپنے زخمون سے کہا ہنس ہنس کے ہی نے تر	آج ہی شادی کا دن آنسو بہانا منع ہی
عشق کے مذہب مین اجب ہی بہانا خون	خون بہا کا ذکر بر قاتل سے لانا منع ہی

عشق نے دل کو ظفر اتنے دیے کیون آبلے
یہ وہ ہی بیمار جسکو آب و دانا منع ہی

خاک مین تو قیر پیش دلستان جا کر ملی	دل لگانے کی ہمین یہ داد وان جا کر ملی

مجذوب ہون یا سالک عاقل ہون کہ دیوانہ
کیا جانیے مین کیا ہون اور کیا مری حالت ہی
جلوہ تجھے وہ اپنا ہر شی مین دکھاتا ہی
پردہ تری آنکھون کا پر تیری ہی غفلت ہی
کہتا ہی ظفر جو کچھ اب جوشش محبت مین
ای فخر جہان سب وہ تیری ہی عنایت ہی

میری او مجنون کی یان تصویر دونون کی کھنیچے
ساتھ دونو کے مگر زنجیر دونون کی کھنیچے
بوالہوس جھوٹا ہی گر عاشق ہی یہ ہی جرم وفا
لکھا واجب ہی پہ تعذیر دونون کی کھنیچے
دل جگر دونون ہین فریادی مگر کیا فائدہ
آہ جب سینے سے بے تاثیر دونون کی کھنیچے
کھنیچین جو دل مصحف رخ پر اگر زلفین تری
ایک ہی دونون طرف تحریر دونون کی کھنیچے
ٹھہرے ہم اور غیر گر یکسان تو ظالم چاہیے
جان شکنجے مین بھی بے تقصیر دونون کی کھنیچے
ان بھوون سے دیکھین اُسکے ہم کو ہوتا ہی دوچار
جب برابر ایکدم شمشیر دونون کی کھنیچے
اُن کے کھنیچنے پہ جو سمجھاتے گئے یار و رفیق
اور وہ سنکر ظفر تقریر دونون کی کھنیچے

تو نظر آیا نظر اپنی جدھر کو پڑ گئی
تیرے نظارہ کی یہ عادت نظر کو پڑ گئی
سب یہ ہین لطف و عنایت ایک حجیبر ہی عتاب
مجھسے ضد کیا جانیے اُس عشوہ گر کو پڑ گئی

ہوش آرائش تن خاک ہوا مجنوں کو — جسنے جز خاک کبھی سر پہ نہ ڈالا پانی

دیکھے گر وہ گل رخسار عرق ناک ظفر
تو بھرے باغ مین سیرابی لالا پانی

پھینکتی آب ہی شبنم جو رخ گل دھوکے — تولتی ہی اُسے منقار کو بلبل دھوکے
زاہد خشک کو ہی شربت کوثر کی طلب — ہان پلاؤ واسے پانی قدح مل دھوکے
خاک عاشق کی لگی ہی تو جھٹک ہے ظالم — تو خراب اپنا نہ کر دامن فرغل دھوکے
شانہ و آئینہ خورشید ہو لیکر حاضر — بیٹھے جب منھ کو وہ باشان تجمل دھوکے
رحمت ای اشک ندامت کہ کیا تو نے سفید — رو سیاہ ہو کہ سیہ نامہ کو بالکل دھوکے
کرتی ہی پاک سحر زخم کو مانند شراب — آب تیغ نگہ مست تغافل دھوکے
حرص دنیا کی نمائش یہ نجانا یہ سراب — دے ہی ای تشنۂ صحراے توکل دھوکے
اُسکے بھیگے ہوے بالون سے خدا کرے ہی دل — کہ ترپے پیچھے پڑی ہاتھ وہ کاکل دھوکے

یا علی ہی وہ ظفر خاک سر راہ ترا
آب حیوان بھی پیے تو ہم دلدل دھوکے

جائے کیون دیر مین اور کیون وہ حرم مین آئے — جسکو اللہ نظر اپنے صنم مین آوے
درم و داغ جگر کام نہ غم مین آوے — دل یہ کہتا رہا لے لینا وہ ہم مین آوے
اس دم سرد کی تو یار نہ دم مین آوے — ہان جو کچھ نالہ مین دم ہو تو وہ دم مین آوے

وفور اشک کے آگے سمندر کیا ہی یون ہین ہی
اور اُسکے بلبلے سے چرخ ہمسر کیا ہی یون ہین ہی

نہ کر اتنا ستم تو نیم جان پر اپنے جانے دے
کہ اُسمین جان باقی ای ستمگر کیا ہی یون ہین ہی

خدا جانے پریرویون نے کیون اُسکو لگایا مُنھ
وگرنہ آئینہ مین ایسا جوہر کیا ہی یون ہین ہی

نہ یہ آنکھین نہ یہ مژگان نہ یہ گوش اور نہ یہ ابرو
ترے مکھڑے کے آگے ماہ انور کیا ہی یون ہین ہی

جو پی جاتے ہین آنسو بھر کے اپنی چشم ساقی مین
وہ کیا جانے کہ می کیا اور ساغر کیا ہی یون ہین ہی

جو تجھ سے ہو سکے تو خانۂ عقبیٰ کو دے تزئین
نہ کر آرائش دنیا کہ یہ گھر کیا ہی یون ہین ہی

بجھا تجھ سے نہ سوز دل ذرا بھی بس تجھے دیکھا
یہ جوش گریہ تیرا دیدۂ تر کیا ہی یون ہین ہی

کھون مین حسن مین گر تجھکو رشک ماہ کنعانی
تو جھوٹ اسمین بتا ای ماہ پیکر کیا ہی یون ہین ہی

فرق کچھ باقی
اگر جانے تو یہ انسان بھلی کیا ہی
بری کیا ہی بسکہ انسان و حیوان مین جتا ہم
زیادہ کیا ہی کیا ہی کم بھلی کیا ہی
اگر سمجھو اتنا
بھلائی اور برائی یہان ہین دونون
بری کیا ہی
تو آپ ہی سوچ یہ ہر دم بھلی کیا ہی
رکھتا ہی
اگرچہ عقل تو رکھتا ہی اور کچھ ہوش

چھپتی ہی کوئی چاہ کی چیتون بھی ہمنشین	جس دم ملی نگہ سے نگہ صاف کھل گئی
غافل کبھی ہوئے کبھی ہشیار ہم یہان	گہ آنکھ بند ہو گئی گہ صاف کھل گئی
چھپ چھپ کے گرچہ آپ گئے گھر مین غیر کے	لیکن خبر ہزار جگہہ صاف کھل گئی

نشتر سے کھل گئی نہ رگ جان مری ظفر
چھپتے ہی پردہ نوک مژہ صاف کھل گئی

بدن پہ بال ہین یون اس ملول کے کانٹے	کہ ہون درخت مین جیسے ببول کے کانٹے
زیادہ گوئی سے کیونکر نہو خلش پیدا	کہ حق مین بوئے ہی وہ بوالفضول کے کانٹے
تری درازی مژگان کا ہی بڑا کھٹکا	کہ ہمنے دیکھے نہین اتنے طول کے کانٹے
رقیب نیش زن اس گل کے ہمنشین ہین تمام	یہ کیا ستم ہی کہ ہین پاس پھول کے کانٹے
جو دیکھے اس گل عارض کو باغ مین گلچین	چنے گلون کی جگہہ ہوش پھول کے کانٹے
کلام کیون نہو سنجیدہ نکتہ سنجون کے	کہ تولتے ہین وہ لیکر اصول کے کانٹے

غم و الم کی شتابی دل ظفر سے نکال
الٰہی صدقے سے اپنے رسول کے کانٹے

دیگر

نہ ہمسے پوچھو ای ہمدم بھلی کیا ہی بری کیا ہی
بتائین اب تجھے کیا ہم بھلی کیا ہی بری کیا ہی

ہی مثال آئینہ ہی گو کہ صورت آشنا
بری کیا ہی
نہین ہمسر کسی سے تو محرم بھلی کیا ہی
بری کیا ہی
جو نیکی و بدی کا فرق ہی سمجھو ہی
وہ ہستی مین

جلد اول دیوان ظفر

شروع مخمسات

مری ہر بات پر وہ آج ہی ہوتا ہی گیا برہم
ظفر اس بے مروت کی ہمیشہ سے ہی خو ایسی

جب اُس عالم سے اِس عالم مین ہم گریہ کنان آئے
کہا دل نے کہان تھے ہم کہان سے ہین کہان آئے

مری بالین پہ وہ آرام جان اک دم نہ آوے گا
اگر سو بار دم آنکھون مین آئے لب پہ جان آئے

دل اپنا لگ گیا کنج قفس مین اب کسے پروا
بہار آئے چمن مین ہمصفیر و یا خزان آئے

پھرین خانہ بخانہ مہر و مہ پر حیف اے گردون
کہ میرے گھر نہ یک شب وہ مہ نا مہربان آئے

جواب صاف ہی تو کاش دے تسکین کے بدلے
بلا سے صبر تو دل کو مرے اے دلستان آئے

ترے ہاتھون سے گرچہ ناک مین دم اپنا آتا ہے
مگر کیا تاب جو لب پر کبھی آہ و فغان آئے

لگا کین منزل ہستی مین دل کیا خاک ہم اپنا
کہ ہین وہ روز اس مہمان سرا مین میہمان آئے

غنچہ پوچھے ہی صبا سے کہ تباہ کیا ہی
کیا تماشا ہی کسے دیکھے ہی دیکھا کیا ہی

چشم کیون شوق مین نرگس کی ہمیشہ وا ہی
سایۂ برگ سے گل باغ مین یہ کہتا ہی

وقت نظارہ مرے منھ پہ لگا مت پنکھا

ہر سحر شوق مین کیا وجد کرے ہی اپنے
ہاتھ پر گل در شبنم جو دھرے ہی اپنے

دیکھنا برگ جو شاداب تری ہی اپنے
جوش فوارہ سے دامن جو بھرے ہی اپنے

گوہر قطرۂ نیسان لطافت پنکھا

آگے بھی ہمدم و دمساز سنتے ہی سدا
وہ بجا کہتے ہین یہ بات کہ ہمنے دیکھا

بعضی آواز سے ملتا ہی دل انسان کا
ہر نگوڑے سے یہ ہی پنکھے کی طرح دل ہلتا

آج نوبت سی لگا کرنے یہ نوبت پنکھا

ہر کتنے دیکھ کے پنکھے کی کمین اہل خرد
لیک ہین نے اس اشارے سے یہ پایا مقصد

کہ وہ ہی غم کی طرف مار رہا دست رد
ہی تماشائیون کو اپنے بلا تا شاید

دست جنبان کی جو رکھتا ہی شباہت پنکھا

چشم نم کو جو وہان پھر تماشا جلائے
کیونکہ جون شیشہ ہستی سے نہ دم اُلٹا جائے

جام صہبا کی طرح سخت ہنسی آجائے
عیش و عشرت کا ہی یہ جوش کہ گھبرا جائے

گر جھلے دل پہ نہ شش وقت حرارت پنکھا

مرد و زن شاہ و گدا کودک و پیر و برنا
جو ہوا خواہ ہین پنکھے کے وہ سب ہین یکجا

ہر طرف عیش کا ساماں ہی عشرت کا رواج | ای ظفر خاطر یاران کا ہوا خواہ کو آج

فرحت افزا ہی دم گرمی صحبت ینکھا

مخمس ثانی

کوئی جاوے جو ادھر شام و پگاہے گاہے | تو کہے اوس سے یہ با نالہ و آہے گاہے
چاہیے زخم سر حال نبلہے گاہے | اس طرف بھی تمھیں لازم ہی نگاہے گاہے

دم بدم لحظہ بہ لحظہ نہیں گاہے گاہے

دل پہ سوزش ہی سدا لب پہ ہی ہر دم دم گرم | اشک سرخ آنکھوں میں ہی رنگ ہی رخسار کا زرد
ہمدم و پوچھو نہ تم حال دل غم پرورد | ہی بلا کثرت انبوہ ہجوم غم و درد

دل کو فرصت نہیں اتنی کہ کراہے گاہے

کیا کہوں کیونکہ غم ہجر میں گھڑیاں گن گن | دن سے ہم رات کیا کرتے ہیں اور رات سے دن
پر بھی جاویں اسی حالت میں اگر ہم اس بن | بزم جانان میں ہمیں بار کہاں ہی لیکن

دیکھ لیتے ہیں اسے ہم سر راہے گاہے

فرصت ایکدم کی نہ دی دل کو ہجوم غم نے | خون کے دریا کئی جاری کیے چشم نم نے
جو نہ کرنا تھا کیا تیرے لیے عالم نے | ابتو یہ عہد کیا چاہ کے تم کو ہم نے

روسیہ ہو جو کوئی اور کو چاہے گاہے

جب سے ہیں عشق میں اس شوخ کے ہوں بیخور و خواب | کہ فغاں لب پہ ہی اور چشم سے جاری خوناب

عازم کعبہ ہو تو خواہ ہو تو ساکن دیر	لطف کن لطف کہ ہو لطف سے انجام بخیر
تو کرے لطف تو کوئی نہ کرے تجھسے بیر	لطف سے ہووے ہر اپنے سے سوا اپنا غیر

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے وحشی صحرا ہیں نہیں تمہارا رام	لطف سے ماہی و مرغ آکے پڑے حلقہ دام
لطف سے بنتے ہیں انسان ہی فقط کیا خدام	لطف سے ہووے پرستار پری دیو غلام

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے آدمی ہیں فیل کی گردن پر سوار	لطف سے ڈالتے ہیں ناک میں اشتر کے مہار
لطف سے پکڑے گئے شیر و پلنگ اژدہار	لطف وہ شی ہے کہ بنجاتے ہیں اغیار بھی یار

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے کن کے ہوئے کہتے ہیں و نون عالم	لطف سے روح ہوئی داخل جسم آدم
لطف سے گرچہ ہو معشوق بھی عاشق کا ہم	لطف سے غیر بنے بندۂ بے دام و درم

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف ہی مطلب اظہار وفا کی تمہید	لطف ہی قفل در خانۂ الفت کی کلید
صاحب لطف کی بر آکے ہی آخر امید	کر لیا لطف سے یوسف کو زلیخا نے خرید

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

قیس لیلیٰ پہ بنا لطف کے باعث مجنون	کوہکن لطف سے شیریں کا ہوا تھا مفتون

عاشق لطف ہیں ہم عاشق و ہم جانانہ

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے جام کے ہی حلقہ قناعت میں جو ہی — یہ بجا دائرہ عیش میں دف کہتا ہی

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

حلقہ موج ہوا قوس قزح قوس ہلال — گردش چرخ برین گردش مہ گردش سیال

گردش ساغر کی گردش فانوس خیال — سب تجھے کہتے ہیں یہ حلقہ بگوشونکی مثال

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

جب کمان خوب جھکی لطف سے با عجز و نیاز — لیا آغوش میں جب تیر سا سرکش طناز

سب کے گوشوں سے بوقت کشش تیر انداز — کہ نکلتی ہی یہی دل سے کمان کے آواز

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

پرتو لطف سے خورشید کے ہو نور آگین — رات کو کہتا تھا گردون یہ بہالہ نشین

حلقہ بندگی مہر ہی یہ ہالہ نہین — مہر کو مہر کے ہو غیر محبت آئین

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

کچھ گل و سرو ہی میں بھی لطف کا دیکھا اسلوب — انکو بھی بلبل و قمری نے جو سمجھا محبوب

ای ظفر لطف ہی وہ شی کہ ہی سبکو مرغوب — یہ گلستان میں کہا بلبل شیرین نے خوب

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

مخمس رابع

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہی تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

پوچھتا ہون دل بیتاب سے مین ہر بار
ہم نہ سمجھے ہی نہ تو برق نہ شعلہ نہ شرار

لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بیقراری تجھے ای دل کبھی ایسی تو نہ تھی

تری آنکھون نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

جلد اول دیوان ظفر

ای گل خندان بتا ہمکو ہمارا کیا قصور	مثل خار راہ پھینکے ہی گلی سے تو جو دور
ہم نحیفونکو اُٹھانا خاک در سے کیا ضرور	ضعف سے ہی ہمکو صرفِ جنبش مژگان مور

ایک جھوکے مین خدا جانے کدھر اُڑ جائینگے

کچھ نہ پوچھو ہمدمو جو دل مین ہی سوز نہان	ساتھ دم کے ہر نفس نکلے ہی شعلہ یا دھوان
سوزش دل سے کرونگا مین اگر آہ و فغان	برج آتشبار کی صورت بر اوج آسمان

دیکھنا ہمکو کرے دود جگر اڑ جائینگے

روز فرصت کیا کرامت ایک سنتے ہین جدید	روز کہتے ہین کہ باغ قدس کی کرتے ہین دید
آخرش انکو بنا کر طائر عرش مجید	شیخ صاحب کو اگر یونہین اڑا دینگے مرید

ہل نہ سکتے ہونگے تو بھی عرش پر اُڑ جائینگے

صبح گلشن مین صبا تیرا اگر ہووے گذر	کہیو بلبل سے ذرا اتنا کہ ای شوریدہ سر
کر رہی ہی چہچہے کیا شاخ گل پر بیٹھ کر	یہ چمن یونہین رہیگا اور ہزارون جانور

اپنی اپنی بولیان سب بول کر اُڑ جائینگے

بات جو کرتے نہین ہر گز فریب و مکر بن	تو ہوا خواہی کا دعوی معتبر انکے نہ گن
گل کھلے گا جبکہ ہوگا کوئی انکا ممتحن	لوگ باغ سبز دکھلاتے تو ہین پر ایکدن

ہاتھ کے طوطے سے انکے ای ظفر اُڑ جائینگے

مخمس خامس

نہین پروا اُسے افسوس کہ میرا بسمل
تڑپے ہی خاک پہ ابتک کہ گیا خاک مین مل
نہین معلوم وہ کافر ہی کدھر کو مائل
نگہ یار کو اب کیون ہی تغافل ایدل
وہ ترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نتھی

کچھ خورش آتا ہی نہین اُسکو مری ایذا مین
بالکہ در پی ہی مرے قتل کے ہر بات و مین
اُسکے ہاتھون سے مری جان بچے کیا ممکن
چشم قاتل مری دشمن ہی ہمیشہ لیکن
جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نتھی

جانتا ہی اُسے تو خوب کہ ہی عاشق زار
دل تو کیا جان کے دینے مین نہین ہی انکار
وہ کسی بات پہ تجھسے نہین کرتا تکرار
کیا سبب تو جو بگڑتا ہی ظفر سے ہر بار
خو تری حور شمائل کبھی ایسی تو نتھی

مخمس سادس

نظر پڑے جو کہین چاک دل کھلے کے کھلے
شگاف دل کے رہے سر بسر کھلے کے کھلے
عجب ہی کیا رہین لب بھی اگر کھلے کے کھلے
کیسے روزن در دیچو کر کھلے کے کھلے
ہمارے رہ گئے دیدے اُدھر کھلے کے کھلے

کرے ہی سر پہ فلک جسکے روز فتنہ بپا
جو گھر کو چھوڑ کے ہی آخرش نکلجاتا
نپوچھ مجھسے یہ خانہ خراب ہی کیسا
کہو نہین چرخ کی خانہ خرابیان کیا کیا

مخمس ناصر

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

کرونگا پر نہ شکوہ گرچہ ہونگے لاکھ غم پر غم
کیے جاونگا مین ہردم یہی جبتک ہی دم مین دم
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

فلک کے ہاتھ سے کیا کیا مرا دل رنج سہتا ہی
نہین فرصت ذرا غم سے ہمیشہ غرق رہتا ہی
کہ اک شکوونکا دریا چشم سے دن رات بہتا ہی
مگر تا ئید حق پر جب نظر کرتا ہی کہتا ہی
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

غم و اندوہ سے حالت ہوئی ہی سفید میری
اگرچہ بار غم سے اب شکستہ ہی کمر میری
کہ ہوتا غم ہی غمگین آپ صورت دیکھ کر میری
نہین پر دل شکستہ مین خدا پر ہی نظر میری
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

مرا دل رنج و غم سے ہی بہت مجبور گھبراتا
نہین ہرگز سمجھتا کوئی گر ہر دم کہو سمجھاتا
تو یہ احوال ہوتا ہی کلیجا منھ کو ہی آیا
مگر جب مین یہ کہتا ہون تو بار ہی ٹھہر جاتا
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

بلا سے گر نہین کوئی رفیق و آشنا میرا
خدا آسان کریگا گو ہی مشکل مدعا میرا
خدا پر دھیان ہی میرا نگہبان ہی خدا میرا
خدا حامی ہی میرا اور خدا مشکل کشا میرا
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

نہین غمخوار کوئی کون کرسکتا ہی غمخواری
خدا سے اپنی مین رکھتا ہون امید مددگاری
تو قع جسسے یاری کی تھی وہ کرتے ہین بیزاری
زبان ہی جب تلک منھ مین زبان سے ہی یہی جاری

ہون گرا پڑتا بز نگاہ اشک مژگان کی طرح
دستگیری گر تمھاری ہو تو مین جاؤن سنبھل

یامعین الدین چشتی دستگیری لازم ست

خاک پر جو کہ ہل سکتا نہو جون نقش پا
تم اوٹھاؤ تو وہین ہو وہ سنبھلکر اوٹھ کھڑا

عیسی جان بخش ہو تم اور خضر رہنما
دردمندون کی دوا ہو ناتوانون کی عصا

یامعین الدین چشتی دستگیری لازم ست

طوف کرتا ہی تمھارے آستان کا آسمان
کعبۂ اہل صفا ہو قبلہ گاہ مقبلان

خواجۂ ہر دو جہان ہو شاہ شاہان جہان
آپکا دست حمایت چھوڑکر جاؤن کہان

یامعین الدین چشتی دستگیری لازم ست

یہ ہی باغ خلد روضہ پر تمھارے گلفروش
جسکے ہر گل مین ہی بوے بادۂ وحدت کا جوش

ایک لپیٹ مین سیکڑون بیہوش ہین کن دلنشین
اور ہی کہتے ہین پھر جب اوسمین آتا ہی ہوش

یامعین الدین چشتی دستگیری لازم ست

آستان بوسی کا مجھکو شوق تو ہی اس قدر
پر کرون کیا مین ہون طاقت قدم سے بے بسر

اڑکے مین پہونچون ابھی میر اگر ہو بال و پر
ہی تمھاری ہی فقط چشم عنایت پر نظر

یامعین الدین چشتی دستگیری لازم ست

وہ تمھارا نور باطن ہی کہ خورشید منیر
روبرو ہی اسکے ذرہ بلکہ ذرہ سے حقیر

تم پہ روشن ہی کہ مین اے خواجۂ روشن ضمیر
دو جہان مین جانتا ہون تمکو اپنا دستگیر

اسکامت پوچھ سبب اے بت غارتگر ہوش
تھا تری تیغ تبسم مین حلاوت کا یہ جوش
رہ گئے میرے لب زخم جگر ہنسکے بند

جوہری ہوکے اگر جمع جہان سے آوین
اور خوش آب گہر کان عدن کا لاوین
آب و تاب انکی وہ کیا خاک ہمین دکھلاوین
نکلین دندان ترے ہنستے مین تو چھپ جاوین
درج مین دندان گہر ہنسکے بند

کوچ کی اپنی سنائی ہمین جب آ کے خبر
اپنا اک سکتے کا سا ہو گیا عالم یکسر
ہائے ہوتی ہمین کچھ طاقت گفتار اگر
کچھ نہ کچھ کہہ کے الغرض ہوگئے ہم تو ششدر
بر زبان ہو گئی بند جتنے ہی گہر ہنسکے بند

لیکے ہم شکوہ جو گلشن مین سحر گہ جائین
جو کہ منہ سے وہ گل لالہ و گل سے جائین
منہ ہی کیا غنچونکا جو سامنے کچھ کہہ پائین
گر کھلے باتون مین وہ غنچہ دہن رہ جائین
باغ مین غنچون کے منہ باد سحر ہنسکے بند

جی تو چاہے ہے یہی گل کی ہوس مین صیاد
پہونچون مین باغ تلک اک نفس مین صیاد
پر کرون کیا کہ مین اب ہون ترے بس مین صیاد
باندھ کر پر نہ مجھے چھوڑ قفس مین صیاد
فائدے کرنے سے کیا طائر پر ہنسکے بند

تیرے سودائیونکو دی ہی سزائے تقصیر
لا کے زندان مین کیا یار نے ہر چند اسیر
شوق صحرائے جنون جنکے ہوا دامنگیر
گئے دیوانے نکل مثل صدائے زنجیر

جو دل مین ہو اُٹھاؤن قلم لکھکے بھیجدون | خط غلامی اپنا صنم لکھ کے بھیجدون
اور جو کہے خدا کی قسم لکھ کے بھیجدون

آگاہ ہووے یار سے ہوتا اگر نہ مین | قاصد خط اُسکو لکھتا کبھی بھیجتا نہ مین
مشق جفا سے اُسکی ہی تو بیخبر نہ مین | ڈرتا ہون وہ قلم نہ کرے ہاتھ ورنہ مین
جو جو کیے ہین اُسنے ستم لکھ کے بھیجدون

جسوقت تجھسے حضرت دل دادخواہ ہون | اور اُن سے پوچھا جائے جو مجھسے گواہ ہون
جھگڑے تمام یہ نہوے ہین نہ آہ ہون | ظالم ہزار دستہ کاغذ سیاہ ہون
گر ایک قصہ شب غم لکھ کے بھیجدون

کیا کیا تھے یار اپنے زمانہ کے انتخاب | سب نے عدم کی راہ لی ای ہستی خراب
ہووے مثال نامہ نہ کیون دل کو پیچ و تاب | لا سکتا رفتگان کا نہین کوئی بھی جواب
خط کسکے ہاتھ سوے عدم لکھ کے بھیجدون

اُس گل کی ایک عمر سے تھی جستجوے وصل | پائی پر ابتلک نہ کہین مین نے بوے وصل
اب جی مین ہے کہ یون ہو جو گفتگوے وصل | معلوم تا ہو اُسکو مری آرزوے وصل
وصلی پہ حال رنج و الم لکھ کے بھیجدون

لکھتے ہین بار بار وہ مجکو کہ تو شتاب | لکھ بھیج حرف عشق ہوا ہی جگر کباب
اُسکے سوا بن آتا نہین اور کچھ جواب | جا کر دکھاؤن دل کے جو ہین داغ بیحساب

توکہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری ۔ توخداوند یمینی توخداوند یساری

توخداوند زمینی توخداوند سمائی

نظر آتی ہی جہان مین جو سفیدی و سیاہی ۔ قلم صنع پہ دیے ہی ترے دن رات گواہی
تیری یکتائی مبرا ہی ہر اک شی سے الٰہی ۔ توزن و جفت بجوئی تو خور و جفت نخواہی

احدا بی زن و جفتی ملکا کام روائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت ۔ نہ امانت تجھے در کار کسو کی نہ حمایت
نہ شراکت ہی کسی سے نہ کسی سے ہی قرابت ۔ نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت

تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے تو چاہے امیری کرے جسے چاہے فقیری ۔ جسے تو چاہے بزرگی کرے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نکرے عذر پذیری ۔ توکریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری

تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہی تو رزق رسانی ۔ ترے الطاف سے محروم نہ منجوانہ زرانی
کہ وہ ستار ہی تو واقف اسرار نہانی ۔ ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی

ہمہ رزاق رسانی کہ تو موجود عطائی

خرد و وہم سے گو دل نے کوئی بات تراشی ۔ کہ ہوا اوّل و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مرے نزدیک سوا اسکے ہی سب سمع خراشی ۔ نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی

الٰہی کردہ ام بسیار تقصیر

بہ چندین سال و مہ در انتظارم

نہیں رہتی ہے مطلق طاقت جست

الٰہی راہ مردان سخت راہست

تو آسان بگذران زین رہگذارم

لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی	
ظفر اس وقت ہیں خاموش ہو گیا غنچہ مانند	کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے اوصاف ہیں کسطرح سے اپنی زبان سے	لب و دندان سنان ہمہ توحید تو گویند
مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی	

مخمس ثمانیہ عشر

ہمیشہ از ندامت اشک بارم	ز جرم خویشتن خود شرمسارم
مگر از رحمت امیدوارم	الٰہی واقفی از حال زارم
تو سید انی کہ جز تو کس ندارم	
گناہوں کا مرے از بس ہے طغیان	رہی ہے موج زن طوفان پہ طوفان
تری ہی دستگیری ہوں ہراسان	الٰہی غرقہ ام در بحر عصیان
ز دست رحمت افگن بر کنارم	
جہان ہے مجمع ارباب غفلت	مہیا ہیں سبھی اسباب غفلت
یہاں پیکر شراب ناب غفلت	الٰہی رفتہ ام در خواب غفلت
برہ بیداری زین کار و بارم	
ترے آگے نہیں مانند تصویر	زبان عذر گویا ہے تقریر

تجھی سے ہی امید عفو تقصیر	الٰہی از کمال لطف بپذیر
دل سوزان و چشم اشکبارم	
رہا مین جیسے یہان خرسند و فیروز	یونہی ہون حشر کو بھی جلوہ افروز
رہون دونون جہان مین بہرہ اندوز	الٰہی گر عزیزم کردی امروز
مکن فردا بنزد خلق خوارم	
یہ کافر نفس ہی ایسا بلا بد	کہ جس سے جز بدی ہو کچھ نہ سرزد
عداوت مجھسے یہ رکھتا ہی بیحد	الٰہی گر نہ توفیق تو باشد
برآرد نفس بد از جان دمارم	
مکان تاریک مین تنہا و بے زور	جو کوئی پاس ہی تو مار یا مور
سنے کون آہ و نالے کا مرے شور	الٰہی در شب منزل گہ گور
تو لطف خویشتن گردان غمگسارم	
نشے مین مین تو ہون غفلت کے سرمست	پڑے در پے ہین دو دشمن قوی دست
کہان جاؤن کرون مین کسطرح جست	الٰہی نفس و شیطان در کمین ہست
ز تقوائے عبادت کن حصارم	
ظفر ہی جسکو ایمان اپنا درکار	دعا ایمان کی وہ مانگے ہین ہر بار
کہے ہی دیکھو تو کیا مرد ہشیار	الٰہی بر جنید ایمان نگہدار

ہے ہوا سرد اور چمن سیراب	رخ خورشید پر ہے ابر نقاب
ہے گناہ شکست توبہ ثواب	آج ہے دور دور جام شراب

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

گل تو گلشن میں ہے ہمیشہ ہنسوڑ	آج غنچے بھی کہتے ہیں منہ موڑ
شیشۂ توبہ شراب کو توڑ	دامن عیش کو نہ ہاتھ سے چھوڑ

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

ہر رگ گل ہے اک ستار کا تار	زخمہ ہے عندلیب کی منقار
جب وہ چھیڑے ہے اسکو طرب وار	ہوتی ہے یہ ترانہ ساز بہار

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

ابر بھی اسقدر رہا ہے جھوم	لے گا روے زمین کو گویا چوم
لالہ و گل کا ہے چمن میں ہجوم	بلبلیں یہ مچا رہی ہیں دھوم

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

جو نخل پر ثمر ہین اُٹھا سکتے سر نہین
سرکش ہین وہ درخت کہ جنمین ثمر نہین

باد صبا اگر آئے چمن مین ہی سر بہ خاک
غنچے ہین دل گرفتہ گلونکے جگر ہین چاک
ملتے ہین دمبدم کف افسوس برگ تاک
کرتی ہین بلبلین بہی فریاد دردناک

شاداب حیف خار ہون گل پائمال ہون
گلشن ہون خوار نخل مغیلان نہال ہون

نزدیک اپنے آپکو جو کھینچے ہین دور
ورنہ جو با صفا ہین خرسند ذی شعور
دیکھا تو صاف فہم ہین کچھ آ گئی ہی قصور
کیا دخل انکو آوے کبھی نخوت و غرور

رکھتے غبار کینہ سے وہ سینہ صاف ہین
ہر نیک و بد سے صورت آئینہ صاف ہین

جائین نکل فلک کے احاطے سے ہم کہان
کوئی بلا ہی خانہ زندان یہ آسمان
ہووے گا سر پہ جسکے بھی جا دین گے ہم جہان
چھٹنا محال اُس سے ہی جبتک ہی تن مین جان

جو آگیا ہی اس محل تیرہ رنگ مین
قید حیات سے ہی وہ قید فرنگ مین

یہ گنبد فلک ہی عجب طرح کا قفس
جنبش ہو ایک پر کی تو پر ٹوٹ جائین دس
طاقت نہین ہی نالے کی بھی جسمین یکنفس
رہجاے دل کی دل مین نہ نکلے سے ہوس

برہ دی اگ وچ ہی جان پھکدی	نہین جب کوئی یار آن اٹکدی

سرم بر شور از عشقت چنان ست
کہ ہر موے تنم گرم فغان ست

نہین اب یار کوئی پاس ایسا	نہین غمخوار کوئی پاس ایسا
جو میرے ادنی اپنی مہر نہ کے	وہ تیرے کول جاکر ہنور رکھے

صنم بگذار این طرز جفا را
خدارا ابر ظفر رحمے خدارا

مثلث

کرون خط مین کیا حال تحریر پہلے

پانی لکھن سے پہلے سنو دینو سب جو کاہی	قاصد سو چلکے باتی دیتا بگر بات بگر جاہے

وہان جاکے خط کی ہی تدبیر پہلے

سیلسے کول بنو رانجھا آگے ہیر	جو کوئی دیکھے کموتے انکھیان نوبران دی تصویر

رکھی سامنے مین نے تصویر پہلے

سبانے اسد درد سے اور بے عشق بنایا	جو وہ تجھے پیدا انس ووان کون بنایا

تو ای دل تجھے ہوگی تقدیر پہلے

کیونکہ چھٹان مین اس پھندسے یہ پھندا گور کو پھندا	جیران کارن ہے ابنا یا ہر کے ناروں پھندا

جو جو ساڈے دل پر بیتی رب جانے یا دل	کاسون آکھاں حال مین اپنا کھنا ہی مشکل
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
اپنی اپنی لوگان کہندے بیٹھے نہ سنرادی بات	جو جو مجھ پر بیتے ہی سو موسین کہی نجات
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
رین فنا نہین مین اینسا نوئی ہین انکھ دکھیان	کالب سے کیون اور کوئی بیکل رہندی جان
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
ایک ایک دھوڑ کا اس جگ دے اور دکھی دو باؤر	بندری گھلائی اس دھوڑ کو نہین غم جینڈر
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
کوئی نہین غمخوار اساڈا الکھاں کس دی نال	شوق زنگ اپنے رب سون کہے جو ہی پلجال
حال غم کوئی میرا کیا جانے	

ایضاً

ہو گئے یہان سے وہان وہ پھر کے پھر آتے نہین	
جانیوالے پھر نہ آئے انکھیان تکدی راہ	دن رین نیندا اہیا تڑپے زبان میرا گواہ
یہ چھپی نظرون سے وہ صورت کبھی دکھلاتے نہین	
قاصد بھیجون کسنو بھیجون جانو ٹھور ٹھکان	ملک نجانون دیس نا جانون نا جانون گانوان
ہی یہی رونا کہ ہم انکی خبر پاتے نہین	

کس سے کہیے کون اب مانے — جی کے بھید کو جی ہی جانے

ظفر ہوتی ہے دل کو راہ دل سے

جلد اول دیوان ظفر

ایضاً

کام دل ہو کیونکہ حاصل اس بت خود کام سے

کام پڑا ہے عشق میں نالوں سے ہیں دردمند نالے — کان لگا کر کیونکر سنیے وہ لوگان بیداد نالے

ہاتھ جو کانوں پہ رکھتا ہو ہمارے نام سے

پھرتی ہیں میری انکھیاں وہ ہیں انکھیاں مستانی — ہیں نا پیون مدہ کا پیالہ پینو مدہ بنیں بھانی

ساقیا دور ان سے رہتا ہے دور جام سے

ہندی مت ہے نہ اپنا ہے سے ہندو ہیں — ملّا پانڈا جو کوئی پوچھے سنو اکھان یہ

کفر سے کیا کام مجکو کیا غرض اسلام سے

جیسے پھندا دل عشق کے پھندے پڑ گئے دکھ دھند — چھٹ نہ سکے ان پھندوں سے ہم مر کے بر کے دھندے ر

مدتوں پھڑکے قفس میں ہم جو نکلے دام سے

دیکھو کے سونی سیج پیا بن پھر پھر اٹھ کے نین — کچھ مت پوچھو لوگاں رینو کیونکر کٹتی رین

روتے روتے صبح ہو جاتی ہے مجکو شام سے

کتنے دنوں بیکل کٹنا کل ناہیں اک دن آن — دل کے بیکل رہنے سے ہی دکھو وچ جگ گئی جان

گر نہ دے دل تو پھر گذرے عجب آرام سے

[illegible]

دل کو صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن	زلف مشکین کا تیرے شانہ بنایا ہوتا
اور یا خاک سے ایسا نہ بنایا ہوتا	
صوفیون کے جو نہ تھا لائق صحبت تو مجھے	قابل جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
باعث قلقل مستانہ بنایا ہوتا	
تھا جلانا نہ اگر دوری ساقی سے مجھے	تو چراغ رہ میخانہ بنایا ہوتا
اور دل بادہ کشون کا نہ بنایا ہوتا	
شعلۂ حسن چمن مین نہ دکھایا ہوتا	ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا
گل کو داغ دل دیوانہ بنایا ہوتا	
روز معمورۂ دنیا مین خرابی ہی ظفر	ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا
بلکہ بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا	

ایضاً

عشق کا عالم نہ پوچھو وہ جہان ہی اور ہی	
پیم نگر کی ریت نرالی اور نرالے طور	ہی تو وہ اس جگہ مین لیکن ہی وہ جگہ ہی اور
وان زمین ہی اور ہی وان آسمان ہی اور ہی	
کیسا بھالا کیسی برچھی کیا چھوا تلوار	او ستمگر تیغ نگاہ ہو نگاہی [illegible] دل پر وار
جس سے مین زخمی ہوا ہون وہ سنان ہی اور ہی	

[illegible]

مثلث بیگم

[illegible]

ناڑی نہ ہاتھ طبیبان میں جھونیکو ہی	روگ لگا یہ ہو شیہ دار ابا جانے یہ بھید

کوئی کیا جانے یہ کیا درد اور اُسکی دوا کیا ہی

ہم سپاہی بھر بھر پیوان لیلے کے ہاتھو	ہین مدہ ماتی غنیمہ ہی کو ونجانو بات

دم جان بخش عیسی کیا ہی اور آب بقا کیا ہی

ہین تو یاد رہی ہو کیتا چانو نہ سا اپڑیگو	ہینو تم تبلا دو لوگان لون ہین من ہین جانے

کہ لذت عشق مین کیا ہی محبت کا مزا کیا ہی

کی تبلا وان پوچھوں بار اور کی نجومی پال	وہ ہی ہینڈی جاں ہی اور جنڈی ہی سدی نال

نہین معلوم جینا کسکو کہتے ہین قضا کیا ہی

ایت اسے دیکھا لکھا ہینڈی سمجھو نہین آئے	بیدپرا تم کوئی لا دین کھول کھول تبلائے

کہ لکھا مدعی نے کیا اور اسکا مدعا کیا ہی

ایسی کسدی چاہ لگی جو تھو ہیر پین روندا	یہین آنسو بہلیکے کیون جندڑی کو کھوندا

بتا دے مجکو تو اب ای ظفر یہ ماجرا کیا ہی

ایضاً

خوف ہی مجھے تو یہ ہی ڈر ہی مجھے تو یہ ہی

پیا کے بلائین جائینگے جسدن پی پار	اوسدن کیسی ہووےگی مینو یہی ہراس

خوف ہی مجھے تو یہ ہی ڈر ہی مجھے تو یہ ہی

کوئی اپنے مال ملک پر کرو زینت مغروری
بہر کیف ہین مال ہمساری سنا پوری
ظفر مین دو جہان مین فدائی ماہ جبان کا ہون

ایضاً

رات دن ہے تصور کی جیان اور مین
بیت چہت مین تھی سبی اور تم تکو امین دیکھ کر
بڑا دو جہان کی ہی مغرور سند ابر گل اور تن
کہ سوا اسکے محبت کا کمال اور نہین
ہیجان فی ڈھونڈھ پیا نو ہتا امین کہین اور
تجھی سا ما تر ا پیارا اسکے بن کر غور
کہ تجھ سا تر سا کہین جا کو وصال اور نہین
چاند سورج کی انکھون مین کہ ڈھونڈھ اتنا نور
جسکا نور پیا کا ہے دیکھو انکھون

اک ہم ہی نہین بخیر آئے ہین جہان مین	جو آیا جہان مین ہی سو وہ بخیر آیا
اس بات پر رونا ہین ای چشم تر آیا	
مین شرم سے عصیان کے ہوا سر بگریبان	جسوقت خیال آہ ادھر کا ادھر آیا
کچھ پوچھو نہ کیا کیا مجھے خوف و خطر آیا	

مثلث دیگر

بتاؤن مین کسیکو کیا کہان ہون اور کہان کا ہون	
اپنے دیس کو چھانڈ کے ہم نکلے پردیس	جیسے ریت اس دیس کی دیکھی ویسا کینا بھیس
کہ مین اس باغ مین محو تماشا باغبان کا ہون	
تجھ بن ہین اندھیری رین چھپ آدکے تارے	سارے تارے دھوئین کے مارے ہوگئے کارے کارے
ہمیشہ رنگ نیلا دیکھتا مین آسمان کا ہون	
کانٹا ہون یہ سوکھا ہون تنیلی ہون تنکا	مین ہین جو ہو ہی سکین جات نہین کچھ دینکا
کوئی ہان آن کے پوچھے خار جنگلے آشیان کا ہون	
ڈ مین ہانگ زمین ہوتی ڈ مین ہیرا اپنا	ڈ مین چاندی ڈ مین سونا جیسا بنایا بنا
بلا سے سنگ ہون مین لیکن اسکے آستان کا ہون	
پیم نگر کی گھٹی ہی گھاٹی کون ادھر کو جائے	ییری ڈگر پر جو کوئی آوے وہی رہ جائے
کہ پیچھے کاروان کے نقش پا مین کاروان کا ہون	

سب مین ہر طرح ہی نور وہی نور جمال اور نہین
دل مین اب ... ہے کہ ... اور نہین
سوز ... و ملال اور نہین
بڑی ... لب ...
شوق ... مورت ... اور نہین
لیکن ... اور مثال اور نہین
لیلی ... اسکا نہین اور مثال اور نہین

ایضاً

اے قاصد ... دل کا ... ہے
دل کیا اس ... ہے
سورج ... اسکا ... جانے
ادھر ... جانے
قاصد آیا ... بات ... سارا
باہنکون ... بیان ...
جانے ... بیان ...
بیم ...

سبکو لگتی ہے بہت ہی گاری بھاری آج | جسمیں آپ ہی لیجے چلو تیغ کسکی تو ہی لاج

یکے کردہ سپرے ابروئے سبسے
چہ غم دارد از آبروئے کسے

جو کچھ کہنی تھی سو نا کہی تھی ابھی جو کہی | اپنے من میں سوچ سکے یہ من ہی من جھلکی ہوئی رہی

اگر ناداں بوحشت سخت گوید
خردمندش بنرمی دل بجوید

بستے نین میں ہاتھ لگے ہو کیسے جادو نین | آج میں پیکو اتو سوں کا کھیل بیٹھے پکڑ کر لوں

دیر آمدی ای نگار سرمست
زودت ندہم ز دامنت دست

شوق رنگ ایسے ڈھیٹھ مگر سو کھیلا کی اپنی نوکی | کو ہے یا اور ہاتھ مروڑ کر کے دیہ ہی جو دی

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد
ساعد سیمیں خود را رنجہ کرد

تمام شد

جلد اول دیوان ظفر